بسم اللہ الرحمن الرحیم

السیرۃ النبویۃ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
تحقیقی وتوقیتی مطالعہ: (حصہ جدلیات)

انیسویں قسط

پروفیسر ظفر احمد

Abstract

Al-Seerah Al Nabviyyah : An analytical & chromological study (The Contentional Sections)
It is the 19th part of a long chain of articles. The existing one is in continuation of the precious topic "Qadyaniyyat" i-e. The false, deceitful & the bogus prophet hood claimed by Mirza Ghulam Ahmad Qadyani (1839-1908 A.D) The writer has successfully baffled the false dogmas & the misleading doctrines of the Qadyaniyyat under "Tashqeeq-e-Jadali" (pointwise analytieal discussion) intended to discriminate minutely between the right. and the wrong interpretations of the religion Islam.

فتنۂ قادیانیت تشقیق جدلی کی زد میں

۲۔ شیطانی وحی کی بارش

مرزا غلام احمد قادیانی پر جو (مزعومہ) وحی نازل ہوتی تھی یا انہیں جو (مزعومہ) الہامات ہوتے تھے وہ شیطانی ہوں گے یا ربانی۔ اگر انہیں شیطانی قرار دیا جائے تو یقیناً یہی بات درست ہے، اگر انہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ربانی قرار دیا جائے تو درج ذیل توضیحات کی بنا پر یہ قول یک سر مردود ہے۔

۱۔ بہ حوالہ سابقہ مباحث

گزشتہ مباحث میں یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ خود مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے صاحب زادے مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی ہی تحریروں اور بیانات سے نا قابل تردید انداز میں ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب عمر بھر مشرکِ عظیم رہے، ان کی نیکیاں برباد ہوتی رہیں اور عمر بھر وہ شیاطین کا کھلونا بنے رہے۔ اس سلسلے میں خطائے اجتہادی، عدم وضاحت کی بنا پر لاعلمی اور بے خبری، نسخ مضامین اور متشابہات وغیرہ کی آڑ میں تاویلاتِ فاسدہ کا بھی قلع قمع کر دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص پر شیطانی وحی کا ہی نزول ممکن ہے۔ قرآن کریم میں ہے: وَ اِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓـِٕهِمۡ لِیُجَادِلُوۡکُمۡ ۚ وَ اِنۡ اَطَعۡتُمُوۡهُمۡ اِنَّکُمۡ لَمُشۡرِکُوۡنَ ﴿۱۲۱﴾ (۳۹/الف) ''اور بے شک شیاطین اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں تا کہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کی بات مانی تو بے شک تم بھی مشرک ہو جاؤ گے''۔

۲۔ بہ حوالہ ظن اور شک کی تاریکی

مرزا صاحب نے نزول المسیح (۱۹۰۲ء) میں لکھا ہے ''جس دل پر در حقیقت آفتاب وحی تجلی فرماتا ہے اس کے ساتھ ظن اور شک کی تاریکی ہرگز نہیں رہتی''۔ (۳۹/ب) اسی کتاب میں وہ مزید لکھتے ہیں: ''لیکن اگر کوئی کلام یقین کے مرتبے سے کم تر ہو وہ شیطانی کلام ہے نہ ربانی''۔ (۳۹/ج)

سابقہ مباحث میں با حوالہ واضح کیا جا چکا ہے کہ مرزا صاحب براہین احمدیہ (۱۸۸۰ء۔۱۸۸۴ء) کی تالیف کے زمانے ہی سے اپنے مزعومہ الہامات اور وحی کی رُو سے بہ زعم خویش حقیقی مسیح موعود اور حقیقی نبی تھے، لیکن وہ ان الہامات کو غلطی سے بے خبری کے عالم میں مجازی معنی پہناتے رہے اور کوئی بارہ سال کے بعد جا کر انہیں پتہ چلا کہ وہ حقیقی مسیح موعود ہیں اور کوئی اکیس سال کے بعد جا کر پتہ چلا کہ وہ حقیقی نبی ہیں۔ اگر یہ مزعومہ الہامات ظن اور شک کی تاریکی سے آلودہ نہ ہوتے اور اگر یہ موجبِ یقین ہوتے تو مرزا صاحب بارہ اور اکیس سال کے عرصے تک ان کے صحیح مفہوم سے ہرگز بے خبر نہیں رہ سکتے تھے۔ ہم مرزا صاحب کی کتب سے وہ اقتباسات بھی پیش کر چکے ہیں کہ خدا مجھے ہر غلطی سے محفوظ رکھتا ہے اور کسی بھی غلطی پر آنکھ جھپکنے کے برابر بھی مجھے نہیں رہنے دیتا، میرے قلم سے خدا کی مرضی کے خلاف کبھی بھی کوئی کلمہ صادر نہیں ہوا، خلاف شرع بات خواہ کسی مُلہَم کے منہ سے صادر ہو یا کسی مجتہد کے منہ سے نکلے اس کے اندر شیاطین کھیل رہے ہوتے ہیں وغیرہ۔ (۴۰/الف) ان حالات میں یہ یقین کئے بغیر چارہ نہیں کہ مرزا صاحب پر بارہ اور اکیس سال تک نا قابل فہم اور مشتبہ رہنے والے الہامات ہرگز ربانی نہیں بلکہ سراسر

شیطانی تھے۔

۳۔ بہ حوالہ اجنبی زبانوں میں وحی

مرزا صاحب نے اپنی کتاب چشمۂ معرفت (۱۹۰۸ء) میں لکھا ہے ''اور یہ بالکل غیر معقول اور بے ہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیوں کہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے''۔ (۴۰/ب) اور یہی مرزا صاحب براہین احمدیہ (۱۸۸۰۔۱۸۸۴ء) میں اس سے پہلے لکھ چکے تھے: ''بعض دفعہ یہ الہام کسی اجنبی زبان مثلاً انگریزی یا کسی ایسی دوسری زبان میں ہوا ہے جس زبان سے ہم محض ناواقف ہیں''۔ (۴۰/ج) اور یہی مرزا صاحب نزول المسیح (۱۹۰۲ء) میں لکھ چکے تھے ''زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی، سنسکرت یا عبرانی وغیرہ''۔ (۴۱/الف) اب غور کیجئے کہ مرزا صاحب کو جو غیر زبانوں میں الہام ہوا ہے وہ شیطان کی طرف سے ہوگا یا رحمٰن کی طرف سے۔ اگر یہ شیطانی الہامات ہیں فھو المطلوب، ہم یہی کہنا چاہتے ہیں۔ اگر انہیں ربانی اور رحمانی قرار دیا جائے تو ہرگز اس کی گنجائش نہیں کیوں کہ غیر زبانوں میں الہامات کا ہونا باعتراف مرزا غیر معقول اور بے ہودہ امر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف کسی غیر معقول اور بے ہودہ امر کو منسوب کرنا بالاتفاق کفر ہے۔ پس یہی شق ہی درست ہے کہ مرزا صاحب پر اجنبی زبانوں میں نازل ہونے والے تمام الہامات سراسر شیطانی تھے۔ قرآن کریم سے بھی مرزا صاحب کی وحی کا شیطانی ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ سورۂ ابراہیم میں ہے: وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (۴۱/ب) ''ہم نے ہر رسول کو صرف اس کی اپنی قوم کی زبان ہی میں بھیجا ہے تاکہ وہ ان کے لئے (وحی کی) وضاحت کرے''۔

پس مرزا غلام احمد قادیانی پر غیر زبانوں میں وحی کا نزول ان کے جھوٹے ہونے اور ان کی وحی کے شیطانی وحی ہونے پر بڑی واضح اور روشن دلیل ہے۔ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ تمام اقوام عالم کے لئے تا قیامت اللہ کے رسول ہیں اور آپ کی شریعت آفاقی شریعت ہے۔ آپ پر بھی صرف عربی زبان میں وحی کا نزول ہوا، کیوں کہ آپ کی اولیں مخاطب عرب قوم تھی، اگر مرزا قادیانی پر اجنبی زبانوں میں مزعومہ وحی کا نزول کمال ہے تو اوّلاً رسول اکرم ﷺ کو خصوصاً اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو عموماً اس کمال سے محروم نہیں ہونا چاہئے تھا۔ ثانیاً اس صورت میں مرزا صاحب پر دنیا بھر کی زبانوں میں وحی نازل ہونی چاہئے تھی اسے صرف تین چار زبانوں تک ہی محدود نہیں ہونا چاہئے تھا۔

۴۔ بہ حوالہ ناقابل فہم و مبہم وحی

یہ تصور نہایت ہی لچر اور مضحکہ خیز ہے کہ کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے لیکن اپنے اوپر نازل ہونے والی مزعومہ وحی کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہو اور وہ اپنے نام نہاد امتیوں سے اس کا مطلب پوچھتا پھرے یا اس کا مطلب سمجھنے کے لئے وہ کفار کی طرف یا بعد میں مرتد ہو جانے والوں کی طرف بھی رجوع کرنے پر مجبور ہو۔ عقل سلیم کے اس فیصلے کی بھرپور تائید قرآن کریم سے بھی ہو رہی ہے۔ سورۂ نحل میں ہے: وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ (۴۱/ ج) ''اور ہم نے تیری طرف نصیحت (قرآن) کو اتارا ہے تا کہ تو لوگوں کے لئے بیان کردے جو ان کی طرف اتارا گیا اور تا کہ وہ غور و فکر کریں''۔ اور اسی سورۂ نحل میں ہے: وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ۙ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (۴۲/ الف) ''اور ہم نے تجھ پہ کتاب صرف اس لئے اتاری ہے تو کہ لوگوں پر وہ چیز خوب واضح کردے جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں اور (یہ کتاب) ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے''۔ نزول وحی کے موقع پر ابتدا میں رسول اکرم ﷺ کلماتِ وحی کو جلد جلد دہرانے لگتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ ۝ (۴۲/ ب) ''(اے نبی!) تو اس (قرآن) کو جلدی (یاد کرنے) کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کر۔ اس (قرآن) کا جمع کرنا اور اس کا (تیری زبان سے) پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ ہم جب اسے پڑھ لیں تو تو اس کے پڑھنے کی پیروی کر۔ پھر اس کا واضح کرنا (بھی) ہمارے ذمے ہے''۔ ان قرآنی آیات سے معلوم ہوا کہ پیغمبر پر نازل ہونے والی وحی کی تشریح پیغمبر کے لئے خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور پھر اسی وضاحت اور تشریح کو پیغمبر اپنے قول و فعل سے امت تک پہنچاتا ہے۔ وحی کے کلمات کی صحیح ترتیب اور تقدیم و تاخیر میں غلطی کا قطعاً امکان اس لئے نہیں کہ اس کو جمع کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور پیغمبر کی زبان پر کلماتِ وحی کو جاری کرنا بھی اسی کا کام ہے، لہٰذا اللہ کا سچا نبی ہرگز اس کا محتاج نہیں ہوا کرتا کہ وہ کلماتِ وحی کے معانی اور ان کی تشریح کے لئے (معاذ اللہ) لوگوں سے رجوع کرے ورنہ ایسے پیغمبر کی بعثت ہی (معاذ اللہ) عبث بل کہ مضحکہ خیز ہے۔ سچا پیغمبر ہرگز یہ نہیں کہتا کہ سرعتِ الہام کی وجہ سے کلمات شاید آگے پیچھے ہو گئے ہوں یا شاید اصل کلمہ یوں ہے یا جو کلمات میری زبان پر جاری ہوئے ہیں بہ وجہ سرعتِ الہام ان کی صحت کا مجھے پورا یقین نہیں ہے وغیرہ۔ اس طرح کی خرافات جھوٹے نبی کی زبان پر ہی جاری ہو سکتی ہیں اور اس کی مزعومہ وحی شیطانی وحی ہوتی

ہے۔مرزا غلام احمد متنبّی قادیان کا بھی یہی حال ہے۔وہ اپنے بعض الہامات کے متعلق ایک مرید کو لکھتا ہے ''مخدومی ومکرمی اخویم میر عباس علی شاہ صاحب سلمہٗ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد ہذا چوں کہ اس ہفتے میں بعض کلمات انگریزی میں الہام ہوئے ہیں اور اگرچہ بعض ان میں سے ایک ہندو لڑکے سے دریافت کیے ہیں مگر قابل اطمینان نہیں اور بعض من جانب اللہ بہ طور ترجمہ الہام ہوا تھا اور بعض کلمات شاید عبرانی ہیں، ان سب کی تحقیق وتنقیح کی ضرورت ہے، تابعد تنقیح جیسا کہ مناسب ہو اخیر جز میں کہ اب تک چھپی نہیں درج کیے جائیں۔آپ جہاں تک ممکن ہو بہت جلد دریافت کر کے صاف خط میں جو پڑھا جاوے اطلاع بخشیں اور وہ کلمات یہ ہیں، پریشن، عمرپ، راطورس یا پلاطوس یعنی پرطوس لفظ ہے یا پلاطوس لفظ ہے، باعث سرعتِ الہام دریافت نہیں ہوا اور عمر عربی لفظ ہے اس جگہ پراطوس اور پریشن کے معنی دریافت کرنے ہیں کہ کیا ہیں اور کس زبان کے یہ لفظ ہیں۔پھر دو لفظ اور ہیں ''یوشعنا ،نعسا'' معلوم نہیں کس زبان کے ہیں اور انگریزی یہ ہیں اول عربی فقرہ ہے یا داؤد عامل بالناس رفقا واحسانا، یو مسٹ ڈو وہاٹ آئی ٹولڈ یو، تم کو وہ کرنا چاہیے جو میں نے فرمایا ہے، یہ اردو عبارت بھی الہامی ہے پھر بعد اس کے ایک اور انگریزی الہام ہے اور ترجمہ اس کا الہامی نہیں بل کہ ایک ہندو لڑکے نے بتایا ہے۔فقرات کی تقدیم تاخیر کی صحت بھی معلوم نہیں اور بعض الہامات میں فقرات کا تقدم تاخر بھی ہو جاتا ہے اس کو غور سے دیکھ لینا چاہیے اور وہ الہام یہ ہیں: دو آل من شڈ بی اینگری بٹ گاڈ از ود یُو، ہی شَل ہیلپ یو، وارڈس آف گاڈ کین ناٹ ایکسچینج۔ترجمہ: اگرچہ تمام آدمی ناراض ہوں گے لیکن خدا تمہارے ساتھ ہوگا وہ تمہاری مدد کرے گا، اللہ کے کام بدل نہیں سکتے، پھر اس کے بعد ایک دو اور الہام انگریزی میں ہیں جن میں سے کچھ تو معلوم ہے اور وہ یہ ہے: ائی شَل ہیلپ یو، مگر بعد اس کے یہ ہے: یو ہیو ٹو گو امرتسر، پھر ایک فقرہ ہے جس کے معنی معلوم نہیں اور وہ یہ ہے: ہی ہلٹس ان دی ضلع پشاور۔یہ فقرات ہیں ان کو تنقیح سے لکھیں اور بہ راہ مہربانی جلد تر جواب دیں، تااگر ممکن ہو تو اخیر جز میں بعض فقرات بہ موقع مناسب درج ہو سکیں''۔(۴۲/ج)

مرزا صاحب کے مزید انگریزی الہامات بہ طور نمونہ یہ ہیں: ہم کر سکتے ہیں جو چاہیں گے We can what will do، وہ دن آتے ہیں کہ خدا تمہاری مدد کرے گا The days shall come when god shall help you.، خدا تمہاری طرف ایک لشکر کے ساتھ چلا آتا ہے God is coming by his Army (۴۳/الف)۔''آئی لو یو، آئی شَل گو یو اے لارج پارٹی اوف اسلام'' چوں کہ اس وقت یعنی آج کے دن کوئی انگریزی خواں نہیں اور نہ اس کے پورے معنی کھلے

ہیں''۔(۴۳/ب)

مرزا صاحب کے مذکورہ بالا مکتوب اور ان کے انگریزی الہامات سے بہ خوبی واضح ہے کہ ایسے تمام الہامات یقیناً شیطانی ہیں کیوں کہ سنت اللہ کے مطابق ہر رسول پر وحی اس کی قوم کی زبان میں نازل ہوتی ہے اور یہ ہرگز اس کے لئے ناقابل فہم نہیں ہوتی۔ وہ لوگوں سے حتیٰ کہ کفار سے اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی کے معانی نہیں پوچھتا، اس کی زبان پر جاری ہونے والے کلمات وحی کی ترتیب میں غلطی نہیں ہوتی، وحی کے کلمات کا صحیح ہونا ہرگز اس پر مشتبہ نہیں ہوا کرتا، وحی کی زبان میں بے ہودہ اور لچر اغلاط نہیں ہوتیں۔ مرزا صاحب کے انگریزی الہامات کو اگر ربانی قرار دیا جائے تو لازماً یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کی انگریزی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) پانچویں اور چھٹی جماعت کے بچوں کی انگریزی سے زیادہ کم زور ہے۔ مرزا صاحب کی یہاں یہ تاویل نہایت ہی بودی، لچر اور لغو ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانی صرف ونحو کا پابند نہیں اور اس کی نظیریں قرآن کریم میں بھی بہ کثرت پائی جاتی ہیں۔ مرزا صاحب نے یہود ونصاریٰ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قرآن کریم کی آیت: اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ الاية کی مثال دی ہے کہ یہاں ''ان'' کی وجہ سے ''ھذین'' ہونا چاہئے تھا۔ (۴۳/ج) قرآن کریم میں مخالفین سے تحدی (چیلنج) کے ذریعے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ قرآن کریم کی کسی ایک سورت کی ہی مانند کوئی سورت بنا لائیں۔ اگر قرآن کریم میں سنگین اور مضحکہ خیز صرفی ونحوی یا کسی بھی طرح کی اغلاط ہوتیں تو اس کے اولین مخاطب عرب تھے۔ ان میں فصحا و بلغا کی کوئی کمی نہ تھی، وہ تو ان نام نہاد اغلاط کا خوب ڈھنڈورا پیٹتے اور شور سے آسمان سر پر اٹھا لیتے۔ یہاں متعلقہ آیت میں ''ھذان'' کا الف دراصل الفِ تناسب ہے اور یہ تناسب بعد کے کلمات ''ساحران'' اور ''یریدان'' کی وجہ سے ہے جیسے سَلٰسِلاً وَّ اَغْلٰلاً وَّ سَعِيْرًا (۴۴/الف) میں سلاسل کا الف ہے اور جیسے عَنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ (۴۴/الف) میں ''سبأ'' کا کسرہ اور تنوین ''بنبأ'' کی مناسبت سے ہے۔ نیز عرب میں قبیلہ بنی کنانہ کی لغت میں تثنیہ کو رفعی، نصبی اور جری تینوں حالتوں میں الف سے پڑھتے ہیں۔ یہاں پہلا سوال تو یہ ہے کہ مرزا صاحب پر مزعومہ وحی اجنبی زبان میں نازل ہی کیوں ہوئی؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ مزعومہ وحی میں مثلاً Change کی بجائے exchange اور With کی بہ جائے By لانے جیسی فاحش اور مضحکہ خیز اغلاط کیوں ہیں؟ اس کا کوئی معقول جواب نہ دے سکنے پر مرزا صاحب نے انتہائی ڈھٹائی اور بے شرمی سے یہ دعویٰ کر دیا کہ اس طرح کی اغلاط تو قرآن کریم میں بھی ہیں۔

دین کے متعلق سچے پیغمبر کی زبان سے جو بھی جاری ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔

سورۂ نجم میں ہے: وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى O اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى O (۴۴/ج) ''اور (یہ پیغمبر) اپنی خواہش سے نہیں بولتا وہ تو صرف وحی ہے جو (اس پر) اتاری جاری ہے''۔اس سے معلوم ہوا کہ دین کے متعلق پیغمبر کا ہر قول حقیقۃً یا حکماً اللہ کی وحی سے ہوتا ہے۔اگر کلمات و معانی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں تو یہ وحی متلو ہے،قرآن کریم وحی متلو ہے۔اگر معانی اللہ کی طرف سے اور الفاظ پیغمبر کے ہوں تو یہ وحی غیر متلو ہے۔احادیث کی حیثیت وحی غیر متلو کی ہے،اگر پیغمبر وحی کے بغیر کسی معاملے میں اجتہاد سے کام لے اور شاذ و نادر اس سے خطا و نسیان ہو یا فکری غلطی ہو تو اسے ہرگز اس پر قائم نہیں رہنے دیا جاتا،لہٰذا پیغمبر کا اجتہاد بھی وحی کے حکم میں ہے،پیغمبر تو ایک طرف رہے مرزا قادیانی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ قرآن کریم کے سچے متبعین بھی غلطی سے محفوظ و معصوم ہوتے ہیں اور ''اگر کوئی لغزش ہو بھی جائے تو رحمتِ الٰہیہ جلد تر ان کا تدارک کر لیتی ہے''۔(۴۵/الف) پس مرزا غلام احمد قادیانی کا گرفت سے بچنے کے لئے اپنے کلام کو الہامی اور غیر الہامی میں تقسیم کرنا اور مزعومہ الہامی کلام کے بارے میں شکوک و شبہات میں پڑے رہنا اور اس کا مطلب معلوم کرنے کے لئے لوگوں سے رجوع کرنا،سرعتِ الہام کے بہانے سے کلماتِ الہام کی تقدیم و تاخیر میں متذبذب ہونا یہ سب کچھ ظاہر کر رہا ہے کہ ان کے الہامات سراسر شیطانی تھے،ربانی ہرگز نہ تھے۔

اوپر بتایا جا چکا ہے کہ اپنے بعض مزعومہ الہامات کو سمجھنے کے لئے مرزا قادیانی نے اپنے ایک مرید میر عباس علی کو خط لکھا تھا،میر صاحب کے متعلق مرزا صاحب ازالۂ اوھام (۱۸۹۱ء) میں لکھتے ہیں:''میر صاحب نہایت عمدہ حالات کے آدمی اور اس عاجز سے روحانی تعلق رکھنے والے ہیں اور ان کے مرتبۂ اخلاص کو ثابت کرنے کے لئے یہ کافی ہے کہ ایک مرتبہ اس عاجز کو ان کے حق میں الہام ہوا تھا اصلها ثابت و فرعها فی السماء (۴۵/ب) اس مزعومہ الہام میں میر عباس علی صاحب کو ایسے پاکیزہ درخت سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی جڑ زمین میں اور ٹہنیاں آسمان تک ہوں۔مرزا صاحب کو میر عباس علی کے متعلق جو الہام ہوا تھا وہ شیطانی الہام تھا،اسے ہرگز ربانی قرار نہیں دیا جا سکتا کیوں کہ بعد میں یہی میر عباس علی ان سے منحرف ہو گئے۔مرزا صاحب اپنے ایک اشتہار میں لکھتے ہیں''یہ میر صاحب وہی حضرت ہیں جن کا ذکر بالخیر میں نے ازالۂ اوہام کے صفحہ نمبر ۷۹۰ میں بیعت کرنے والوں کی جماعت میں لکھا ہے، افسوس ہے کہ وہ بعض موسوسین کی وسوسہ اندازی سے سخت لغزش میں آ گئے بل کہ جماعت اعدا میں داخل ہو گئے......میر صاحب کے دل میں سراسر فاش غلطی سے یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ گویا میں ایک نیچری آدمی ہوں کہ معجزات کا منکر اور لیلۃ القدر سے انکاری اور نبوت کا مدعی اور انبیاء علیہم السلام کی اہانت کرنے والا اور

عقائد اسلام سے منہ پھیرنے والا ہوں''۔ (۴۵/ج) اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے، اگر مرزا صاحب سچے نبی ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہرگز ان سے مرتد ہونے والے میر عباس علی کے حق میں مدح وتوصیف پر مشتمل کلمات نازل نہ کرتا، پس مرزا صاحب جھوٹے نبی ہیں اور میر عباس علی اس لحاظ سے خوش قسمت ہیں کہ وہ ان کے دام فریب سے نکل گئے۔ میر صاحب نے مرزا قادیانی کے متعلق بالکل صحیح سمجھا تھا کہ یہ شخص در پردہ مدعی نبوت ہے، جس کی تردید مرزا صاحب یہاں کرتے نظر آتے ہیں مگر بعد میں انہوں نے کھل کر نبوت کا دعویٰ کر دیا، پس میر عباس علی نے مرزا قادیانی کو سمجھنے میں قطعاً کوئی غلطی نہیں کی تھی، یہاں مرزا صاحب ہی جھوٹے ثابت ہو رہے ہیں، یہاں ان کی یہ تاویل لغو ہے کہ میر عباس علی کے منحرف ہو جانے کا مجھے پہلے ہی بذریعہ الہام علم ہو گیا تھا۔ (۴۶/الف) اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ کسی مرتد کی کبھی بھی تعریف نہیں کرتا، مرتد کی تمام نیکیاں بالاتفاق برباد ہو جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہوتے ہوئے بھلا کسی مرتد کی برباد ہونے والی نیکیوں کی بنا پر اس کی مدح کیوں کرے گا اور اسے شجرۂ طیبہ سے تشبیہ کیوں دے گا؟ یہاں یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ مرزا صاحب کے مزعومہ الہامات میں اکثر وبیشتر قرآنی آیات بھی پائی جاتی ہیں، قرآنی آیات تو کفار بھی پڑھ لیتے ہیں، کتاب اللہ میں تحریفِ لفظی کی ایک صورت یہ ہے کہ خبیث عزائم کے تحت انہیں مقدم ومؤخر کر دیا جائے اور ان میں اپنی طرف سے بھی باتیں ڈال دی جائیں، یہ شیطانی کام ہے، مرزا صاحب نے یا ان پر شیطانی وحی نازل کرنے والے شیاطین نے یہی کام کیا ہے۔ پس مرزا صاحب پر میر عباس علی کے متعلق اچھی یا بری جو بھی وحی نازل ہوئی اور جو بھی الہام ہوا، یہ سب کچھ شیاطین کی طرف سے ہے، ہم نے اوپر میر عباس علی کو جو مرتد لکھا ہے وہ قادیانی شریعت کے اعتبار سے لکھا ہے ورنہ حقیقی مرتد خود مرزا قادیانی تھے، میر صاحب ان کے شیطانی جال سے بروقت بچ نکلے۔

۵۔ بہ حوالہ ڈاکٹر عبدالحکیم آف پٹیالہ

مرزا قادیانی سے منحرف ہونے والے لوگوں میں ڈاکٹر عبدالحکیم اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ کو بھی شہرت حاصل ہوئی جنہوں نے مرزا صاحب کو دجال، مفتری اور کذاب وغیرہ قرار دیا تو مرزا صاحب نے ان کے متعلق لکھا: ''اس امر سے اکثر لوگ واقف ہوں گے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان جو تخمیناً بیس برس تک میرے مریدوں میں داخل رہے، چند دنوں سے مجھ سے برگشتہ ہو کر سخت مخالف ہو گئے ہیں اور اپنے رسالے المسیح الدجال میں میرا نام کذاب، مکار، دجال، شریر، حرام خور لکھا ہے اور مجھے خائن اور شکم پرست اور نفس پرست اور مفسد اور مفتری اور خدا پر افترا کرنے والا قرار دیا ہے...... میاں عبدالحکیم نے اسی پر بس نہیں کی

بل کہ ہر ایک لیکچر کے ساتھ یہ پیشین گوئی بھی صد ہا آدمیوں میں شائع کی کہ یہ شخص (مرزا قادیانی) تین سال کے عرصے میں فنا ہو جائے گا...... آج جو چودہ اگست ۱۹۰۶ عیسوی ہے پھر اس کا ایک خط ہمارے فاضل جلیل مولوی نور الدین صاحب کے نام آیا..... کہ ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء کو خدا تعالیٰ نے اس شخص (مرزا قادیانی) کے ہلاک ہونے کی مجھے خبر دی ہے کہ اس تاریخ سے تین برس تک ہلاک ہو جائے گا...... اس کے مقابل وہ پیشین گوئی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میاں عبد الحکیم صاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ کی نسبت مجھے معلوم ہوئی جس کے الفاظ یہ ہیں ''خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں ان پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے پر تو نے وقت کو نہ پہچانا نہ دیکھا نہ جانا۔ ربّ فرّق بين صادق و كاذب انت ترىٰ كلّ مصلح و صادق ''اے میرے خدا! صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا تو جانتا ہے کہ صادق اور مصلح کون ہے''۔ (۴۶/ب) مرزا صاحب کے مذکورہ اشتہاری اعلان کے جواب میں ڈاکٹر عبد الحکیم نے جواب میں لکھا ''اللہ نے مرزا کی شوخیوں اور نافرمانیوں کی سزا میں سہ سالہ میعاد میں سے جو ۱۲ جولائی ۱۹۰۹ء کو پوری ہوتی تھی دس مہینے اور گیارہ دن اور کم کر دیئے اور مجھے یکم جولائی ۱۹۰۷ء کو الہاماً فرمایا کہ مرزا آج سے چودہ ماہ تک بہ سزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا''۔ اس پر مرزا صاحب نے یہ پیشین گوئی داغ دی ''اپنے دشمن سے کہہ دے کہ خدا تجھ سے مؤاخذہ کرے گا اور تیری عمر کو بھی بڑھاؤں گا یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی دوسرے دشمن جو پیش گوئی کرتے ہیں ان سب کو میں جھوٹا کروں گا تا کہ معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے''۔ (۴۶/ج) مرزا صاحب اسی پر خاموش نہیں رہے بل کہ اپنی زندگی کی آخری تحریروں مثلاً چشمۂ معرفت (۱۹۰۸ء) میں لکھ بیٹھے ''آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبد الحکیم ہے...... جس کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا، مگر خدا نے اس پیش گوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے، بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر میں صادق ہے، خدا اس کی مدد کرے گا''۔ (۴۷/الف) مقام عبرت ہے کہ مرزا صاحب تو مقررہ میعاد ۴ اگست ۱۹۰۸ء سے بھی پہلے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو بہ مرض ہیضہ انتقال کر گئے اور ڈاکٹر عبد الحکیم ان کی عبرت ناک موت کے بعد کئی سال زندہ رہ کر ۱۹۱۹ء میں فوت ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر عبد الحکیم کے مرزا صاحب کی زندگی میں مر جانے اور مرزا صاحب کی عمر کے لمبا ہونے اور ۴ اگست ۱۹۰۸ء

تک نہ مرنے کے جو الہامات مرزا صاحب کو ہو رہے تھے وہ دراصل شیطان کی طرف سے تھے، اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے کیے گئے وعدوں کی کبھی خلاف ورزی نہیں کرتا، عقل سلیم کا فیصلہ بھی یہی ہے اور قرآن کریم سے بھی عقل سلیم کے اس فیصلے کی بھرپور تائید و توثیق ہوتی ہے۔ مثلاً سورۂ ابراہیم میں ہے: فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ○ (۴۷/ب) ''سوتو ہرگز اللہ کو اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا نہ سمجھ، بے شک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست (اور) انتقام لینے والا ہے''۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب صادق نہیں بل کہ کاذب تھے، فرشتوں نے ان کی مدد کے لئے کسی کے خلاف کوئی تلوار نہیں کھینچ رکھی تھی، جیسا کہ مرزا صاحب کو مزعومہ الہامات میں بتایا گیا تھا، مقدمے کا فیصلہ خود مرزا صاحب نے خدا کے ہاتھ میں دے دیا تھا اور کہا تھا کہ خدا بلاشبہ صادق کی مدد کرے گا تو خدا نے مرزا صاحب کے خلاف فیصلہ صادر کر کے واضح فرما دیا کہ وہ خدا کی نظر میں ہرگز سچے نہیں تھے، مرزا صاحب کے الہامات جھوٹے ثابت ہوئے اور مرزا صاحب خدا کی قبولیت کا نمونہ، خدا کے مقبول بندے اور سلامتی کا شہزادہ نہ کہلائے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کی ساری مزعومہ وحی شیطانی تھی۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کرتا کہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی پر کبھی تو ربانی اور رحمانی وحی نازل ہوا کرے اور کبھی اس پر شیطانی وحی کا نزول ہونے لگے، یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ کی طرف جو بہت سی بے ہودہ باتیں منسوب کی ہیں وہ درحقیقت شیطان کی طرف سے تھیں، مثلاً انہوں نے کتاب البریہ (۱۸۹۸ء) میں لکھا ہے ''میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں، الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی''۔ (۴۸/الف)

براہین احمدیہ میں ہے: ''یا قمر یا شمس انت منّی وانا منک۔ اے چاند اے سورج تو مجھ سے ظاہر ہوا اور میں تجھ سے''۔ (۴۸/ب) حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں ہے ''اسی طرح میری کتاب اربعین نمبر ۴ ص ۱۹ میں بابو الٰہی بخش صاحب کی نسبت یہ الہام ہے۔ یعنی ''بابو الٰہی بخش'' چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی یا ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے اور تجھ سے حیض نہیں بل کہ وہ بچہ ہو گا، ایسا بچہ جو بہ منزل اطفال اللہ ہے''۔ (۴۸/ج) قاضی یار محمد قادیانی نے لکھا ''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے''۔ (۴۹/الف)

کشتی نوح (۱۹۰۲ء) میں مرزا صاحب نے لکھا: ''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ پر نفخ کی گئی اور

استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرادیا گیا...... اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بہ ذریعہ اس الہام کے...... مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا''۔ (۴۹/ ب) اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کے بہ قول ان سے یہ کہا: ''میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا، جاگتا اور سوتا ہوں''۔ (۴۹/ ب) حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں مرزا کا ایک الہام یوں ہے انت منّی بمنزلۃ ولدی ''تو مجھ سے بہ منزلہ میرے فرزند کے ہے''۔ (۵۰/ الف) ایک اور الہام ہے: انّی مع الاسباب اتیك بغتۃ انّی مع الرسول اجیب اخطئ و اُصیب انّی مع الرسول محیط، میں اسباب کے ساتھ اچانک تیرے پاس آؤں گا میں رسول کے ساتھ ہوں جواب دوں گا، خطا کروں گا اور بھلائی کروں گا اپنے رسول کے ساتھ محیط ہوں''۔ (۵۰/ ب)، یہ چند الہامات محض بہ طور نمونہ ہیں، اس طرح کی اٹھکیلیاں مرزا صاحب کے ساتھ شیطان کر رہا تھا اور وہ شیطان کو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اپنی دانست میں خدا سمجھ رہے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب ڈاکٹر عبدالحکیم کے ساتھ مجادلے میں مرزا صاحب نے فیصلہ خدا کے ہاتھ میں دے دیا تھا اور خدا نے مرزا صاحب کے خلاف فیصلہ دے کر ڈاکٹر عبدالحکیم کی اس بات کو سچا کر دیا کہ مرزا صاحب کذاب، مفتری، دجّال اور اللہ پر افترا کرنے والے ہیں تو قادیانیوں نے اس سے قطعاً کوئی عبرت حاصل نہ کی۔ انہوں نے مرزا صاحب کے اس اقرار کو بھی ہوا میں اڑا دیا ''اگر ثابت ہو کہ میری سو پیشین گوئی میں سے ایک بھی جھوٹی نکلی تو میں اقرار کروں گا کہ میں کاذب ہوں''۔ (۵۰/ ج)

۶۔ بہ حوالہ پادری عبداللہ آتھم

عبداللہ آتھم ایک عیسائی پادری سے مرزا غلام احمد قادیانی کا مناظرہ کئی دنوں تک چلتا رہا، بالآخر اپنی کتاب جنگ مقدس (۱۸۹۳ء) میں اس کے متعلق یہ پیشین گوئی کر دی'' ...... میں اس وقت یہ اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصے میں آج کی تاریخ (۵ جون ۱۸۹۳ء) سے بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کے لئے تیار ہوں، مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے، مجھ کو پھانسی دیا جائے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا، ضرور کرے گا، ضرور کرے گا۔ زمین و آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی''۔ (۵۱/ الف) مرزا صاحب کی مذکورہ پیشین گوئی کے مطابق پادری عبداللہ آتھم کو پندرہ ماہ کے اندر زیادہ سے زیادہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک ہلاک ہو جانا چاہئے تھا مگر مرزا صاحب اور ان کے عقیدت مندوں کی دل دوز

سسکیوں، آہوں اور چیخوں والی دعاؤں کے باوجود وہ ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء کو بھی ہٹا کٹا صحت مند اور زندہ تھا تو مرزا صاحب نے آخری تدبیر کے طور پر ایک روحانی عمل کا تجربہ کیا، مرزا صاحب کے صاحب زادے مرزا بشیر احمد نے اپنی کتاب سیرۃ المہدی میں لکھا ہے'' بیان کیا مجھ سے عبداللہ صاحب سنوری نے کہ جب آتھم کی میعاد میں صرف ایک دن باقی رہ گیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا قادیانی) نے مجھ سے اور میاں حامد علی مرحوم سے فرمایا کہ اتنے چنے (مجھے تعداد یاد نہیں کہ کتنے چنے آپ نے بتائے تھے) لے لو اور ان پر فلاں فلاں سورت کا وظیفہ اتنی تعداد میں پڑھو (مجھے وظیفے کی تعداد بھی یاد نہیں رہی)، میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں۔ مجھے وہ سورت یاد نہیں رہی مگر اتنا یاد ہے کہ وہ کوئی چھوٹی سی سورت تھی جیسے الم ترکیف الخ اور ہم نے یہ وظیفہ تقریباً ساری رات صرف کر کے ختم کیا تھا، وظیفہ ختم کرنے کے بعد ہم وہ دانے حضرت صاحب کے پاس لے گئے کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ وظیفہ ختم ہونے پر یہ دانے کسی غیر آباد کنوئیں میں ڈالے جائیں گے اور فرمایا کہ جب میں دانے کنوئیں میں پھینک دوں تو ہم سب کو سرعت کے ساتھ منہ پھیر کر واپس لوٹ آنا چاہئے اور مڑ کر نہیں دیکھنا چاہئے''۔ (۵۱/ب) قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود پسر مرزا غلام احمد قادیانی پر لوگوں کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ خلیفہ صاحب کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں تو خلیفہ صاحب نے پادری عبداللہ آتھم کے واقعے کا حوالہ دیتے ہوئے یہ جواب باصواب دیا'' آتھم کے متعلق پیشین گوئی کے وقت جماعت کی جو حالت تھی وہ تم سے مخفی نہیں، میں اس وقت چھوٹا سا بچہ تھا اور میری عمر کوئی ساڑھے پانچ برس تھی مگر وہ نظارہ مجھے خوب یاد ہے کہ جب آتھم کی پیشین گوئی کا آخری دن آیا تو کتنے کرب واضطراب کے ساتھ دعائیں کی گئیں، میں نے محرم کا ماتم بھی اتنا سخت نہیں دیکھا، حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ایک طرف دعا میں مشغول تھے......

(۵۱/ج) مرزا بشیر الدین محمود یہ کہہ رہے ہیں کہ جب میرے ابا جی مرزا قادیانی اور پوری جماعت کی نہایت تضرع اور ابتہال سے آتھم پادری کے خلاف دعائیں بے کار ثابت ہوئیں تو میری دعاؤں کے قبول نہ ہونے پر لوگ اعتراض کیوں کر رہے ہیں، قادیانیوں کی ان دلوں کی حالت زار کا نقشہ شیخ یعقوب علی عرفانی قادیانی نے یوں کھینچا ہے'' آتھم کی پیش گوئی کا آخری دن آ گیا اور جماعت کے لوگوں کے چہرے پژمردہ ہیں اور دل سخت منقبض ہیں، بعض لوگ ناواقفی کے باعث مخالفین سے اس کی موت پر شرطیں لگا چکے ہیں، ہر طرف سے اداسی اور مایوسی کے آثار ظاہر ہیں، لوگ نمازوں میں چیخ چیخ کر رو رہے ہیں کہ اے خداوند! ہمیں رسوا مت کریو، غرض ایسا کہرام مچ رہا ہے کہ غیروں کے رنگ بھی فق ہو رہے ہیں''۔

(۵۲/الف) مرزا قادیانی کو اس پیشین گوئی کے پورا نہ ہونے پر جو خوف دامن گیر تھا اس کا اظہار وہ اپنے

مرید منشی رستم علی صاحب کے نام مؤرخہ ۲۲ اگست ۱۸۹۴ء کے خط میں یوں کرتے ہیں ''......اب تو صرف چند روز پیش گوئی میں رہ گئے ہیں، دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو امتحان سے بچاوے، شخص معلوم فیروز پور میں ہے اور تن درست وفربہ ہے، خدا تعالیٰ اپنے ضعیف بندوں کو ابتلا سے بچاوے، آمین ثم آمین، باقی خیریت ہے، مولوی صاحب کو بھی لکھیں کہ اس دعا میں شریک رہیں۔ والسلام''۔ (۵۲/ب) مرزا صاحب کی ساری دعائیں، ان کے عقیدت مندوں کی زار وقطار روتے ہوئے دعائیں اور مرزا صاحب کا آخری تدبیر کے طور پر چنوں پر قرآنی سورت پڑھانا اور انہیں غیر آباد کنوئیں میں پھینکنے کا عمل سب کچھ بری طرح بے کار ثابت ہوا۔ آتھم پادری ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو نہ مرا۔ مرزا صاحب کا فرض تھا کہ وہ اپنے وعدے کے مطابق اپنے آپ کو عیسائیوں کے حوالے کرتے، تاکہ وہ انہیں ان کی اپنی تحریر کے مطابق ذلیل کرتے، روسیاہ کرتے، گلے میں رسی ڈالتے اور پھر پھانسی دیتے۔ مرزا صاحب نے عہد شکنی سے کام لیا تو عیسائیوں نے مرزا صاحب کی پیشین گوئی کے جھوٹی نکلنے کا جشن منایا، پادری عبد اللہ آتھم کو ہاتھی پر سوار کرایا، مرزا صاحب کا پتلا بنا کر اس کے گلے میں رسہ ڈالا اور اسے مصنوعی پھانسی دے کر نذر آتش کر دیا، مرزا صاحب کی غیر مسلموں کے مقابلے میں اس شدید رسوائی اور شرم ناک ہزیمت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ غیر مسلم حق پر ہیں۔ ان کا باطل پر ہونا تو امت مسلمہ کو پہلے ہی سے معلوم ومسلم ہے، البتہ مرزا صاحب کے معاملے میں کسی کو اشتباہ ہوسکتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرما دیا کہ وہ بھی مسیح موعود ہونے اور نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر کے غیر مسلموں سے جا ملے ہیں۔ مقابلہ کسی سچے کا جھوٹے سے نہیں بل کہ جھوٹے کا جھوٹے سے تھا، عیسائیوں کا باطل پر ہونا تو پہلے ہی نمایاں تھا۔ مرزا صاحب کا باطل پر ہونا بھی اس طرح کے رسوا کن اور عبرت آموز واقعات سے خوب نمایاں ہوتا چلا گیا، مرزا صاحب کی اس رسوائی پر ان کے ایک معتقد نواب محمد علی خاں نے مرزا صاحب کے دست راست حکیم نور الدین کو خط میں لکھا ''اب کیا یہ پیش گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی؟ نہیں ہرگز نہیں، عبد اللہ آتھم اب تک صحیح وسالم موجود ہے اور اس کو بہ سزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا ...... میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہوسکتی، دوسرے اگر کوئی تاویل ہوسکتی ہے تو یہ بڑی مشکل بات ہے کہ ہر پیش گوئی کے سمجھنے میں غلطی ہو، لڑکے کی پیشین گوئی میں تفاول کے طور پر ایک لڑکے کا نام بشیر رکھا وہ مر گیا، تو اس وقت بھی غلطی ہوئی، اب اس معرکے کی پیش گوئی کے اصل مفہوم کو سمجھنے میں تو غضب ڈھا دیا ہے......'' (۵۲/ج) مرزا صاحب اور ان کے عقیدت منداس واقعے سے بھی عبرت نہ پکڑ سکے۔ نواب محمد علی خان کا ذکر مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں اپنی مزعومہ صداقت کو ثابت کرنے کے لئے نشان نمبر ۴۴ اور نمبر ۹۶ پر گیا ہے کہ میری دعائیں ان کے

حق میں قبول ہوئیں اور وہ میرے سچے عقیدت مند ہو گئے، یہ نواب محمد علی قادیانی مرزا صاحب کے داماد بنے، مرزا صاحب کی بیٹی مبارکہ بیگم ان کی بیوی تھی جس کا مہر چھپن ہزار روپیہ مقرر کیا گیا اور مرزا صاحب نے مہر نامے کی باقاعدہ رجسٹری کروا کر اس پر بہت سے لوگوں کی شہادتیں ثبت کروائی تھیں۔ دوسری بیٹی امۃ الحفیظ کا نکاح محمد عبداللہ خان سے ہوا تو مہر پندرہ ہزار روپیہ مقرر ہوا اور یہ مہر نامہ بھی باقاعدہ رجسٹری کرایا گیا۔ مرزا صاحب کے تین بیٹوں کا نکاح ان کی زندگی میں ہوا ان میں سے کسی کا مہر نامہ تحریر ہو کر رجسٹری نہیں ہوا اور ہر ایک کا مہر ایک ایک ہزار روپیہ مقرر رہا۔ (۵۳/الف) اس طرح کے واقعات سے مرزا صاحب کے استحصالی ذہن اور مال و دولت سے ان کی شدید محبت کا بہ خوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے، مرزا صاحب کے اپنی پیشین گوئیوں کے رسوا کن انداز میں جھوٹی نکلنے کا علم ہونے پر بھی عبرت نہ پکڑنے کی بڑی وجہ مال و دولت سے شدید محبت بھی ہے۔ نواب محمد علی خان کو بھی پورا یقین تھا کہ آتھم کے متعلق بعض دیگر پیشین گوئیوں کی طرح مرزا صاحب نے جھوٹی پیشین گوئی کی تھی لیکن وہ قادیانیت اس لئے نہیں چھوڑ سکے کہ مرزا صاحب کی دعا کی برکت سے ان کے خیال کے مطابق ان کا دنیوی کاروبار چمک اٹھا تھا، وہ یہ بھول گئے کہ اللہ بے نیاز ہے وہ چاہے تو ابلیس کی دعا بھی فوراً قبول کر لے اور چاہے تو ابلیس کی پیشین گوئی کو بھی جھوٹا نہ ہونے دے۔ ابلیس نے دعا مانگی کہ مجھے قیامت تک زندہ رہنے کی مہلت دی جائے تو جواب ملا کہ تجھے مہلت دی جاتی ہے، اس نے کہا کہ میں اولادِ آدم کو گم راہ کروں گا اور (اے اللہ) تو ان میں سے اکثر کو اپنا شکر گزار نہیں پائے گا۔ (۵۳/ب) اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی پیشین گوئی کو جھوٹا نہیں ہونے دیا، مال و دولت کی فراوانی اور عقیدت مندوں کی کثرت کسی کے سچے ہونے کی کوئی حتمی دلیل نہیں ہے مثلاً عیسائیوں کے پوپ کے عقیدت مندوں کی تعداد کروڑوں میں ہے، کفار کے لئے مال و دولت کی فراوانی کے متعلق سورۂ زخرف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام لوگ ایک ہی طریقہ پر ہو جائیں گے تو رحمٰن کے ساتھ کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتوں کو ہم چاندی کی بنا دیتے اور زینوں کو (بھی چاندی کا بنا دیتے) جن پر وہ چڑھا کرتے اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے اور سونے کے بھی (بنا دیتے) اور یہ سب کچھ (پھر بھی) دنیا کی زندگی کا ہی سامان ہوتا اور آخرت تو تیرے رب کے نزدیک صرف پرہیزگاروں کے لئے ہی ہے اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، وہی اس کا ساتھی بنا رہتا ہے: وَ اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (۵۳/ج) ''اور بے شک وہ (شیاطین) انہیں (سیدھی) راہ سے روکتے ہیں اور یہ اسی خیال میں مگن رہتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں''۔ مرزا

قادیانی اور ان کے عقیدت مندوں نے جب سبق حاصل کرنے کی بہ جائے جھوٹی پیشین گوئیوں کی فاسد تاویلات شروع کردیں تو شیاطین نے انہیں خوب بہکایا، سچے دین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کسی جھوٹ کو چلنے نہیں دیتا، کسی بھی مدعی نبوت کا کسی ایک ہی ایسی پیشین گوئی میں جھوٹا نکلنا اور اس کی کسی ایک ہی ایسی دعا کا قبول نہ ہونا بل کہ مردود نکلنا جس سے وہ اپنے ہی الفاظ کے مطابق روسیاہ، ذلیل، گلے میں رسی ڈالے جانے اور پھانسی پانے کے لائق نکلے تو خواہ اس کی دوسری لاکھوں پیشین گوئیاں سچی نکلی ہوں اور لاکھوں دوسری دعائیں قبول ہوئی ہوں تو بھی اس کے کذاب اور مفتری ہونے میں کسی بھی عقل مند کو ایک لمحے کے لئے بھی شک نہیں ہوسکتا۔ مرزا صاحب کی تو بہت سی پیشین گوئیاں نہایت ہی رسوا کن انداز میں جھوٹی نکلیں اور اس سلسلے میں ان کی تمام دعائیں بے کار گئیں اس سے ان کے مستجاب الدعوات ہونے کے دعوے کا پول بھی خوب کھل گیا۔ آتھم پادری کے متعلق مرزا صاحب نے ایک مضحکہ خیز تاویل یہ کی کہ اس نے ''اندر سے'' توبہ کرلی تھی اور وہ چالیس پچاس آدمیوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی توہین سے باز آگیا تھا لہٰذا اس پر نازل ہونے والا عذاب مؤخر ہوگیا۔ یہ شیطانی تاویل بوجوہ باطل ہے، اوّلاً ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ مرزا صاحب کو بروقت مطلع کردیتا اور وہ مقررہ میعاد کے آخری دن تک اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ رورو کر آتھم کی ہلاکت کی دعائیں نہ مانگتے رہتے اور اس مقصد کے لئے وظائف وعملیات میں نہ لگے رہتے۔ ثانیاً مرزا صاحب کی پیشین گوئی نہایت تاکیدی اور حلفیہ مضمون پر مشتمل تھی، حمامۃ البشریٰ (۱۸۹۳ء) میں مرزا صاحب لکھتے ہیں **و القسم یدلّ علی انّ الخبر محمول علی الظاهر لا تاویل فیه و لا استثناء و الا فایّ فائدة کانت فی ذکر القسم** (۵۴/ الف) قسم اس پر دلالت کرتی ہے کہ خبر ظاہر پر محمول ہے، اس میں نہ تو کوئی تاویل ہوسکتی ہے اور نہ ہی کوئی استثنا ممکن ہے ورنہ قسم کھانے کا فائدہ ہی کیا ہوا؟''۔ ثالثاً اللہ کے کسی پیغمبر سے اس کے کسی دشمن کا اپنی عداوت ومخاصمت سے توبہ کرنا تب ہی معتبر ہوگا جب کہ اس کے ظاہری آثار نظر آئیں اور ایسا شخص اگر پیغمبر پر ایمان نہ بھی لایا ہو تو بھی کم از کم اس کی کھلی مخالفت اور علانیہ عداوت سے باز آجائے۔ مرزا قادیانی نے نہ صرف نبوت کا دعویٰ کیا بل کہ یہ بھی کہا کہ ان کے ذریعے محمد ﷺ ہی کی دوبارہ بعثت ہوئی ہے۔ اشتہار ''ایک غلطی کا ازالہ'' (۱۹۰۲ء) میں وہ لکھتے ہیں...... پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی، محمد کی چیز محمد کے پاس رہی'' (۵۴/ ب) نیز وہ لکھتے ہیں ''اور ہمارے نزدیک تو کوئی دوسرا آیا ہی نہیں نہ نیا نبی اور نہ پرانا بل کہ خود محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی چادر دوسرے کو پہنائی گئی ہے اور وہ خود ہی آئے ہیں''۔ (۵۴/ ج) ان حالات میں جب کہ پادری عبداللہ آتھم کو عیسائیوں نے ہاتھی پر بٹھا کر مرزا قادیانی کے خلاف جلوس نکالا،

مرزا کے بیٹے کو مصنوعی پھانسی دے کر اسے نذر آتش کیا تو ظاہر ہے کہ قادیانی شریعت میں یہ سب کچھ مرزا قادیانی کے خلاف ہی نہیں بل کہ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) محمد رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہورہا تھا تو یہ کہنا کس قدر شرمناک اور غلیظ جھوٹ ہے کہ آتھم اور اس کے ہم نوا رسول اکرم ﷺ کی توہین سے باز آ گئے تھے اور انہوں نے اندر سے توبہ کرلی تھی !!، کیا اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم تھا کہ ''اندر سے توبہ کر لینے کے بعد'' آتھم اور اس کے ساتھی اپنا توہین آمیز رویہ برقرار رکھیں گے یا (معاذ اللہ) معلوم نہیں تھا؟۔ اگر معلوم نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف جہل ولاعلمی کی نسبت ہوتی ہے، اگر معلوم تھا تو اس نے آتھم کی ''اندر سے توبہ قبول ہی کیوں فرمائی اور کیوں نہ اسے پندرہ ماہ کی مقررہ میعاد تک ہلاک کیا؟۔ کوئی صحیح الحواس شخص مرزا صاحب کے ایسے فریب کا شکار نہیں ہوسکتا جس کا وہ خود بھی شکار ہورہے تھے۔ رابعاً خود آتھم پادری نے مرزا صاحب کی مذکورہ تاویل کے پرخچے اڑا دیئے، اس نے اخبار وفادار لاہور میں اپنے خط میں لکھا ''میں خدا کے فضل سے تن درست ہوں اور آپ کی توجہ صفحہ ۸۱ و ۸۲ مرزا صاحب کی بنائی کتاب نزول مسیح موعود کی طرف دلاتا ہوں جو میری نسبت اور دیگر صاحبان کی موت کی نسبت پیش گوئی ہے، اس سے شروع کر کے جو کچھ گزرا ہے ان کو معلوم ہے۔ اب مرزا صاحب کہتے ہیں کہ آتھم نے اپنے دل میں چوں کہ اسلام قبول کرلیا اس لئے نہیں مرا، خیر ان کو اختیار ہے جو چاہیں وہ تاویل کریں، کون کس کو روک سکتا ہے، میں دل سے اور ظاہراً پہلے بھی عیسائی تھا اور اب بھی عیسائی ہوں اور خدا کا شکر کرتا ہوں...... میں راضی خوشی اور تن درست ہوں اور ویسے مرنا تو ایک دن ضرور ہے، زندگی اور موت صرف ربّ العالمین کے ہاتھ میں ہے، اب میری عمر ۶۸ سال سے زیادہ ہے اور جو کوئی چاہے پیش گوئی کرسکتا ہے کہ ایک سو سال کے اندر اندر جو باشندے اس دنیا میں موجود ہیں سب مرجائیں گے''۔ (۵۷/الف) پادری عبد اللہ آتھم ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو تقریباً ستر سال کی عمر میں فوت ہوگیا تو مرزا قادیانی نے اپنی کتاب انجام آتھم (۱۸۹۶ء) میں لکھا کہ بالآخر آتھم ہماری پیشین گوئی کے مطابق مرتو گیا، مرزا صاحب کی اس جھوٹی تاویل کا جواب بھی پادری آتھم کے مذکورہ بالا خط میں ہی موجود ہے کہ میری عمر ۶۸ سال سے زیادہ ہوچکی ہے بوڑھے لوگوں کے متعلق جو کوئی چاہے پیشین گوئی کرسکتا ہے آخر مرنا تو ہر کسی نے ہے۔ اسی طرح کا مضمون خود مرزا صاحب کے قلم سے بھی صادر ہوا ہے، سیٹھ عبد الرحمٰن مدراسی کے نام وہ ایک خط میں لکھتے ہیں ''اب بہ فضلہ تعالیٰ میری طبیعت ٹھہر گئی ہے...... حقیقت میں یہ عمر جب انسان ساٹھ پینسٹھ سال کا ہوجاتا ہے مرنے کے لئے ایک بہانہ چاہتی ہے جیسا کہ ایک بوسیدہ دیوار......'' (۵۷/ب) اب دیکھئے جب پادری عبد اللہ آتھم خود اعتراف کرچکا تھا کہ اس کی عمر ۶۸ سال سے زائد ہے اور مرزا صاحب کے نزدیک ساٹھ پینسٹھ سال کی عمر

ہی انسان کے مرنے کا بہانہ تلاش کر رہی ہوتی ہے اور خود وہ بھی کوئی ۶۹ سال کی عمر میں قبر میں اتر گئے تھے تو ان حالات میں عبد اللہ آتھم کی موت کی پیشین گوئی کرنے کا مرزا صاحب کے لئے کوئی معقول جواز ہی نہیں تھا۔ اس کے باوجود اگر کسی کو شبہ ہو کہ چلئے آتھم مرزا صاحب کی پہلی پیشین گوئی کے مطابق تو مقررہ میعاد کے اندر نہیں مرا تھا لیکن بعد کی کسی پیشین گوئی کے مطابق وہ مر گیا تو اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کی رسوائی کا سامان یوں برقرار رکھا کہ وہ اپنی کتاب انجام آتھم میں محمدی بیگم کے شوہر مرزا سلطان محمد بیگ کے متعلق یہ لکھ بیٹھے ''میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ (مرزا سلطان محمد) کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس کو بھی ایسا ہی پورا کر دے گا'' (۵۷/ ب) اپنے مخالفین کے خلاف بدگوئی اور بدتمیزی سے کام لیتے ہوئے انہوں نے اسی کتاب میں یہ بھی لکھا'' چاہیے تھا کہ ہمارے نادان مخالف (اس پیشین گوئی کے) انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سے اپنی بدگوئی ظاہر نہ کرتے، بھلا جس وقت یہ سب باتیں (یعنی محمدی بیگم کے شوہر کا مرجانا اور محمدی بیگم کا مرزا قادیانی کے نکاح میں آجانا) پوری ہو جائیں گی، تو کیا اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائیں گے؟ ان بیوقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہ رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں گے''۔ (۵۸/ الف) اسی کتاب میں وہ مزید لکھتے ہیں'' یاد رکھو اس پیش گوئی کی دوسری جز (سلطان محمد کا مرنا اور محمدی بیگم کا مرزا صاحب کے نکاح میں آنا) پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ اے احمقو، یہ انسان کا افترا نہیں نہ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار ہے، یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے، وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں''۔ (۵۸/ ب) یاد رہے کہ انجام آتھم کی مذکورہ بالا عبارتوں میں محمدی بیگم اور اس کے شوہر مرزا سلطان محمد بیگ کی طرف اشارہ ہے۔ محمدی بیگم مرزا صاحب کے خاندانی اقارب میں نوخیز دوشیزہ تھی جس کے متعلق ادھیڑ عمر مرزا صاحب نے یہ اعلان کر رکھا تھا کہ خدا نے اس کا نکاح میرے ساتھ آسمان پر کر دیا ہے، یہ ضرور میرے نکاح میں آئے گی اور اگر اس کا نکاح کسی اور سے ہوا تو اس کا خاوند اڑھائی سال کے عرصے میں فوت ہو جائے گا اور بالآخر یہ بیوہ ہو کر میرے نکاح میں آئے گی، یہ تمام تفصیلات باحوالہ ان ہی مباحث میں اپنے مقام پر مذکور ہوں گی۔ سردست یہاں یہ سمجھ لینا کافی ہے کہ مرزا صاحب کی یہ پیشین گوئی بھی جھوٹی ثابت ہوئی، محمدی بیگم کا نکاح مرزا سلطان محمد بیگ سے ہوا اور مرزا غلام احمد قادیانی کی بقیہ پوری زندگی میں وہ ان کا کامیاب رقیب ثابت ہوا اور ان کی آسمانی منکوحہ محمدی بیگم کو

اپنی بیوی بنا کر ان کی چھاتی پر مونگ دلتا رہا، مرزا قادیانی نے اپنے مخالفین کو اپنی کتاب انجام آتھم میں جن القاب سے نوازا تھا وہ ٹھیک ٹھیک خود مرزا صاحب پر ہی چسپاں ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کا یہ دعویٰ بھی جھوٹا ثابت کر دیا کہ پادری آتھم ان کی کسی پیشین گوئی کے نتیجے میں ہلاک ہوا تھا وہ اپنی طبعی موت سے کوئی ستر سال کی عمر میں مرا اور مرزا صاحب اپنے قلم سے خود بھی یہ اعتراف کرتے ہیں کہ انسان کی عمر جب ساٹھ پینسٹھ سال ہو جائے تو یہ عمر بوسیدہ دیوار کی طرح مرنے کا کوئی بہانہ چاہتی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا پادری عبد اللہ آتھم اور اس کے ساتھیوں کو حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے تشبیہ دینا بھی قطعاً مردود ہے، حضرت یونس علیہ السلام طویل عرصے تک تبلیغ کے بعد جب قوم سے ناراض ہو کر اور عذاب کی وعید سنا کر چل دیئے تو قوم نے عذاب کے ابتدائی آثار محسوس کرتے ہی نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش میں نکل پڑے بعد میں پوری قوم جو ایک لاکھ سے بھی زیادہ نفوس پر مشتمل تھی ان پر صدق دل سے ایمان لائی، اگر وہ ایمان نہ لاتے، جلوس نکال کر حضرت یونس علیہ السلام کی سخت توہین کرتے جیسے عبد اللہ آتھم اور اس کے ساتھیوں نے مرزا قادیانی کے پُتلے کو پھانسی دے کر اسے نذر آتش کیا تھا تو کہا جا سکتا تھا کہ مرزا صاحب قومِ یونس علیہ السلام کی مثال دینے میں حق بہ جانب ہیں ورنہ اسے ڈھٹائی اور بے شرمی کے علاوہ اور کیا نام دیا جا سکتا ہے؟ مرزا صاحب کا یہ کھلا جھوٹ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چالیس دن کے اندر قوم یونس علیہ السلام کو ہلاک کر دینے کا قطعی وعدہ کیا تھا اور پھر اس پر عمل نہیں کیا۔ (۵۸/ ج) علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے تفسیر دُرِّ منثور میں صرف صحیح روایات کو ہی لانے کا قطعاً کوئی التزام نہیں کیا ہے بل کہ انہوں نے ہر طرح کی روایات کو یک جا کر دیا ہے جن میں اسرائیلیات بھی ہیں۔ خود مرزا صاحب نے درّ منثور کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے اس کے کلمات مع ترجمہ انہوں نے یوں لکھے ہیں **اوحی اللہ تعالیٰ الیٰ یونس انی مرسل علیھم العذاب فی یوم کذا و کذا فعجّوا الی اللہ و تابوا فاقالھم اللہ تعالیٰ و اخّر عنھم العذاب فقال یونس لا ارجع الیھم کذّابا و مضیٰ علی وجھہ**، خدا نے یونس علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ فلاں تاریخ میں عذاب نازل کروں گا، سو ان لوگوں نے خدا کی طرف تضرّع کی اور رجوع کیا سو خدا نے ان کو معاف کر دیا اور کسی دوسرے وقت پر عذاب ڈال دیا، تب یونس علیہ السلام کہنے لگا کہ اب میں کذّاب کہلا کر اپنی قوم کی طرف واپس نہیں جاؤں گا اور دوسری راہ لی'' (۵۹/ الف) ایسی بے سند روایت کو درست تسلیم کیا جائے تو کذّاب حضرت یونس علیہ السلام ہرگز قرار نہیں پاتے بل کہ اللہ تعالیٰ کو ہی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) کذّاب قرار دینا ہوگا کہ (بہ قول مرزا قادیانی) قوم کی قطعی ہلاکت کا وعدہ کر کے بھی اسے پورا نہ

کیا اور حضرت یونس علیہ السلام کو شرمندہ کر دیا۔ نیز اس بے سند اور غیر معتبر روایت میں بھی یہ کہا گیا ہے کہ میں ان پر فلاں دان عذاب بھیج رہا ہوں، یہ بالکل نہیں کہا گیا کہ میں انہیں فلاں دن ہلاک کر رہا ہوں، یہ قطعاً ضروری نہیں کہ عذاب بھیجنے سے ہلاک کرنا بھی مقصود ہو، سورۂ اعراف میں قوم فرعون کے متعلق ہے: وَ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمُ الطُّوۡفَانَ وَ الۡجَرَادَ وَ الۡقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسۡتَکۡبَرُوۡا وَ کَانُوۡا قَوۡمًا مُّجۡرِمِیۡنَ○ وَ لَمَّا وَقَعَ عَلَیۡہِمُ الرِّجۡزُ قَالُوۡا یٰمُوۡسَی ادۡعُ لَنَا رَبَّکَ بِمَا عَہِدَ عِنۡدَکَ لَئِنۡ کَشَفۡتَ عَنَّا الرِّجۡزَ لَنُؤۡمِنَنَّ لَکَ وَ لَنُرۡسِلَنَّ مَعَکَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ○ (۵۹/ ب) ''اور ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون کو، یہ سب کھلی کھلی نشانیاں تھیں سو وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ مجرم تھے، اور جب ان پر کوئی عذاب واقع ہوتا تو یوں کہتے اے موسیٰ! اپنے رب سے دعا کر جس کا اس نے تجھ سے عہد کر رکھا ہے اگر تو اس عذاب کو ہم سے ہٹا دے تو ہم ضرور بالضرور تیرے کہنے پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے''۔ اب دیکھئے یہاں قوم فرعون پر جن عذابوں کے بھیجنے کا ذکر ہے یہ آخری بڑے مہلک عذاب کے ابتدائی آثار تھے، یہ بہ ذات خود مہلک نہیں تھے، امم سابقہ کے متعلق سنت اللہ یہ رہی ہے کہ بڑے مہلک عذاب سے پہلے ان پر ابتدائی علامات کے طور پر چھوٹے مگر غیر مہلک عذاب بھیجے گئے تاکہ انہیں اپنی اصلاح کا موقع مل سکے، چناں چہ سورۂ انعام میں ہے کہ بے شک ہم نے ان امتوں کی طرف بھی جو تجھ سے پہلے گزر چکی ہیں پیغمبر بھیجے تھے سو ہم نے ان کو تنگ دستی اور بیماری سے پکڑا تاکہ وہ اظہارِ عجز کر سکیں: فَلَوۡ لَاۤ اِذۡ جَآءَہُمۡ بَاۡسُنَا تَضَرَّعُوۡا وَ لٰکِنۡ قَسَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ وَ زَیَّنَ لَہُمُ الشَّیۡطٰنُ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ (۵۹/ ج) ''تو جب انہیں ہماری سزا پہنچی تھی تو انہوں نے عاجزی کیوں نہ اختیار کی؟ لیکن (اس کے برعکس) ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کر دیا''۔ امم سابقہ میں آخری مہلک عذاب کے آنے سے پہلے اس طرح کے ابتدائی آثار کو دیکھ کر سنبھل جانا اور عاجزی اختیار کرنا صرف حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی قسمت میں تھا، اس لئے وہ لوگ عذاب سے بچ گئے، جس عذاب کا حضرت یونس علیہ السلام نے ذکر کیا تھا اس کے ابتدائی مگر غیر مہلک آثار دیکھتے ہی قوم نے نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی، حضرت یونس علیہ السلام کی پیشین گوئی ہرگز غلط نہ تھی کہ تمہاری سرکشی پر تم پر عذاب آئے گا، عذاب کے ابتدائی آثار دیکھتے ہی وہ سنبھل گئے اور حضرت یونس علیہ السلام کے سچے ہونے کا انہیں یقین کامل ہو گیا اور ان کی تلاش میں وہ سرگرداں ہوئے، انہوں نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام (معاذ اللہ) جھوٹے نکلے، انہوں نے آپ کا مذاق نہیں اڑایا اور نہ ہی کسی طرح کی بھی کوئی توہین کی۔ اس کے عین برعکس پادری عبد

اللہ آتھم اور اس کے عیسائی ساتھیوں نے مرزا قادیانی کو خوب خوب رسوا کیا اور ہرگز ان کے عقیدت مند ہو کر ان پر ایمان نہیں لائے، مرزا صاحب کو قوم یونس علیہ السلام کی مثال عبداللہ آتھم اور اس کے ساتھیوں پر چسپاں کرتے ہوئے حیا اور شرم سے کام لینا چاہئے تھا۔ الٹا وہ اللہ تعالیٰ کو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) کذاب ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کسی فرد یا قوم کی ہلاکت کا دن مقرر کر کے اور تاکیدی وقطعی وعید سنا کر بھی اس کی خلاف ورزی کر کے اپنے پیغمبروں کو جھوٹا اور شرمندہ کرتا ہے۔ یہود ونصاریٰ کی طرح خالق کو مخلوق پر قیاس کر کے محرّف بائبل کے حوالے دینا بے معنی ہے، اگر کوئی شخص کسی کو دھمکی دے کر یا وعید سنا کر اس پر عمل نہ کرے تو اس کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں مثلاً وہ اپنی دھمکی پر عمل کرنے پر قادر نہ ہو، اس نے محسوس کیا ہو کہ غصے کی حالت میں اس نے نامناسب سزا کی دھمکی دے ڈالی ہے، یہ خیال ہو کہ جسے دھمکایا گیا ہے شاید وہ اصلاح کر لے اس لئے وہ دھمکی کو بروئے کار نہ لائے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ تو قادر مطلق اور عالم الغیب والشہادہ ہے اس لئے اگر وہ کسی فرد یا گروہ کو مختص کر کے وعید سنائے اور پھر اسے بروئے کار نہ لائے تو لازماً اس کی طرف کذب کی نسبت ہوگی، البتہ گناہوں پر سزا کی جن وعیدوں کو اللہ تعالیٰ نے عام رکھا ہے کسی خاص فرد یا جماعت کو مخصوص نہیں کیا تو وہ کسی پر سزا جاری نہ کرے تو یہ اس کا عفوو کرم ہے جس کا خود اس نے یوں اعلان فرما رکھا ہے کہ بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے (اور اس پر کسی کی موت واقع ہو جائے) باقی گناہ وہ جس کے لئے چاہے بخش دے گا۔ (۶۰/ الف) اگر کسی خاص فرد یا گروہ کے معذب وبد بخت ہونے کی اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو خبر دے تو ایسی خبر میں ہرگز ہرگز کوئی تبدیلی نہیں ہوا کرتی ورنہ (معاذ اللہ) اس کا بھی امکان ہونا چاہئے کہ ابلیس جہنم میں جانے کی بہ جائے جنت الفردوس کی سیر کرتا نظر آئے۔ الغرض مرزا غلام احمد قادیانی کا اپنی جھوٹی پیشین گوئیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے قوم یونس علیہ السلام وغیرہ کی مثالیں دینا صرف اور صرف فریب نفس ہے، یہ پیشین گوئیاں شیطانی الہامات پر مبنی تھیں ایسی بہت سی پیشین گوئیاں صحیح بھی نکل آتی ہیں جن سے مرزا صاحب کو دھوکہ دینے میں شیطان کامیاب رہا لیکن جن پیشین گوئیوں کے جھوٹا نکلنے پر مرزا صاحب اپنے ہی الفاظ کی رو سے ذلیل ورسوا، روسیاہ، گلے میں رسی ڈالے جانے اور پھانسی دیے جانے کے لائق، ملعون، نامراد اور دجال قرار پاتے تھے تو انہیں چاہئے تھا کہ وہ ان جھوٹی پیشین گوئیوں سے عبرت پکڑتے، توبہ کرتے اور سیدھی راہ اختیار کرتے مگر وہ مضحکہ خیز تاویلات کرتے رہے، تاکہ آخرت برباد ہوتی ہے تو ہوتی رہے لیکن دنیا آباد رہے شاد رہے اور ہاتھ سے جاتی نہ رہے۔

مرزا صاحب کا یہاں ۶ ہجری میں رسول اللہ ﷺ کے سفر حدیبیہ کی مثال دینا بھی قطعاً غلط ہے۔

آپ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا تھا کہ عمرہ اسی سال ہوگا اور اسی سال نہ ہوا تو مجھے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ایسا ویسا قرار دیا جائے۔ مرزا صاحب تو اپنے مخالفین کا فرداً فرداً نام لے کر اور مدت معین کر کے ان کی ہلاکت کی پیشین گوئیاں کرنے کے عادی تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدے اور وعید کی خبریں منسوخ نہیں ہوا کرتیں لہٰذا قرآن کریم کی سورۂ رعد کی اس آیت کا حوالہ دینا بھی یہاں قطعاً غیر متعلق ہے۔ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ (۶۰/ب) ''اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور اسی کے پاس لوح محفوظ ہے''۔ یہاں آیت سے احکام منسوخہ بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شریعت کے جن احکام کو منسوخ کرنا چاہے یا بہ حال رکھنا چاہے تو اسے اس کا اختیار ہے۔ یہاں تقدیر معلق بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص شرط کے ساتھ مشروط تقدیر کو شرط کے پورا ہونے پر بدل دیتا ہے مثلاً احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ تقدیر کو بدلنے میں دعا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں یعنی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ آنے والی مصیبتوں کو دور کر دیتا ہے، جس تقدیر کو اللہ تعالیٰ کسی خاص فرد یا خاص گروہ کے متعلق غیر مشروط طور پر ظاہر فرمادے مثلاً کسی کو مخصوص کر کے اچھے صلے کا وعدہ فرمائے یا کسی کو مخصوص کر کے کوئی وعید سنائے تو وہ ہمیشہ تقدیر مُبرم ہوتی ہے ورنہ اگر اسے کسی مخفی شرط کے ساتھ مشروط کرنا ہو تو ایسی تقدیر کے ظاہر کرنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں وہ تو بہر حال لوگوں پر مشتبہ ہی رہے گی اور اگر کسی مدعی نبوت پر بھی مشتبہ رہے تو اور بھی زیادہ مضحکہ خیز بات ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی خاص فرد یا جماعت سے اچھا وعدہ فرمائے جیسے مثلاً اس نے قرآن کریم میں مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ کے مغفور و مرحوم ہونے اور جنتی ہونے کی بارہا بشارتیں دی ہیں تو وہ ایسی بشارت اور ایسا وعدہ اسی لئے تو کرتا ہے کہ متعلقہ فرد یا جماعت نے تمام متعلقہ شرائط پوری کر دی ہیں یا وہ پوری کر دے گا۔ اور اگر کسی خاص فرد یا گروہ کو اللہ تعالیٰ نے غیر مشروط وعید سنائی ہو تو اس کا لازمی مطلب لیا جائے گا کہ متعلقہ فرد یا گروہ نے اس وعید سے بچنے کے تمام راستے اپنے اوپر حال اور مستقبل دونوں میں مسدود کر دیئے ہیں مثلاً ابلیس کے جہنمی ہونے اور ابولہب کی عاقبت کے خراب ہونے کی جو خبریں قرآن کریم میں دی گئی ہیں وہ حتمی اور قطعی ہیں، ان کے متعلق سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ کسی شرط کے ساتھ مشروط ہیں، ہاں اگر وعدہ اور وعید کی خبروں میں کسی خاص فرد یا گروہ کی تخصیص نہ کی گئی ہو تو عقل ونقل کی رُو سے متعلقہ شرائط ملحوظ ہوں گی مثلاً جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے، یہ ایک عام بشارت ہے کسی فرد کے ساتھ مخصوص نہیں، اس لئے متعلقہ شرائط بھی ملحوظ ہوں گی کہ ماں کی خدمت کرنے والا ایمان اور اعمالِ صالحہ کی دولت سے بھی مالا مال ہو، کسی خاص فرد یا جماعت کی تعین کر کے غیر مشروط وعدے اور وعید کو ہمیشہ غیر مشروط ہی سمجھا جائے گا ورنہ ایسا وعدہ اور وعید عبث اور مشتبہ رہے

گا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام لوگوں کو دعوت حق دیتے ہیں تو ہرگز ہرگز ان کا یہ انداز نہیں ہوتا کہ وہ مخالفین کے نام شمار کر کے ان کی ہلاکت کے دن متعین کریں۔ ان کا نام لے کر ان پر لعنت کریں، امتِ محمدیہ کا فرعون ابوجہل رسول اللہ ﷺ کا بدترین دشمن تھا، آپ نے کبھی اس کا نام لے کر اس پر لعنتوں کی بارش نہیں کی اور کبھی اس کو مخاطب کر کے اس کی ہلاکت کی مدت متعین کر کے اس طرح کی پیشین گوئی نہیں کی کہ اگر میری پیشین گوئی پوری نہ ہوئی تو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) میں جھوٹا ہوں، مجھے ذلیل ورسوا کیا جائے، میرے گلے میں رسی ڈالی جائے، مجھے پھانسی دی جائے وغیرہ من الخرافات۔ پیغمبر اپنے جھوٹا ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتے کہ بے ہودہ انداز میں اپنے مخالفین کو انذاری اور وعیدی پیشین گوئیاں سنائیں۔ غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض اصحاب کو بتایا تھا کہ میدان بدر میں فلاں فلاں سردارانِ قریش فلاں فلاں جگہ مقتول ہوں گے، یہ آپ کا معجزہ تھا اور آپ نے ان لوگوں کے مقتول ہونے کی خبر کا اپنے دشمنوں میں اعلانِ عام نہیں فرمایا تھا کہ اگر یہ مقتول نہ ہوں تو مجھے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) کاذب سمجھا جائے۔ مرزا قادیانی کی اس طرح کی متعدد پیشین گوئیاں جب علی الاعلان جھوٹی ثابت ہوئیں تو بے شرمی اور بے حیائی سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ میرے یہ مخالفین ''اندر سے'' ڈر گئے تھے اس لئے یہ پیشین گوئیاں پوری نہیں ہوئیں۔

سورۂ کہف میں رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''ہرگز کسی کام پر یوں نہ کہنا میں اسے کل کروں گا مگر ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ لینا اور جب بھی تو بھولے تو اپنے رب کو یاد کر لیا کرنا اور کہتے رہنا کہ مجھے پوری امید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کے قریب کی بات کی رہنمائی کرے گا''۔ (۶۰/ج) مفسرین نے اس کا شانِ نزول یہ بیان کیا ہے کہ یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے روح کی حقیقت، اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کے متعلق پوچھا تھا اور ان ہی سوالات کے جواب میں سورۂ کہف کا نزول ہوا تھا، آپ نے پوچھنے والوں سے فرمایا کہ میں کل جواب دوں گا لیکن اس کے بعد پندرہ دن تک حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر نہ آئے، پھر جب آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مذکورہ حکم دیا کہ ایسی کسی بھی بات کے ساتھ ان شاء اللہ بھی کہا کریں۔ مفسرین بعض آیات کے شانِ نزول میں جو روایات بیان کرتے ہیں وہ بعض اوقات منقطع، ضعیف اور غیر معتبر ہوتی ہیں اور متعلقہ آیات کا سمجھنا اس شانِ نزول کے جاننے پر موقوف بھی نہیں ہوا کرتا۔ سورۂ کہف کی مذکورہ آیت کے شانِ نزول کے متعلق علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے محمد بن اسحاق کی روایت یوں بیان کی ہے کہ مجھے اہل مصر کے ایک بزرگ نے جو کوئی چالیس سال پہلے ہمارے پاس آیا تھا، عکرمہ سے اور عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ بالا

شانِ نزول بیان کیا ہے۔ (۶۱/ الف) ظاہر ہے کہ شانِ نزول کی یہ روایت منقطع ہے، محمد بن اسحاق نے چالیس سال پہلے ملنے والے اپنے شیخ کا نام تک بیان نہیں کیا، اس کے باوجود اسے درست بھی سمجھ لیا جائے تو بھی اس سے مرزا غلام احمد متنبی قادیان کے ہاتھ کچھ نہیں آ سکتا، رسول اللہ ﷺ کا یہ قول کہ میں کل بتاؤں گا، کسی وحی کی بنا پر نہیں تھا بل کہ اس امید پر تھا کہ وحی نازل ہوگی، اگر آپ نے یہ فرمایا ہوتا کہ کل تک لازماً مجھ پر وحی نازل ہوگی اور اگر ایسا نہ ہوا تو مجھے (معاذ اللہ) یوں اور یوں سمجھا جائے تو مرزا صاحب کے لئے کچھ گنجائش پیدا ہوسکتی تھی، ادھر مثلاً اسی پادری عبداللہ آتھم والی زیر بحث پیشین گوئی کے متعلق مرزا قادیانی نے یہ کلمات استعمال کئے تھے'' ...... اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا، ضرور کرے گا، ضرور کرے گا زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی''۔ (۶۱/ ب) پادری عبداللہ آتھم نے کبھی بھی مرزا قادیانی کو قبول نہیں کیا بل کہ ان کا مذاق اڑاتا رہا، اس پر مرزا صاحب نے یہ چال چلی کہ اگر عبداللہ آتھم نے دل سے رجوع نہیں کیا تھا تو وہ قسم کھائے۔ (۶۱/ ج) عیسائیوں کے نزدیک اناجیل کی رُو سے سچی قسم کھانا بھی جائز نہیں ہے، مثلاً انجیل متیٰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ قول منسوب کیا گیا ہے'' پھر تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ جھوٹی قسم نہ کھانا بل کہ اپنی قسمیں خداوند کے لئے پوری کرنا، لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ بالکل قسم نہ کھانا نہ تو آسمان کی کیوں کہ وہ خدا کا تخت ہے نہ زمین کی، کیوں کہ وہ اس کے پاؤں کی چوکی ہے، نہ یروشلیم کی، کیوں کہ وہ بزرگ بادشاہ کا شہر ہے، نہ اپنے سر کی قسم کھانا، کیوں کہ تو ایک بال کو بھی سفید یا کالا نہیں کر سکتا''۔ (۶۲/ الف) مرزا قادیانی کی پُرفریب چال یہ تھی کہ اگر پادری آتھم قسم کھائے گا تو یہ کہنا آسان ہو جائے گا کہ آتھم عیسائیت سے خارج ہو چکا ہے اس لئے اس کی قسم کا اعتبار نہیں، اگر قسم نہیں کھائے گا تو مرزا صاحب سچے سمجھے جائیں گے، حال آں کہ یہ مطالبہ اسی طرح کا تھا کہ اگر مرزا قادیانی اللہ کا سچا نبی ہے تو کھلے عام شراب پی کر یا خنزیر کا گوشت کھا کر دکھائے۔ الغرض مرزا صاحب ہی ہر طرح جھوٹے ثابت ہوئے۔

۷۔ بہ حوالہ بشیر احمد کے پسر موعود ہونے کی پیشین گوئی

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار جاری کیا جس میں انہوں نے لکھا ''خدائے رحیم و کریم و بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہ وعزّ اسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اس کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا...... تجھے بشارت ہو ایک وجیہ اور ایک پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا...... یہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عمانوایل

اور بشیر بھی ہے..... وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا..... فرزند دل بند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء..... ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا، وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا، وکان امراً مقضیًا (۶۲/ب) جب یہ اشتہار شائع ہوا مرزا صاحب کی بیوی نصرت جہاں بیگم حاملہ تھی، اس اشتہار کی اشاعت کے بعد مئی ۱۸۸۶ء میں نصرت جہاں بیگم کے بطن سے لڑکے کے بہ جائے لڑکی پیدا ہوئی تو مرزا صاحب کی خوب جگ ہنسائی ہوئی، اس پر مرزا صاحب نے طیش میں آکر یہ کہنا شروع کر دیا کہ میں نے کب کہا تھا کہ پسر موعود اسی حمل سے پیدا ہوگا، حال آں کہ اگر پسر موعود کو اسی حمل سے پیدا نہیں ہونا تھا تو اس کے متعلق قبل از وقت اشتہار دینے کی ضرورت ہی مرزا صاحب کو کیوں محسوس ہوئی تھی؟ مرزا صاحب اپنی پیشین گوئیوں میں عموماً ابہام اور اشتباہ رکھا کرتے تھے تاکہ پیشین گوئی جھوٹی نکلے تو راہِ فرار باقی رہے، لڑکی کی پیدائش سے پہلے ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں انہوں نے یہ انکشاف فرمایا کہ پسر موعود ''بہ موجب وعدۂ الٰہی نو برس کے عرصے تک ضرور پیدا ہوگا خواہ دیر سے، بہ ہر حال اس عرصے کے اندر پیدا ہو جائے گا'' (۶۲/ج) مخالفین نے اس اشتہار کا مذاق اڑایا کہ نو سال کی مدت تو بہت طویل ہے تو اس قدر پہلے شور مچانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس پر مرزا صاحب نے ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کو ایک اور اشتہار جاری فرما دیا اور اس میں لکھا ''..... تو آج ۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں، لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصے میں پیدا ہوگا.....'' (۶۳/الف) ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ پسر موعود کی آمد آمد کی اشتہار بازی کے ایام میں مرزا صاحب کی بیوی نصرت جہاں بیگم حاملہ تھی، مئی ۱۸۸۶ء میں اس سے لڑکی پیدا ہوئی تو مرزا صاحب نے مذکورہ بالا ۲۲ مارچ اور ۸ اپریل کے اپنے اشتہارات کے حوالے سے راہِ فرار تلاش کر لی، مگر اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کو بہ ہر حال ذلیل و رسوا کرنا تھا، نصرت جہاں بیگم کے بطن سے اگلے حمل میں ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو لڑکا پیدا ہوا تو مرزا صاحب نے اسے پسر موعود قرار دیتے ہوئے خوش خبری کا اشتہار اسی دن یوں جاری فرما دیا ''اے ناظرین! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیشین گوئی کی تھی..... آج ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق

۷ اگست ۱۸۸۷ء میں بارہ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہوگیا ہے......'' (۶۳/ب) مرزا صاحب نے اس لڑکے کا نام پیشین گوئی کے مطابق بشیر احمد رکھا لیکن یہ ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو فوت ہوگیا، مرزا صاحب کی پیشین گوئی جھوٹی نکلی اور اپنے دست، است حکیم نور الدین کو (جو مرزا کی موت کے بعد قادیانیوں کے پہلے خلیفہ بنے تھے) خط میں لکھا ''میرا لڑکا بشیر احمد تئیس روز بیمار رہ کر آج بہ قضائے ربّ عز وجل انتقال کرگیا ہے...... اس واقعے سے جس قدر مخالفین کی زبانیں دراز ہوں گی اور موافقین کے دلوں میں شبہات پیدا ہوں گے اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا''۔ (۶۳/ج)، الغرض مرزا صاحب جھوٹے ثابت ہوگئے تو مخالفین کے طعن وتشنیع سے یوں راہ فرار تلاش کی کہ یہ لڑکا بشیر اول تھا، لوگ بشیر ثانی کا انتظار کریں۔

۸۔ بہ حوالہ مبارک احمد کے پسر موعود ہونے کی پیشین گوئی

جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا مرزا صاحب کا بیٹا بشیر احمد فوت ہوگیا تو اسے بشیر اول کہا جانے لگا، اس کے بعد نصرت جہاں بیگم کے بطن سے مرزا محمود احمد، مرزا بشیر احمد اور مرزا شریف احمد پیدا ہوئے لیکن مرزا صاحب گومگو کے عالم میں رہے ان میں سے کسی کو بھی انہوں نے قطعیت اور کامل وثوق سے پسر موعود کا مصداق قرار نہ دیا، کیوں کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں پسر موعود کی ایک الہامی علامت یہ بھی بیان کی گئی تھی کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا، چناں چہ جب چوتھا لڑکا مبارک احمد پیدا ہوا تو مرزا صاحب نے اسے پسر موعود کا مصداق قرار دیتے ہوئے تریاق القلوب (۱۸۹۹ء تا ۱۹۰۲ء) میں لکھا ''میرا چوتھا لڑکا جس کا نام مبارک احمد ہے اس کی نسبت پیش گوئی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی...... سو خدا تعالیٰ نے میری تصدیق اور تمام مخالفوں کی تکذیب کے لئے...... اسی پسر چہارم کی پیش گوئی کو ۱۴ جون ۱۸۹۹ء میں جو مطابق ۴ صفر ۱۳۱۷ھ تھی بہ روز چہار شنبہ پورا کر دیا...... یعنی وہ مولود چوتھا لڑکا تاریخ مذکورہ میں پیدا ہوگیا''۔ (۶۴/ الف)، اللہ تعالیٰ کو مرزا قادیانی کی مزید رسوائی منظور تھی، یہ مبارک احمد ۱۹۰۷ء میں فوت ہوگیا۔

۹۔ بہ حوالہ مبارک احمد کے قائم مقام لڑکا پیدا ہونے کی پیشین گوئی

اوپر مذکور ہو چکا کہ مرزا قادیانی نے اپنے چوتھے لڑکے مبارک احمد کو پسر موعود قرار دیا تو وہ بھی بشیر اول کی طرح نابالغی میں ہی فوت ہوگیا، مرزا صاحب کی زبردست رسوائی ہوئی تو انہوں نے ۵ نومبر ۱۹۰۷ء کے اشتہار میں لکھا ''خدا کی قدرتوں پر قربان جاؤں کہ جب مبارک احمد فوت ہوا ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا انا نبشرك بغلام حليم ينزل بمنزل المبارك یعنی ایک عظیم لڑکے کی ہم تجھے

خوش خبری دیتے ہیں جو بہ منزلہ مبارک احمد کے ہوگا اور اس کا قائم مقام اور اس کا شبیہ ہوگا، پس خدا نے نہ چاہا کہ دشمن خوش ہو اس لئے اس نے بہ مجرد وفات مبارک احمد کے ایک دوسرے لڑکے کی بشارت دے دی تا کہ یہ سمجھا جائے کہ مبارک احمد فوت نہیں ہوا بل کہ زندہ ہے''۔ (۶۴/ب) اللہ تعالیٰ کو مرزا قادیانی کی مزید ذلت و رسوائی منظور تھی، مرزا صاحب کے گھر میں اس کے بعد کوئی لڑکا پیدا ہی نہ ہوا، اس سے بہ خوبی معلوم ہو رہا ہے کہ پسرِ موعود کی ولادت کے جتنے بھی الہامات مرزا صاحب کو ہو رہے تھے سب کے سب شیطانی الہامات تھے جنہیں وہ دھوکے سے ربانی سمجھتے رہے اور بار بار رسوا اور ذلیل ہونے کے باوجود عبرت پکڑنے سے محروم رہے۔

۱۰۔ بہ حوالہ تین سے چار کرنے والا لڑکا

مرزا قادیانی نے اپنے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ بھی لکھا تھا کہ پسرِ موعود تین کو چار کرنے والا ہوگا، مذکور بالا وضاحت کے مطابق یہ پسر موعود تو تشریف لایا ہی نہیں، اس کے ''ورود مسعود'' سے محرومی کا مداوا مرزا صاحب نے جس طرح کیا اس کا حال ان کے صاحب زادے مرزا بشیر احمد نے سیرۃ المہدی میں یوں بیان کیا ہے ''بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں بھی کیسا اخفاء ہوتا ہے پسر موعود کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا مگر ہمارے موجودہ سارے لڑکے ہی کسی نہ کسی طرح تین کو چار کرنے والے ہیں، چناں چہ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ میاں (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد) کو تو حضرت صاحب نے اس طرح تین سے چار کرنے والا قرار دیا کہ (پہلی بیوی حرمت بی بی کے بطن سے پیدا ہونے والے لڑکوں) مرزا سلطان احمد اور فضل احمد کو بھی شمار کر لیا، اور بشیر اول متوفی کو بھی، تمہیں (یعنی خاکسار راقم الحروف کو) اس طرح پر کہ صرف زندہ لڑکے شمار کر لئے اور بشیر اول متوفی کو چھوڑ دیا، شریف احمد کو اس طرح پر قرار دیا کہ اپنی پہلی بیوی کے لڑکے مرزا سلطان احمد اور فضل احمد چھوڑ دیے اور میرے سارے لڑکے زندہ اور متوفی شمار کر لیے اور مبارک کو اس طرح پر کہ میرے صرف زندہ لڑکے شمار کر لئے اور بشیر اول متوفی کو چھوڑ دیا''۔ (۶۴/ج)، غور کیجئے کہ شیطانی پیشین گوئیاں جھوٹی نکلنے پر شیاطین مرزا صاحب کو جھوٹی تسلی کس طرح دیا کرتے تھے۔

۱۱۔ پسر موعود کے نو سال کے اندر پیدا ہونے کی پیشین گوئی

مرزا قادیانی نے پسر موعود کے سلسلے میں اپنے ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ بھی لکھا تھا ''ایسا

لڑکا بہ موجب وعدۂ الٰہی نو برس کے عرصے تک ضرور پیدا ہوگا خواہ دیر سے، بہ ہر حال اس عرصے کے اندر پیدا ہو جائے گا''۔ اس کے بعد ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ بھی لکھا تھا'' غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں، لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصے میں پیدا ہوگا......'' اب دیکھئے مرزا صاحب نے پہلے بشیر احمد کو پسر موعود کا مصداق ٹھہرایا وہ فوت ہو گیا تو اپنے آخری بیٹے مبارک کو اس کا مصداق ٹھہرایا، جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے، مبارک احمد ۱۴ جون ۱۸۹۹ء کو پیدا ہوا تھا، حال آں کہ مارچ اور اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہارات کے مطابق اسے نو سال کے اندر ۲۲ مارچ ۱۸۹۵ء سے پہلے پیدا ہونا تھا۔ مرزا صاحب یہاں بھی جھوٹے ثابت ہوئے، ان کی پیشین گوئیوں کی عبارتوں میں جو ہیر پھیر اور ابہام ہے اس سے بھی خود مرزا صاحب کے اپنے قول کے مطابق ثابت ہو رہا ہے کہ یہ تمام الہامات شیطانی تھے، وہ نزول المسیح (۱۹۰۲ء) میں لکھتے ہیں''جس دل پر در حقیقت آفتاب وحی تجلی فرماتا ہے اس کے ساتھ ظن اور شک کی تاریکی ہرگز نہیں رہتی''۔ اسی کتاب میں وہ آگے چل کر لکھتے ہیں''لیکن اگر کوئی کلام یقین کے مرتبے سے کم تر ہو تو وہ شیطانی کلام ہے نہ ربانی''۔ (۶۵/ الف)

۱۲۔ بہ حوالہ خاص تزوج اور خاص اولاد کی پیشین گوئی

مرزا قادیانی کو تیسرے نکاح کا شوق پیدا ہوا تو اس کے لئے بھی انہوں نے الہامی پیشین گوئیاں داغ دیں، وہ ضمیمہ انجام آتھم (۱۸۹۶ء) میں لکھتے ہیں''اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے پیش گوئی فرمائی ہوئی ہے''یتزوج ویولد لہ''یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں، کیوں کہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے، اس میں کچھ خوبی نہیں، بل کہ تزوج سے مراد خاص تزوج ہے جو بہ طور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی ہے، گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی''۔ (۶۵/ ب) مرزا صاحب نے مذکورہ عبارت میں جس خاص تزوج اور خاص اولاد کا ذکر کیا ہے اس سے ان کا اشارہ ان احادیث صحیحہ کی طرف ہے جن کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب جب آسمان سے زمین پر نزول ہوگا تو وہ شادی کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی۔ (۶۵/ ج) مرزا صاحب کی یہ تحریر ۱۸۹۶ء کی ہے اس سے پہلے ان کی دو شادیاں ہو چکی تھیں اور دونوں سے اولاد بھی موجود

تھی مگر بہ قول ان کے یہ عام شادیاں تھیں اور ان میں کچھ خوبی اس لئے نہیں تھی کہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے، جس شادی کو وہ اپنے مسیح موعود ہونے کا نشان قرار دے رہے ہیں وہ خاص تزوج اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد خاص اولاد ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کو جھوٹا مسیح ثابت کر دیا، ان کی کوئی تیسری شادی نہیں ہوئی جب وہ اپنے خاص مطلوبہ تزوج سے محروم رہے تو ان کے مسیح موعود کا نشان بننے والی خاص اولاد خود ان کے پیٹ سے تو پیدا نہیں ہونی تھی اس لئے خاص تزوج کے ساتھ خاص اولاد بھی نہ ہوئی۔ مرزا صاحب کی الہامی پیشین گوئی شیطانی نکلی اور وہ جھوٹے مسیح ثابت ہوئے۔

۱۳۔ بہ حوالہ خواتین مبارکہ سے نکاح کی پیشین گوئی

مرزا قادیانی نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو پسر موعود کے سلسلے میں جو اشتہار جاری کیا تھا اس میں یہ بھی لکھا تھا ''...... پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی''۔ (۶۶/ الف) اس کے بعد اسی پسر موعود کے سلسلے میں یکم ستمبر ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں لوگوں کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھا ''...... وہ فقرہ یا لفظ کہاں ہے جو کسی اشتہار میں اس عاجز کے قلم سے نکلا ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ لڑکا اسی حمل میں ہوگا اس سے ہرگز تخلف نہیں کرے گا''۔ (۶۶/ ب) اسی اشتہار میں یہ بھی لکھا ''ہاں اس اشتہار ۱۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں ایک یہ فقرہ ذوالوجوہ درج ہے کہ مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا، مگر کیا اسی فقرے سے یہ ثابت ہو گیا کہ مدت حمل سے ایام باقی ماندہ حمل موجودہ مراد ہیں، کوئی اور مدت مراد نہیں...... دانش مند آدمی جس کی عقل اور فہم میں کچھ آفت نہیں اور جس کے دل پر کسی تعصب یا شرارت کا حجاب نہیں وہ سمجھ سکتا ہے کہ کسی ذوالوجوہ فقرے کے معنی کرتے وقت سب وہ احتمالات مدنظر رکھنے چاہئیں جو اس فقرے سے پیدا ہو سکتے ہیں، سو فقرہ مذکورہ بالا یعنی یہ کہ ''مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا'' ایک ذوالوجوہ فقرہ ہے......'' (۶۶/ ج) اور اسی اشتہار میں مرزا صاحب نے یہ بھی لکھا ''اس عاجز نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیشی گوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کی تھی کہ اس نے مجھے یہ بشارت دی ہے کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی تیرے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولاد پیدا ہوگی''۔ (۶۷/ الف) یہاں یہ یاد رہے کہ جیسا کہ اوپر نمبر شمارے کے تحت بیان کیا جا چکا ہے کہ مرزا صاحب نے پسر موعود کی بشارت کے متعلق ۲۰ فروری، ۲۲ مارچ، ۱۸ اپریل ۱۸۸۶ء کو گول مول

اور مبہم عبارتوں پر مشتمل اشتہارات شائع کئے، لیکن مئی ۱۸۸۶ء میں ان کی بیوی نصرت جہاں بیگم کے بطن سے لڑکے کے بہ جائے لڑکی پیدا ہوئی تو ان کی خوب جگ ہنسائی ہوئی۔ اس پر طیش میں آکر انہوں نے یکم ستمبر ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مخالفین پر غصہ نکالتے ہوئے یہ جواب دیا کہ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار کی متعلقہ عبارت توذ والوجوہ (یعنی گول مول اور کئی معانی کی محتمل) تھی، خوب غور کیجئے ۲۰ فروری اور یکم ستمبر کے اشتہارات میں دیگر باتوں کے علاوہ اپنے متعلق وہ یہ الہام بھی سناتے چلے آرہے ہیں کہ ان کا نکاح مزید خواتین مبارکہ سے ہونے والا ہے جن سے ان کی بہت نسل چلے گی۔ اس سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ پسر موعود کو نصرت جہاں بیگم کے بطن سے نہیں بل کہ کسی تیسری بابرکت خاتون کے پیٹ سے پیدا ہونا تھا۔ چناں چہ جب مئی ۱۸۸۶ء میں نصرت جہاں کے بطن سے لڑکے کی بہ جائے لڑکی پیدا ہوئی اور مخالفین کے تیز و تند جملوں اور سخت طعن و تشنیع سے مرزا صاحب کو دوچار ہونا پڑا تو انہوں نے ۸ جون ۱۸۸۶ء کو اپنے دست راست حکیم نورالدین کے نام اپنے خط میں لکھا'' ......شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین، کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائے گا، سو اس کا نام بشیر ہوگا، اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شاید فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا، اب زیادہ تر الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عن قریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی، وہ صاحبِ اولاد ہوگی......اب مخالفین آنکھوں کے اندھے اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں اب کی دفعہ لڑکا پیدا نہیں ہوا، ان کے ابطال میں ایک دوست نے اشتہار شائع کئے ہیں، مگر میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی ہو جائے کیوں کہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے ہیں، غالباً اس تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے......الہامات اس بارے میں کثرت سے ہوئے ہیں اور ربانی ارادے میں کچھ جوش سا پایا جاتا ہے......'' (٦٧/ب) اس خط کے کوئی بارہ دن کے بعد ۲۰ جون ۱۸۸۶ء کو مرزا صاحب نے حکیم نورالدین کو پھر ایک خط لکھا'' ......اس عاجز نے جو آپ کی طرف لکھا تھا وہ صرف دوستانہ طور پر بعض اسرار الہامیہ پر مطلع کرنے کی غرض سے لکھا گیا......اور اصل حال اس عاجز کا یہ ہے کہ جب سے اس تیسرے نکاح کے لئے اشارہ غیبی ہوا ہے تب سے طبیعت خود متفکر و متردّد ہے اور حکمِ الٰہی سے گریز کی جگہ نہیں مگر بالطبع کارِہ ہے اور ہر چند اول اول یہ چاہا کہ امر غیبی موقوف رہے لیکن متواتر الہامات و کشوف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ تقدیر مُبرم ہے''۔ (٦٧/ج) اوپر نمبر شمار ۱۲ کے تحت بتایا جا چکا ہے کہ ۱۸۹٦ء میں مرزا صاحب نے انجام آتھم میں اپنی تیسری شادی کو خاص تزوج اور اس سے ہونے والی متوقع اولاد کو

خاص اولاد قرار دیتے ہوئے اسے اپنے مسیح موعود ہونے کی نشانی ٹھہرایا، حال آں کہ اس سے پہلے ان کی دو شادیاں ہو چکی تھیں اور ان سے اولاد بھی موجود تھی، لیکن انہوں نے یہ لکھا کہ یہ ایک معمولی بات ہے، ہر ایک شخص شادی کرتا ہے اور اس سے اولاد بھی عموماً ہوا کرتی ہے لیکن میرے مسیح موعود ہونے کا نشان ایک خاص تزوج اور اس خاص تزوج سے ہونے والی خاص اولاد ہے۔ لیکن مذکورہ بالا تمام تحریروں اور مزعومہ الہامات کے باوجود تادم آخر مرزا صاحب کی تیسری شادی نہ ہوئی تو پسر موعود کا ورودِ مسعود کہاں سے ہوتا؟ سخت حیرت کی بات ہے کہ مرزا صاحب بار بار بتا رہے ہیں کہ پسر موعود اور خاص اولاد خاص تزوج سے حاصل ہوگی لیکن اس کے باوجود وہ اس پسر موعود کو اپنی دوسرے بیوی نصرت جہاں بیگم کے بطن سے تلاش کرتے رہے، خود بھی بیوقوف بنتے رہے اور دوسروں کو بھی بیوقوف بناتے رہے۔ انجام آتھم مرزا صاحب کی ۱۸۹۶ء کی تصنیف ہے، اس کے چار سال بعد ۱۹۰۰ء میں وہ اپنی کتاب اربعین میں لکھتے ہیں ''مجھے بشارت دی گئی کہ تمہاری شادی خاندانِ سادات میں ہوگی اور اس میں سے اولاد ہوگی تا پیش گوئی حدیث **یتزوج و یولد لہ** پوری ہو جائے اور یہ حدیث اشارہ کر رہی ہے کہ مسیح موعود کو خاندانِ سادات سے تعلق دامادی ہوگا، کیوں کہ مسیح موعود کا تعلق جس سے وعدہ ''یوعدلہ'' کے موافق صالح اور طیب اولاد پیدا ہو اعلیٰ اور طیب خاندان سے چاہئے''۔ (۶۸/الف) غور کیجئے مسیح موعود کا نشان بننے والی خاص اولاد ۱۸۹۶ء میں لکھی گئی انجام آتھم کے مطابق اور جون ۱۸۸۶ء میں حکیم نور الدین کے نام لکھے گئے خطوط کے مطابق تیسری بیوی سے ہونا تھی جسے مرزا صاحب نے خاص تزوج قرار دیا تھا تو ۱۹۰۰ء میں وہ پسر موعود دوسری بیوی کے بطن سے کیوں تلاش کرنے لگے جس کا تعلق خاندان سادات سے تھا، اس سے تو ان کا نکاح نومبر ۱۸۸۴ء میں ہو چکا تھا۔ (۶۸/ب) اگر اسی سے پسر موعود پیدا ہونا تھا جو مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کا نشان بنتا تو انہوں نے حکیم نور الدین کے نام خطوط میں اور ۱۸۹۶ء میں انجام آتھم یہ شگوفہ کیوں چھوڑا تھا کہ خاص اولاد ایک خاص تزوج سے ہوگی جس کا مستقبل قریب میں امکان ہے۔ مرزا صاحب کے ان دل چسپ تناقضات پر غور کیجئے یہی انہیں جھوٹا مسیح ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے جھوٹ کو مزید نمایاں کرنے اور انہیں مزید ذلیل و رسوا کرنے کا یوں اہتمام فرمایا ہے کہ ان کی تیسری شادی تو ہونا تھی نہ ہوئی۔ نصرت جہاں بیگم کے پیٹ سے بھی انہیں کوئی پسر موعود نہ ملا، انہوں نے پہلے ۱۸۸۷ء میں پیدا ہونے والے بشیر احمد اول کو پسر موعود کا مصداق قرار دیا تو وہ کوئی ڈیڑھ سال کی عمر میں چلتا ہوا۔ اس کے بعد ۱۸۹۹ء میں پیدا ہونے والے مبارک احمد کو پسر موعود کا مصداق قرار دیا تو وہ ۱۹۰۷ء میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا، پھر اس کا قائم مقام پیدا ہونے کا مرزا صاحب کو الہام ہوا لیکن بعد

ٹیں کوئی اولاد ہی نہ ہوئی، حیرت پر حیرت ہے کہ قادیانی حضرات ان ٹھوس ناقابل تردید واقعاتی شواہد سے بھی کوئی عبرت نہیں پکڑتے۔

۱۴۔ بہ حوالہ ایک بکر اور ایک ثیب سے نکاح کی پیشین گوئی

مرزا قادیانی نے تریاق القلوب (۱۸۹۹ء۔۱۹۰۲ء) میں لکھا'' تقریباً اٹھارہ برس کا عرصہ گزرا ہے کہ مجھے کسی تقریب سے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنۃ کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا، اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آج کل کوئی الہام ہوا ہے؟ میں نے اس کو یہ الہام سنایا کہ جس کو میں کئی دفعہ اپنے مخلصوں کو سنا چکا تھا اور وہ یہ ہے کہ ''بکر وثیب'' جس کے یہ معنی ان کے آگے اور نیز ہر ایک کے آگے میں نے ظاہر کئے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا۔ ایک بکر (کنواری) ہوگی اور دوسری بیوہ، چناں چہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہو گیا اور اس وقت بفضلہٖ تعالیٰ چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کا انتظار ہے''۔(۶۸/ج) مذکورہ مزعومہ الہام میں مرزا صاحب کا بکر (کنواری) سے اشارہ اپنی دوسری بیوی نصرت جہاں بیگم کی طرف ہے، کیوں کہ ان کی پہلی بیوی سے صرف دو لڑکے سلطان احمد اور فضل احمد پیدا ہوئے، مرزا صاحب کی اپنی پہلی دو بیویوں سے جب شادی ہوئی تو یہ دونوں کنواری تھیں، کوئی بیوہ خاتون مرزا صاحب کے نکاح میں تادم آخر نہیں آئی، پیشین گوئی بری طرح جھوٹی نکلی لہٰذا متعلقہ الہام شیطانی تھا، ہرگز ربانی نہ تھا۔ یہاں یہ تاویل نہایت ہی لچر اور مضحکہ خیز ہے کہ نصرت جہاں بیگم مرزا صاحب کے نکاح میں کنواری آئیں اور ان کے مرنے پر بیوہ ہو گئیں۔ مرزا صاحب نے مزعومہ الہام میں کنواری اور بیوہ دو عورتوں سے نکاح کا ذکر ہے جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ بکر (کنواری) کے متعلق الہام پورا ہو چکا اور اب بیوہ کے متعلق الہام کے پورا ہونے کا انتظار ہے۔ نصرت جہاں بیگم ایک ہی عورت تھی یہ دو عورتیں نہیں، نیز جب کوئی شادی شدہ شخص مر جائے تو اس کی بیوی بیوہ ہو کر دنیا میں تنہا رہ جاتی ہے نہ یہ کہ اس کا نکاح اپنے متوفی خاوند سے ہو جاتا ہے، ایسی لچر تاویل کو پرلے درجے کی بے حیائی اور بے شرمی ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر مرزا صاحب اس طرح کے الہامات کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا کرتے کہ ''پھر میری آنکھ کھل گئی'' تو شاید مخالفین کے طعن وتشنیع میں اتنی شدت نہ ہوا کرتی، مرزا صاحب تیسری شادی کے خواب دیکھتے رہتے تھے، مثلاً انہوں نے ۲۵ جولائی ۱۸۹۲ء کو اپنا ایک خواب یوں بیان فرمایا ہے'' چار بجے خواب میں دیکھا کہ ایک حویلی ہے اس میں میری بیوی، والدہ محمود اور ایک عورت بیٹھی ہے...... وہ عورت یکا یک سرخ اور خوش رنگ لباس پہنے ہوئے میرے پاس آ

گئی، کیا دیکھتا ہوں کہ جوان عورت ہے...... میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ وہی عورت ہے جس کے لئے اشتہار دیئے تھے، اس کی صورت میری بیوی کی صورت معلوم ہوئی۔ اس نے کہا: میں آ گئی ہوں''۔ (۶۹/ الف) خواب دیکھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن مشکل یہ پیش آ رہی ہے کہ نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اس لئے مرزا صاحب کی ''خواتین مبارکہ'' سے یا کسی بھی ''پارسا طبع اور نیک سیرت خاتون'' سے تیسری شادی ضرور ہو جانی چاہئے تھی لیکن وہ یہ جوشیلی خواہش پوری کرنے میں آخر دم تک ناکام رہے اور اس امر پر مہر تصدیق ثبت کر گئے کہ ان کے مزعومہ الہامات اور شہوانی خواب سراسر شیطانی تھے، ہرگز ربانی نہ تھے۔

۱۵۔ بہ حوالہ محمدی بیگم سے نکاح کی پیشین گوئی

مرزا قادیانی کے ایک ماموں زاد بھائی احمد بیگ تھے، مرزا صاحب کے دل میں احمد بیگ کی نوخیز لڑکی محمدی بیگم سے شادی کی شدید خواہش پیدا ہوئی، حال آں کہ مرزا احمد بیگ کا خاندان کبھی بھی ان کی مزعومہ مسیحیت اور نبوت پر ایمان نہیں لایا تھا، لہٰذا محمدی بیگم قادیانی شریعت کی رو سے ایک کافر خاتون تھی۔ اگر مرزا صاحب اللہ کے سچے نبی تھے تو کیا اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں تھا کہ محمدی بیگم ایک کافر خاتون ہے۔ اگر معلوم نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف جہالت اور بے خبری کو منسوب کرنے کا کفر لازم آتا ہے۔ اگر معلوم تھا تو مزید سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کو ایسی خاتون سے نکاح کرنے کا بھلا حکم ہی کیوں صادر فرمایا؟ یہی ایک بات یہ سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ محمدی بیگم کو اپنے نکاح میں لانے کے لئے مرزا صاحب پر جو فروری ۱۸۸۶ء سے بارش کی طرح لگاتار وحی نازل ہوتی چلی آ رہی تھی، شیطانی وحی تھی، محمدی بیگم سے نکاح کے لئے مرزا صاحب نے سرتوڑ کوشش کی، ترغیب و ترہیب کے تمام حربے حتی الامکان استعمال کر لئے لیکن مرزا احمد بیگ اور اس کے خاندان والوں نے محمدی بیگم کا نکاح مرزا سلطان محمد سے کر دیا۔ مرزا احمد بیگ کے انکار پر مرزا غلام احمد قادیانی نے خوب اشتہاری مہم چلائی، خطوط لکھے، مزعومہ الہامات پر مبنی پیشین گوئیوں کا خوب چرچا کیا لیکن پھر بھی مرزا احمد بیگ کا داماد مرزا سلطان محمد ان کا انتہائی کام یاب رقیب ثابت ہوا اور مئی ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب کی موت تک ان کی چھاتی پر مونگ دلتا رہا۔ مرزا صاحب نے اس بارے میں پیشین گوئیوں کا جو لامتناہی سلسلہ جاری کر رکھا تھا ان میں سے بہ طور نمونہ ایک پیشین گوئی یوں ہے ''میری اس پیش گوئی میں ایک نہ بلکہ چھ دعوے ہیں، اول نکاح کے وقت تک زندہ رہنا، دوم نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا، سوم پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے

باپ کا جلدی سے مرنا جو تین برس تک نہیں پہنچے گا، چہارم اس کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصے تک مر جانا، پنجم اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کروں گا اس لڑکی کا زندہ رہنا، ششم پھر آخر یہ بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آ جانا''۔(۶۹/ب)

مرزا صاحب ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو قبر میں اتر گئے لیکن ان کا کامیاب رقیب ان کی موت کے چالیس سال بعد تک زندہ رہا اور ۱۹۴۸ء میں فوت ہوا۔ محمدی بیگم ۱۹ نومبر ۱۹۶۶ء کو لاہور میں فوت ہوئی۔ مرزا صاحب نے ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے اشتہار میں لکھا تھا''...... اور میں بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر و علیم! اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا، یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے ہیں تو ان کو ایسے طور پر ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو اور کور باطن حاسدوں کا منہ بند ہو جائے اور اگر اے خداوند! یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہے تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر، اگر میں تیری نظر میں مردود اور ملعون اور دجال ہی ہوں جیسا کہ مخالفوں نے سمجھا ہے''۔(۶۹/ج) یہ مرزا صاحب کا چار ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار تھا، انتہائی بدقسمتی کی بات ہے کہ مرزا صاحب نے یوں دعا نہ کی کہ اے اللہ! اگر یہ پیشین گوئیاں تیری طرف سے نہیں تو مجھے شیطان کے شر سے محفوظ فرما اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ انہوں نے جو کچھ مانگا وہی انہیں ملا، مؤرخہ ۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے اشتہار میں مرزا صاحب نے دعویٰ کیا تھا''اس عورت (محمدی بیگم) کا اس عاجز کے نکاح میں آنا تقدیر مُبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی، کیوں کہ اس کے متعلق الہام میں یہ فقرہ موجود ہے لاتبدیل لکلمات اللہ یعنی میری یہ بات نہیں ٹلے گی، پس اگر ٹل جاوے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے''۔ اسی اشتہار میں انہوں نے یہ بھی لکھا''اگر یہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہیں تو میں نامراد، ملعون، مردود، ذلیل اور دجال ہوں''۔(۷۰/الف)، اس سے پہلے ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں انہوں نے لکھا تھا''...... پھر ان دنوں میں جو زیادہ تشریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ (مرزا احمد بیگ) کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز (مرزا غلام احمد قادیانی) کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بنادے گا اور گم راہوں میں ہدایت پھیلاوے گا''۔(۷۰/ب) مرزا صاحب کی مذکورہ عبارتوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی معاملے میں کسی پر بار بار الہامات ہوتے ہوں تو تکرار بے شمار سے ہونے والے ایسے الہامات کا ربانی ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا بل کہ یہ شیطانی بھی ہو سکتے ہیں۔ مرزا صاحب کا یہ کہنا ہے کہ براہین احمدیہ (۱۸۸۰ء۔۱۸۸۴ء) میں مذکور کھلے کھلے الہامات مجھے حقیقی مسیح

موعود اور حقیقی نبی بنا رہے تھے لیکن میں غلطی سے انہیں سال ہا سال تک مجازی معنی پہناتا رہا، پھر بارش کی طرح مجھ پر وحی نازل ہوئی تو میں نے بارہ سال کے بعد اپنے حقیقی مسیح موعود اور کوئی اکیس سال کے بعد اپنے حقیقی نبی ہونے کو پہچان لیا۔ پس جس طرح محمدی بیگم کے بارے میں مرزا صاحب کے بار بار کے الہامات شیطانی تھے اسی طرح اس کو مسیح موعود اور نبی ٹھہرانے والے بارش کی طرح ہونے والے الہامات بھی یقیناً شیطانی تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کرتا کہ کسی پر کبھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور کبھی شیطان کی طرف سے وحی نازل ہوا کرے۔ مرزا صاحب کے اپنے ہی قلم سے اپنے مشرک عظیم ہونے کے مباحث میں ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ ان کے نزدیک الہام اور وحی ہم معنی تھے اور وہ دونوں کو موجب یقین قرار دیتے تھے۔ الغرض وہ اپنے مزعومہ الہامات کو اپنے اعتراف کے مطابق سال ہا سال تک سمجھنے سے قاصر رہا کرتے تھے، محمدی بیگم کے متعلق الہامات کے بارے میں بھی انہیں شک پیدا ہونے لگا تھا، چناں چہ وہ ازالۂ اوہام (۱۸۹۱ء) میں لکھتے ہیں'' ...... جب یہ پیشین گوئی معلوم ہوئی اور ابھی پوری نہیں ہوئی تھی جیسا کہ اب تک بھی جو ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء سے پوری نہیں ہوئی تو اس کے بعد اس عاجز (مرزا قادیانی) کو ایک سخت بیماری آئی یہاں تک کہ قریب موت کے نوبت پہنچ گئی بل کہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی ......، تب میں نے اس پیشین گوئی کی نسبت خیال کیا کہ شاید اس کے اور معنی ہوں گے جو میں نہیں سمجھ سکا تب اس حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا: **الحقّ من ربك فلاتكونن من الممترين** یعنی یہ بات تیری رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے؟۔ اس وقت مجھ پر یہ بھید کھلا کہ کیوں خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کریم کو قرآن میں کہا کہ تو شک مت کر سو میں نے سمجھ لیا کہ درحقیقت یہ آیت ایسے ہی نازک وقت سے خاص ہے جیسے یہ وقت تنگی اور نا امیدی کا میرے پر ہے اور میرے دل کو یقین ہو گیا کہ جب نبیوں پر بھی ایسا ہی وقت آجاتا ہے جو میرے پر آیا تو خدا تعالیٰ تازہ یقین دلانے کے لئے ان کو کہتا ہے کہ تو کیوں شک کرتا ہے اور مصیبت نے تجھے کیوں نا امید کر دیا تو نا امید مت ہو''۔ (۷۰/ج) یہاں مرزا صاحب کا یہ کہنا اللہ تعالیٰ اور اس کے نبیوں پر خبیث افترا ہے کہ نبیوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر شک ہونے لگتا تھا تو اللہ تعالیٰ کو انہیں تازہ یقین دلانا پڑتا تھا۔ کلام میں بعض اوقات کسی کو مخاطب کر کے سنانا، اسے نہیں بل کہ دوسروں کو مقصود ہوتا ہے، مثلاً سورۂ یونس میں ہے: **وَ اِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ○ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ○** (۷۱/الف) ''اور اگر (اے پیغمبر!) اس کتاب کی طرف سے جس کو ہم نے تیری طرف اتارا ہے تو شک میں ہے تو تو

ان لوگوں سے پوچھ لے جو تجھ سے پہلے کی کتابوں کو پڑھتے ہیں، بے شک تیرے رب کی طرف سے تیرے پاس سچی کتاب آئی ہے سو تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو، اور تو ہرگز ان لوگوں میں سے نہ ہو جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ورنہ تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا''۔ دیکھئے یہاں گو خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہے لیکن سیاقِ کلام سے واضح ہے کہ سنانا دوسروں کو مقصود ہے۔ چناں چہ ان آیات کے نزول کے بعد آپ نے فرمایا کہ نہ تو میں شک کرتا ہوں اور نہ ہی اہل کتاب سے پوچھوں گا۔ (۱۷/ب) اگلی آیت میں جو کہا گیا ہے کہ آپ ہرگز ان لوگوں میں سے نہ ہوں جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے تو کوئی مرزا قادیانی جیسا بدبخت ہی ہوگا جو یہ سمجھ بیٹھے کہ آپ کا (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے کا کوئی ارادہ تھا یا جھٹلا رہے تھے تب ہی تو آپ کو مخاطب کر کے منع کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی آیت میں بھی کتاب اللہ کے متعلق شک نہ کرنے کا جو حکم دیا گیا اس کا بھی تعلق ہرگز رسول اکرم ﷺ سے نہیں بل کہ آپ کے ذریعے دوسروں کو حکم دیا گیا ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کو اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ہرگز کوئی شک نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو (معاذ اللہ) انہیں دوبارہ یقین دلانا پڑتا ہے۔ البتہ کبھی یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ مطلق ہوتا ہے اس میں وقت اور مہینہ وغیرہ ظاہر نہیں کیا جاتا، حضرات انبیاء علیہم السلام وحی کے بغیر محض اپنے قیاس اور تخمینے سے وعدے یا وعید کے ظہور کا جو وقت خیال کر لیتے ہیں اس کے متعلق انہیں بعد میں پتہ چلتا ہے کہ ان کے اندازے غلط تھے۔ عربی زبان میں محض غلطی پر بھی کذب کے لفظ کا استعمال عام ہے، چوں کہ ان کے ایسے اندازے ظنی اور تخمینی ہوتے ہیں یقینی نہیں ہوتے اس لئے وہ کبھی بھی تاریخ مہینہ یا سال متعین کر کے اپنے ساتھیوں کو یقین نہیں دلاتے اور نہ ہی مخالفین کو تحدّی (چیلنج) کرتے ہیں اور کبھی بھی وہ اس طرح کے بچگانہ اور مضحکہ خیز کلمات زبان پر نہیں لاتے کہ اگر ایسا نہ ہوا تو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ہمیں ملعون، مردود، نامراد، ذلیل، مفتری و کذاب سمجھا جائے، ہمیں روسیاہ کیا جائے، ہمارے گلے میں رسی ڈالی جائے اور ہمیں پھانسی دی جائے وغیرہ وغیرہ من الخرافات جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی مرغوب عادت تھی۔ سال ۶ ہجری میں صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط مسلمانوں کو پہلے پہل ناگوار گزر رہی تھیں جن کے مطابق یہ بھی تھا کہ مسلمان اس سال نہیں بل کہ اگلے سال ۷ ہجری میں عمرہ کر سکیں گے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی سخت تشویش کا اظہار کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے ہمیں یہ بتایا نہیں تھا کہ ہم بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں مگر کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم اسی سال بیت اللہ پہنچیں گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: نہیں، آپ نے فرمایا بے شک تم وہاں پہنچو

گے اور اس کا طواف بھی کرو گے۔ (۱۷/ج) سورۂ یوسف میں ہے: حَتّٰی اِذَا اسْتَایْئَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْآ اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَ هُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَ لَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ۝ (۲۷/الف) ''یہاں تک کہ (مدت دراز ہونے کی وجہ سے) جب پیغمبر (اس بات سے) مایوس ہو گئے (کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی نصرت کے وعدے کا جو وقت اپنے اندازے سے سمجھ رکھا تھا وہ اندازہ پورا نہ ہوا) اور انہیں گمان غالب ہو گیا کہ (وقت کا صحیح اندازہ لگانے میں) ہمارے فہم نے غلطی کی تو اس وقت ہماری مدد ان کو آ پہنچی تو جسے ہم نے چاہا وہ بچا لیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے پھرتا نہیں''۔ یہ تفسیر ان مفسرین کے مطابق ہے جن کے نزدیک آیت مذکورہ میں کلمات ''ظنوا'' اور ''کذبوا'' کا مرجع حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں۔ دیگر مفسرین نے یہ تفسیر کی ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی ناامیدی کا تعلق کفار کے ایمان نہ لانے اور اسلام قبول نہ کرنے سے ہے اور ''ظنوا'' اور ''کذبوا'' میں ضمیریں کفار کی طرف لوٹتی ہیں۔ یعنی ''جب پیغمبر (کفار کے قبول اسلام سے) مایوس ہو گئے اور انہوں نے (یعنی کفار نے) یہ گمان کیا کہ (عذاب کی وعیدوں کے متعلق) ان سے جھوٹ کہا گیا تھا تو فوراً ہی ہماری مدد ان (پیغمبروں) کو آ پہنچی الخ''۔ الغرض کبھی ایسا نہ ہوا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اللہ کی رحمت اور اس کے وعدوں سے کسی بھی وقت مایوس ہوئے ہوں اور کبھی بھی یہ نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں سے اپنے وعدے پورے نہ فرمائے ہوں۔ ادھر مرزا قادیانی کو دیکھئے کہ (بہ قول ان کے) محمدی بیگم کا ان سے نکاح آسمان پر پڑھا گیا تھا مگر اس کے باوجود انہیں شدید مایوسی اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو یوں پینترا بدلا کہ حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں لکھتے ہیں ''اور یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت (محمدی بیگم) کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ درست ہے مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا ہے خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی ایتھا المرأۃ توبی توبی فانّ البلاء علیٰ عقبك پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا، تاہم فی الحال تاخیر کی امید بہتر ہے''۔ (۲۷/ب) خوب غور کیجئے کہ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کا نکاح جو ۱۸۹۴ء میں تقدیر مُبرم تھا، وہ اب ۱۹۰۷ء میں تقدیر معلّق میں کیوں بدل گیا اور اگر یہ کسی شرط کے ساتھ مشروط تھا تو انہوں نے اسے تقدیر مبرم کیوں قرار دے رکھا تھا اور اسی طرح کے اشتہارات کیوں جاری فرما دیئے تھے کہ اگر یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی تو مجھے ملعون، مردود، ذلیل، نامراد اور دجال سمجھا جائے؟ چوں کہ مرزا صاحب اپنی مزعومہ وحی کو سال ہا سال تک بھی سمجھنے میں غلطی میں پڑے رہتے تھے اور انہیں یہ گمان ہونے لگتا تھا کہ ''شاید اس کے اور معنی ہوں گے جو میں سمجھ نہیں سکا'' جو بہ ذاتِ خود ان کے

متنبی ہونے پر زبردست دلیل ہے، اس کے باوجود ہم انہیں بڑی سے بڑی رعایت (Allowance) بھی دینے کے لئے بہ خوشی تیار ہیں کہ مرزا صاحب کا محمدی بیگم سے جو آسمانی نکاح ہوا تھا تو گوان کا رقیب مرزا سلطان محمد ساری عمر ان کی اس آسمانی منکوحہ کو اپنے ساتھ لئے پھرتا رہا اور اس کے اس سے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں پھر بھی ہم تھوڑی دیر کے لئے مان لیتے ہیں کہ اس آسمانی نکاح کا ظہور عالم آخرت میں ہونا تھا مگر مرزا صاحب غلطی سے یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ دنیوی زندگی میں ہوگا، کیوں کہ وہ بارہ سال تک اس کھلی کھلی وحی کو بھی یہ نہ سمجھ پائے تھے جو انہیں حقیقی مسیح موعود بنا رہی تھی اور اکیس سال تک اس کھلی کھلی وحی کو بھی سمجھنے میں چوک گئے تھے جو انہیں حقیقی نبی بنا رہی تھی تو وہ محمدی بیگم سے متعلق وحی کو سمجھنے میں غلطی کر گئے ہوں تو اس کی سو فیصد گنجائش موجود ہے پس کوئی کہہ سکتا ہے کہ محمدی بیگم سے ان کے آسمانی نکاح کا ظہور آسمان پر ہی ہوگا اور مرزا سلطان محمد بیگ جو دنیا میں اس کا شوہر تھا آخرت میں منہ دیکھتا رہ جائے گا جیسے مرزا قادیانی صاحب دنیا میں منہ دیکھتے رہ گئے تھے۔ بات تو دل کو لگتی ہے لیکن یہاں سخت مشکل یہ پیش آ رہی ہے کہ محمدی بیگم اور اس کے خاندان نے تادم مرگ مرزا قادیانی کی نبوت کو قبول نہیں کیا، لہٰذا وہ قادیانی شریعت کی رُو سے کافر تھے، اس بنا پر محمدی بیگم تو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) جہنم میں ہوگی۔ قرآن کریم کی سورۂ اعراف میں ہے کہ جہنمی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ گزر جائے۔ (۲/۷ ج) ادھر مرزا قادیانی ان کے عقیدت مندوں کے خیال میں نبی ہونے کی وجہ سے جنت کے اعلیٰ مدارج میں ہوں گے، جنتیوں کے متعلق سورۂ انبیاء میں ہے کہ وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے اور وہ تو اس کی آواز بھی سننے نہیں پائیں گے۔ (۳/۷ الف) لہٰذا مذکورہ مفروضے کو صحیح تسلیم کر لینے کی صورت میں عالم آخرت میں مرزا صاحب اور محمدی بیگم کے ملاپ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، اگر کہا جائے کہ شاید محمدی بیگم نے موت سے پہلے قادیانیت قبول کر لی ہو اور دوسروں کو اس کا علم نہ ہوا ہو تو ''شاید'' سے خارجی حقائق اور عقائد ثابت نہیں ہوا کرتے، اگرچہ عدم ثبوت سے عدم وجود لازم نہیں آتا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر سے کوئی حتمی اور تقدیر مُبرم والی پیشین گوئی کرادے اور اس کا خارج میں ظہور دنیا میں ہوا ہی نہ ہو اور آخرت میں اس کا ظہور لوگوں پر اس دنیا میں ثابت ہی نہ ہو سکے تو ایسی پیشین گوئی کا پیغمبر کی زبان سے صدور اور وہ بھی جو بہ کثرت اور بہ تکرار ہو، قطعاً مضحکہ خیز، عبث اور فضول ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف کسی لغو اور عبث کام کو منسوب کرنا کفر ہے، لہٰذا قطعیت سے یہ ثابت ہو گیا کہ دیگر بہت سی پیشین گوئیوں کی طرح محمدی بیگم سے مرزا صاحب کے نکاح کی پیشین گوئی ہرگز ربانی وحی کی بنا پر نہیں بل کہ سراسر شیطانی وحی کی بنا پر تھی۔ جس پر ایک مرتبہ کی بھی شیطانی وحی کا نزول ثابت ہو جائے تو اس کی ساری

مزعومہ وحی شیطانی ہی کہلائے گی کیوں کہ جیسا کہ بار بار مذکور ہو چکا یہ ہرگز ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کسی نبی پر کبھی شیطانی وحی کا اور کبھی ربانی وحی کا نزول ہوا کرے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کی بالفرض دوسری ہزاروں بل کہ لاکھوں پیشین گوئیاں بھی درست ثابت ہوئی ہوں تو بھی انہیں کذاب ہی قرار دیا جائے گا اور ان کی مزعومہ نبوت اور مسیحیت ان سے ہرگز ثابت نہیں ہو گی۔ نجومیوں، دست شناسوں، شعبدہ بازوں، جادوگروں، کاہنوں وغیرہ کی بہت سی پیشین گوئیاں بسا اوقات صحیح نکل آتی ہیں، پیغمبر کی تو ایک بھی پیشین گوئی جسے وہ وحی پر مبنی قرار دیتا ہو ہرگز ہرگز غلط نہیں ہوا کرتی۔ محمدی بیگم والی پیشین گوئی تو جیسا کہ آئندہ مباحث سے مزید واضح ہو جائے گا ایک غیر معمولی پیشین گوئی تھی، پروفیسر محمد الیاس برنی رحمہ اللہ نے ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' میں کیا خوب لکھا ہے ''سب پیشین گوئیاں اپنی قوت، اہمیت اور صراحت میں یکساں نہیں ہوتیں، یہ شادی کی پیشین گوئی بہ ہر صورت پوری ہو جاتی کہ اس کی تکمیل آسمان پر اور تشہیر زمین پر بہ خوبی ہو چکی تھی اور خود مرزا صاحب نے اس کو اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دیا تھا، مزید برآں اس کی دھن میں گھر برباد ہوا، قدیم بیوی کو طلاق ملی، جوان کے لڑکے عاق ہوئے، گھر کنبے میں نفاق پڑا، علالت میں حالت مرگ تک پہنچی تو بھی پیشین گوئی دل سے جدا نہ ہو سکی لیکن وائے قسمت پوری ہونی تھی نہ ہوئی۔

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے
وہ ہر ایک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا
(۷۳/ب)

سورۂ انعام میں ہے کہ ''اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے، حال آں کہ اس پر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کسی بات کی بھی وحی نہیں کی گئی اور جو شخص یہ کہے کہ جیسا کلام اللہ نے نازل کیا ہے اسی طرح کا میں بھی لاتا ہوں، اور اگر تو اس وقت دیکھے جب یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ ہاں اپنی جانیں نکالو آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس لئے کہ تم اللہ کے ذمے جھوٹی باتیں لگایا کرتے تھے اور تم اللہ کی آیات سے تکبر کرتے تھے''۔ (۷۳/ج) اگر مرزا صاحب کو مراق اور ہسٹیریا کے اپنے اعترافی امراض میں مبتلا ہونے پر عند اللہ مجبور و معذور سمجھ لیا جائے یا یہ کہا جائے کہ شاید انہوں نے اپنی موت سے پہلے توبہ کر لی ہو اور دوسروں کو اس کا علم نہ ہوا تو بھی ہم شریعت کی رو سے ان کی ظاہری حالت کا ہی اعتبار کریں گے، نیز اس صورت میں اگر ان کے لئے عند اللہ کوئی گنجائش ہو بھی تو صحیح الحواس لوگوں کے لئے اس کا قطعاً

کوئی جواز نہیں پیدا ہوتا کہ وہ انہیں مجدد، مسیح یا نبی سمجھ لیں اور ان کی شیطانی وحی کو رحمانی قرار دینے لگیں۔

۱۶۔ بہ حوالہ مرزا سلطان محمد کی موت کی پیشین گوئی

مذکورہ بالا مباحث میں بتایا جا چکا ہے کہ جس محمدی بیگم کو مرزا غلام احمد متنبیؑ قادیان نے اپنی آسمانی منکوحہ قرار دیا تھا وہ انہیں عمر بھر حاصل نہ ہو سکی بل کہ اس کا نکاح مرزا سلطان محمد سے ہوا جو مرزا قادیانی کی ۱۹۰۸ء میں موت کے چالیس سال بعد ۱۹۴۸ء میں فوت ہوا، حال آں کہ مرزا قادیانی نے یہ پیشین گوئی کر رکھی تھی کہ وہ محمدی بیگم سے نکاح کے بعد اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا۔ مدت پوری ہونے پر بھی وہ زندہ رہا تو مرزا صاحب نے فرمایا کہ انذاری اور وعیدی پیشین گوئیوں میں مدت مؤخر ہو سکتی ہے اور انجام آتھم (۱۸۹۶ء) میں یہ لکھا ''میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ تقدیر مُبرم ہے، اس کا انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو وہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی''۔ (۴۷/الف) اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کو جھوٹا کر دیا۔ ان کو ۱۹۰۸ء میں موت آگئی لیکن احمد بیگ کا داماد سلطان محمد بیگ ۱۹۴۸ء تک زندہ رہا، مرزا صاحب کی ان کے اپنے الفاظ میں یہ بار بار کی پیشین گوئی تھی جو علی الاعلان جھوٹی نکلی اور اس امر پر مہر تصدیق ثبت کر گئی کہ مرزا صاحب کی مزعومہ وحی سراسر شیطانی تھی۔

۱۷۔ بہ حوالہ ذلت ورسوائی سے محفوظ رہنے کی پیشین گوئی

مرزا قادیانی نے حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں اپنا ایک الہام لکھا ہے ''انی مھین من اراد اھانتک یعنی میں اس کو ذلیل کروں گا جو تیری ذلت کا ارادہ کریں گے''۔ (۴۷/ب) مرزا صاحب کا یہ الہام بھی جھوٹا ثابت ہوا، مخالفین مثلاً ڈاکٹر عبد الحکیم خاں، مرزا صاحب کی آسمانی منکوحہ محمدی بیگم کے اقارب اور مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ وغیرہ نے ان کی سخت مخالفت کی اور وہ ان کی پوری پوری توہین وتذلیل میں کامیاب ہوئے۔ محمدی بیگم سے نکاح کے متعلق اپنی پیشین گوئی کے بارے میں خود مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ''اگر یہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہیں تو میں نامراد، ملعون، مردود، ذلیل اور دجّال ہوں''۔ انہوں نے یہ بھی لکھا تھا ''اگر یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے (خدا کی طرف سے) نہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر......اور ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا''۔ (۴۵/الف) اس سے بڑھ کر اور کیا رسوائی ہوگی کہ کسی مدعی نبوت کی آسمانی منکوحہ کو کوئی اور شخص اپنی بیوی بنا کر ساری عمر اس مدعی نبوت کی چھاتی پر مونگ دلتا رہے۔ ہاں اگر مرزا صاحب اہانت اور اعانت میں فرق نہ کر سکے ہوں تو الگ بات ہے، الغرض مرزا صاحب کا مذکورہ بالا الہام بھی ربانی نہیں بل کہ شیطانی تھا۔

۱۸۔ بہ حوالہ آخری زمانہ

مرزا قادیانی نے حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں سُنن ابو داؤد کی روایت کے حوالے سے لکھا ''خدا ہر ایک صدی کے سر پر اس امت کے لئے ایک شخص کو مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے دین کو تازہ کرے گا'' اس کے بعد وہ مزید لکھتے ہیں ''اور یہ بھی اہل سنت کے ہاں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہوگا جو آخری زمانے میں ظاہر ہوگا، اب تنقیح طلب امر یہ ہے کہ یہ آخری زمانہ ہے یا نہیں؟ یہود و نصاریٰ دونوں قومیں اس بات پر اتفاق رکھتی ہیں کہ یہ آخری زمانہ ہے اگر چاہو تو پوچھ لو''۔ (۷۵/ب)
مرزا صاحب نے اپنی اس تحریر میں اپنے آپ کو بہ حیثیت مسیح موعود چودہویں صدی ہجری کا آخری مجدد اور چودہویں صدی کو آخری زمانہ قرار دیا ہے، حال آں کہ اب تو پندرہویں صدی ہجری کا ربع اول بھی گزر چکا ہے اور بہ موجب حدیث پندرھویں صدی ہجری کا بھی مجدد ہونا چاہئے، پس مرزا صاحب کا خیال جھوٹا ثابت ہوا جس سے ان کے مسیح موعود ہونے کے دعوے کا بھی دھڑن تختہ ہو گیا، ان کے اس طرح کے سارے خیالات شیطانی تھے، ربانی ہرگز نہ تھے۔

۱۹۔ بہ حوالہ صلیبی عقیدہ ٹوٹنے کی پیشین گوئی

حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے متعلق یہ پیشین گوئی کی ''مسیح موعود صلیبی عقیدہ کو توڑ دے گا اور بعد اس کے دنیا میں صلیبی عقیدہ کا نشو ونما نہیں ہوگا، ایسا ٹوٹے گا کہ پھر قیامت تک اس کا پیوند نہیں ہوگا، انسانی ہاتھ اس کو نہیں توڑیں گے بل کہ وہ خدا جو تمام قدرتوں کا مالک ہے جس طرح اس نے اس فتنہ کو پیدا کیا تھا اسی طرح اس کو نابود کر دے گا...... وہ مسیح ایک بڑے کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے...... اس کا اقبال صلیب کے زوال کا موجب ہوگا اور صلیبی عقیدہ کی عمر اس کے ظہور سے پوری ہو جائے گی''۔ (۷۵/ج) یہ پیشین گوئی بھی جھوٹی ثابت ہوئی، اس کے جھوٹا ہونے کا ثبوت ہم خود قادیانی اخبار الفضل سے پیش کرتے ہیں ''کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت ہندوستان میں عیسائیوں کے ۱۳۷ مشن کام کر رہے ہیں یعنی ہیڈ مشن، ان کی برانچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، ہیڈ مشنوں میں اٹھارہ سو سے زیادہ پادری کام کر رہے ہیں...... کہا جاتا ہے کہ روزانہ ۲۲۴ مختلف مذاہب کے آدمی ہندوستان میں عیسائی ہو رہے ہیں...... احمدی جماعت کو سوچنا چاہئے کہ عیسائیوں کی مشنریوں کی تعداد کے اس قدر وسیع جال کے مقابلے میں اس کی مساعی کی کیا حیثیت ہے، ہندوستان میں ہمارے دو درجن مبلغ ہیں اور وہ بھی جن مشکلات میں کام کر رہے ہیں انہیں بھی ہم خوب جانتے ہیں''۔ (۷۶/الف) قادیانی اخبار کی یہ ۱۹ جون

۱۹۴۱ء کی رپورٹ ہے یعنی مرزا قادیانی کی ۱۹۰۸ء میں موت کے ۳۳ سال بعد بھی مذکورہ رپورٹ کے مطابق سالانہ (۳۶۵x۲۲۴) ۸۱۷۶۰ افراد صرف ہندوستان میں عیسائی ہور ہے تھے، دورِ حاضر میں بھی عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں بھرپور انداز سے جاری ہیں۔ پس مرزا صاحب کی کسر صلیب کی پیشین گوئی اور اسے اپنی صداقت کی نشانی قرار دینا شیطانی وحی کی بنا پر تھا۔ اس سلسلے میں وہ اپنے جھوٹا ہونے پر خود ہی یوں مہر تصدیق ثبت فرمار ہے ہیں ''اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدی موعود کو کرنا چاہئے تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں، پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت نمائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں''۔ (۷۶/ب) دنیا جانتی ہے کہ مرزا صاحب عیسائیت کو بہ دستور پھلتا پھولتا چھوڑ کر قبر میں اتر گئے۔ حقیقۃ الوحی اور تتمہ حقیقۃ الوحی دونوں میں کل ملا کر انہوں نے اپنی صداقت پر نام نہاد دوسو آٹھ نشانات بیان کئے ہیں۔ نشان نمبر ۱۳۶ کسرِ صلیب کے متعلق ہے جس کے علی الاعلان جھوٹا نکلنے پر باقی ماندہ نشانات بھی خود ان کی اپنی تحریر کے مطابق کالعدم ہو گئے۔

۲۰۔ مکے اور مدینے میں ریل چل جانے کی پیشین گوئی

سورۂ تکویر کی ابتدائی آیات کا تعلق قیامت کے مناظر سے ہے، مرزا قادیانی نے معنوی تحریف سے کام لیتے ہوئے ان میں سے بعض آیات کو اپنی صداقت پر نشانیاں قرار دیا، مثلاً وَاِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ''اور جب جانیں (جسموں سے) ملادی جائیں گی'' کا مطلب انہوں نے یہ بیان کیا کہ مسیح موعود کے زمانے میں دور دراز کی قوموں میں باہم تعلقات بڑھ جائیں گے۔ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ''اور جب نامۂ اعمال کو لے جائیں گے'' کا مطلب انہوں نے یہ بیان کیا کہ مسیح موعود کے زمانے میں کتابوں اور رسالوں کی بہت زیادہ نشر و اشاعت ہوگی''۔ اس معنوی تحریف کی نقد سزا انہیں یہ ملی کہ وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ''اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں (قیامت کی دہشت کی وجہ سے) چھوڑی دی جائیں گی'' کا مطلب یہ بیان کرڈالا کہ مسیح موعود کی خاص نشانی یہ ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان بہت جلد ریل گاڑی چل جائے گی اور حج کرنے والوں کو اونٹنیوں پر سفر کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ (۷۶/ج) اس پیشین گوئی کا ذکر مرزا صاحب نے تحفہ گولڑویہ (۱۹۰۲ء) میں بھی یوں کیا تھا'' یہ پیش گوئی اب خاص طور پر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی ریل تیار ہونے سے پوری ہو جائے گی، کیوں کہ وہ ریل جو دمشق سے شروع ہو کر مدینے میں آئے گی وہی مکہ معظمہ میں آئے گی اور امید ہے کہ بہت جلد اور صرف چند سال تک

یہ کام ہو جائے گا...... اور تعجب نہیں کہ تین سال کے اندر اندر یہ ٹکڑا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی راہ کا تیار ہو جائے اور حاجی لوگ بہ جائے بدوؤں کے پتھر کھانے کے طرح طرح کے میوے کھاتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچا کریں گے۔'' (۷۷/الف) یہ پیشین گوئی تا حال ۲۰۱۱ء تک پوری نہیں ہوئی، حال آں کہ بہ مطابق مزعومہ الہام کوئی ۱۹۰۵ء تک پوری ہو جانی چاہئے تھی، کیوں کہ تحفہ گولڑویہ مرزا صاحب کی ۱۹۰۲ء کی تصنیف ہے، پس یہ پیشین گوئی بھی شیطانی الہام پر مبنی تھی۔

۲۱۔ بہ حوالہ قادیان کے طاعون سے محفوظ رہنے کی پیشین گوئی

ہندوستان میں جب طاعون پھیلا تو مرزا قادیانی نے پیشین گوئی کی کہ قادیان اس مرض سے بالکل محفوظ رہے گا، مثلاً انہوں نے دافع البلاء (۱۹۰۲ء) میں لکھا ''تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہ ہر حال جب تک کہ طاعون دنیا میں ہے گو ستر برس تک رہے قادیان کو اس خوف ناک تباہی سے محفوظ رکھے گا، کیوں کہ یہ اس کے رسول کی تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے''۔ (۷۷/ب) پھر کسی اور نے نہیں بل کہ خود مرزا صاحب نے لکھا ہے ''قادیان میں ابھی تک کوئی نمایاں کمی نہیں ہے، ابھی اس وقت جو لکھ رہا ہوں ایک ہندو بیجناتھ جس کا گھر گویا ہم سے دیوار تا دیوار ہے چند گھنٹے بیمار رہ کر راہی ملک عدم ہوا''۔ (۷۷/ج) حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں مرزا صاحب نے لکھا ''ایک دفعہ کسی قدر شدت سے طاعون قادیان میں ہوئی'' نیز اسی کتاب میں انہوں نے ہی بھی لکھا ''طاعون کے دنوں میں جب کہ قادیان میں طاعون زور پر تھا میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہو گیا''۔ (۷۷/د) پس قادیان کے طاعون سے بالکل محفوظ رہنے کی مرزا صاحب کی مزعومہ وحی شیطانی تھی۔ مرزا صاحب نے یہاں یہ لچر تاویل کی ہے کہ متعلقہ الہامات میں تھا انّه اوی القریۃ کہ اس (اللہ) نے (قادیان کی) بستی کو پناہ دی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے کسی قدر تکلیف ہوگی پھر اللہ تعالیٰ اسے کسی بڑی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ اردگرد کی بستیوں میں لوگ بڑی تعداد میں مرے لیکن (بہ قول مرزا صاحب) قادیان میں بہت کم اموات ہوئیں۔ (۷۷/ھ) یہ تاویل تب درست ہو سکتی تھی کہ قادیان کے اردگرد طاعون کا زور ہوتا اور اس سے بچنے کے لئے طاعون زدہ لوگ قادیان میں چلے آتے اور اسے محفوظ پناہ گاہ پاتے۔ قادیان میں اس کی شدت سرے سے نمایاں ہی نہیں ہونی چاہئے تھی۔ قادیاں میں اس کا تھوڑا سا ظہور ہوا ہوتا تو شاید مرزا صاحب کی مذکورہ تاویل کچھ چل جاتی لیکن وہ خود لکھتے ہیں ''اس جگہ زور طاعون کا بہت ہو رہا ہے، کل آٹھ آدمی مرے تھے، اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم کرے''۔ (۷۸/الف) جہاں تک مرزا

صاحب کے اس دعوے کا تعلق ہے کہ قادیان میں طاعون سے اموات نسبۃً بہت کم ہوئیں تو ان کے صحیح ہونے پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ مرزا صاحب کو جھوٹی مبالغہ آمیزی کی خاصی عادت تھی، مثلاً ہم اگلے عنوان ''جھوٹ کی فصل'' کے تحت باحوالہ واضح کریں گے کہ مرزا صاحب کا یہ جھوٹ ان کی کتابوں مثلاً حقیقۃ الوحی میں جا بہ جا بکھرا پڑا ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے قادیانیت قبول کر لی ہے۔ حال آں کہ ان کی ۱۹۰۸ء میں موت کے کوئی ۲۳ سال بعد ۱۹۳۱ء میں مردم شماری ہوئی تو قادیانیوں کی کل تعداد پچپن ہزار نکلی جسے مرزا البشیر الدین محمود خلیفۂ قادیان نے کھینچا تانی سے پچھتر چھہتر ہزار قرار دیا، اور مثلاً مرزا صاحب نے اپنے نام نہاد معجزات اور نشانات کی تعداد دس لاکھ سے کچھ زائد بیان کی ہے وغیرہ۔

۲۲۔ بہ حوالہ قادیان کے دارالامان ہونے کی پیشین گوئی

مرزا قادیانی کو ۱۹ اپریل ۱۹۰۴ء کو قادیان کے متعلق یہ الہام ہوا من دخله کان امنا (۷۸/ب) یعنی جو شخص اس (قادیان) میں داخل ہوگا وہ امن میں رہے گا۔ قادیانی اخبار الفضل کے ہر صفحے پر روزنامہ الفضل قادیان دارالامان لکھا جاتا رہا، یہ الہام بھی جھوٹا ثابت ہوا، برصغیر کی ۱۹۴۷ء میں تقسیم کے بعد قادیانی بھاگم بھاگ پاکستان پہنچے اور چک ڈگیاں (سابق ربوہ حال چناب نگر) میں پناہ لی۔

۲۳۔ بہ حوالہ قادیان کی وسعت کی پیشین گوئی

قادیان کے متعلق مرزا صاحب کو یہ الہام بھی ہوا تھا ''میں قادیان کو اس قدر وسعت دوں گا کہ لوگ کہیں گے کہ لاہور بھی کبھی تھا''۔ (۷۸/ج) اس الہام کا جھوٹا نکلنا کسی وضاحت کا محتاج نہیں۔ پس قادیان کے متعلق مرزا صاحب کے مزعومہ الہامات شیطانی تھے، ربانی ہرگز نہ تھے۔ آج تو یہی کہنا پڑتا ہے کہ ''قادیان بھی کبھی تھا''۔

۲۴۔ بہ حوالہ صاحبِ کُن فیکون ہونے کی پیشین گوئی

براہین احمدیہ حصہ پنجم (۱۹۰۵ء) میں مرزا قادیانی نے اپنے متعلق صاحبِ کُن فیکون ہونے کا یہ الہام لکھا انّمَا امرك اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون (۷۹/الف) تیری بات یہ ہے کہ جب تو کسی چیز کا ارادہ کرے تو اسے کہے ہو جا تو وہ ہو جائے گی''۔ مرزا صاحب کا یہ الہام بھی شیطانی ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرزا صاحب کو یہ مقام و مرتبہ حاصل ہوا ہوتا تو مثلاً ڈاکٹر عبدالحکیم خاں، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ اور اپنے کام یاب رقیب مرزا سلطان محمد وغیرہ کے سلسلے میں انہیں شرم ناک

رسوائی اور ذلت کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

۲۵۔ بہ حوالہ مبارک احمد کے عمر پانے کی پیشین گوئی

حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں مرزا صاحب نے اپنا یہ الہام لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے چار لڑکے دے گا جو عمر پاویں گے۔ پھر چاروں لڑکوں کے نام بہ شمول مبارک احمد لکھے ہیں۔ (۷۹/ب) ان کا یہ الہام بھی یوں جھوٹا ثابت ہوا کہ مبارک احمد جسے انہوں نے پسرِ موعود قرار دیا تھا، جلد ہی بعد نابالغی ہی میں فوت ہو گیا تھا، مرزا صاحب نے رسوائی مٹانے کے لئے یہ پیشین گوئی کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا قائم مقام بیٹا عطا کرنے کی بشارت دی ہے مگر مبارک احمد کے بعد ان کے گھر کوئی بیٹا پیدا نہ ہوا۔ اس طرح کے سب الہامات شیطانی تھے۔

۲۶۔ بہ حوالہ پیر منظور محمد کے گھر بیٹا پیدا ہونے کی پیشین گوئی

مرزا قادیانی نے اپنے ایک خاص مرید پیر منظور محمد کو یہ بشارت سنائی کہ تیری بیوی کے بطن سے لڑکا پیدا ہوگا، وہ حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں لکھتے ہیں "پہلے یہ وحی الٰہی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جو نمونۂ قیامت ہوگا بہت جلد آنے والا ہے اور اس کے لئے یہ نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی محمدی بیگم کو لڑکا پیدا ہوگا اور وہ لڑکا اس زلزلے کے لئے ایک نشان ہوگا اس لئے اس کا نام بشیر الدولہ ہوگا"۔ (۷۹/ج) اللہ تعالیٰ کو مرزا صاحب کی رسوائی کے لئے یہی منظور تھا کہ منظور محمد کے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی، چناں چہ مرزا صاحب کی الہامی پیشین گوئی کے عین برعکس لڑکے کے بہ جائے لڑکی پیدا ہوئی۔ مرزا صاحب نے اس خفت کو مٹانے کے لئے دعویٰ داغ دیا کہ میری پیشین گوئی سچی ہے کہ آئندہ کبھی کوئی لڑکا ضرور پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو مرزا صاحب کی مزید رسوائی منظور تھی، پیر منظور محمد کی بیوی محمدی بیگم فوت ہوگئی اور آئندہ اس کے کوئی اولاد نہ ہوئی، مرزا صاحب جھوٹے ثابت ہوئے نہ تو کوئی لڑکا پیدا ہوا اور نہ ہی کوئی عظیم زلزلہ آیا، پس ان کی یہ ساری پیشین گوئیاں شیطانی الہامات پر مبنی تھیں۔

۲۷۔ بہ حوالہ مکے یا مدینے میں اپنے مرنے کی پیشین گوئی

مرزا قادیانی نے یہ پیشین گوئی کی "ہم مکے میں مریں گے یا مدینے میں"۔ (۸۰/الف) یہ پیشین گوئی بھی جھوٹی نکلی، مرزا صاحب کو کبھی حرمین میں جانا نصیب ہی نہ ہوا۔ یہاں یہ لچر تاویل قبول نہیں کی جا سکتی کہ اس سے دشمنوں پر غلبہ مراد ہے۔ مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے، اور ان کی

موت کے بعد بھی ان کے کئی شدید ترین مخالفین مثلاً مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ، ڈاکٹر عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ اوران کے کام یاب رقیب، مرزا سلطان محمد کئی سال تک زندہ رہے۔

۲۸۔ بہ حوالہ اپنی عمر کے متعلق پیشین گوئی

مرزا قادیانی نے حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں لکھا کہ دانیال نبی کی پیش گوئی کے مطابق ۱۲۹۰اور ۱۳۳۵کے اعداد میں ۱۲۹۰کا عدد مسیح موعود کی بعثت کے ہجری سال کو ظاہر کرتا ہے۔مرزا صاحب کا یہ دعوی تھا کہ ۱۲۹۰ہجری/ ۱۸۷۳عیسوی میں مجھے اللہ تعالیٰ سے مکالمے ومخاطبے کا شرف حاصل ہو چکا تھا اور ۱۳۳۵کا عدد مسیح کے آخری زمانے کو ظاہر کررہا ہے جو خدا تعالیٰ کے اس الہام سے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت بیان فرمایا ہے۔ (۸۰/ ب) اگر مرزا صاحب پر واقعی ۱۲۹۰ہجری میں شیطانی وحی کا نہیں بل کہ ربانی وحی کا نزول شروع ہو گیا تھا تو ان کے اپنے بیان کے مطابق ان کی موت ۱۳۳۵ہجری/ ۱۹۱۶عیسوی میں ہونی چاہئے تھی۔ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم (۱۹۰۵ء) میں اپنی عمر کے متعلق لکھا ''خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسّی برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم......بل کہ اس کے بارے میں جو فقرہ وحی الٰہی میں درج ہے اس میں مخفی طور پر ایک امید دلائی گئی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اسی برس سے بھی عمر کچھ زیادہ ہو سکتی ہے اور جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدے کے متعلق ہیں وہ چوہتر اور چھیاسی کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں، بہ ہر حال یہ میرے پر تہمت ہے کہ میں نے اس پیش گوئی کے زمانے کی کوئی بھی تعیین نہیں کی''۔ (۸۰/ ج) اپنی کتاب نشان آسمانی (۱۸۹۱ء۔ ۱۸۹۲ء) میں مرزا صاحب اپنے آپ کو مسیح موعود ثابت کرنے کے لئے لکھتے ہیں ''......یعنی اس روز سے جو وہ امامِ مُلہم ہو کر اپنے تئیں ظاہر کرے گا، چالیس برس تک زندگی کرے گا۔اب واضح رہے کہ یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوتِ حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ ۸۰ برس تک یا اس کے قریب تیری عمر ہے،اس الہام سے چالیس برس تک دعوت ثابت ہوتی ہے جن میں سے دس برس کامل گزر بھی گئے''۔ (۸۱/ الف) اپنے سال ولادت کے متعلق مرزا صاحب کتاب البریہ (۱۸۹۸) میں لکھتے ہیں ''اب میری ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ءیا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا''۔ (۸۱/ ب) تریاق القلوب (۱۸۹۹۔۱۹۰۲ء) میں مرزا صاحب لکھتے ہیں ''جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی

کا سر بھی آ پہنچا، تب خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعے سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے“۔ (۸۱/ ج) تحفہ گولڑویہ (۱۹۰۰۔۱۹۰۲ء) میں لکھتے ہیں ”خدا تعالیٰ نے ایک کشف کے ذریعے سے اطلاع دی ہے کہ سورۃ العصر کے اعداد سے بہ حساب ابجد معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آں حضرت ﷺ کے مبارک عہد تک جو عہد نبوت ہے یعنی ۲۳ برس کا تمام وکمال زمانہ، یہ کل مدت گزشتہ زمانے کے ساتھ ملا کر ۴۷۳۹ برس ابتدائے دنیا سے آں حضرت ﷺ کے روزِ وفات تک قمری حساب سے ہیں...... اس حساب سے میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار برس میں سے گیارہ برس رہتے تھے۔ (۸۲/ الف) ہم نے مرزا صاحب کے ان کی عمر کے متعلق ان کے مزعومہ الہامات پیش کر دیئے ہیں جن میں خاصا تناقض اور تضاد پایا جاتا ہے جو ایک جھوٹے کے کلام میں ہی ہوا کرتا ہے۔

حقیقۃ الوحی کے مذکورہ حوالے کے مطابق مرزا صاحب کو خدا سے مکالمے کا شرف ۱۲۹۰ ہجری/ ۱۸۷۳ء میں ہوا تھا اور اسی حوالے کے مطابق ان کی وفات ۱۳۳۵ ہجری/ ۱۹۱۶۔۱۹۱۷ عیسوی میں ہونی چاہئے تھی۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم اور کتاب البریہ کے مضامین کے مطابق مرزا صاحب کو چالیس سال کی عمر میں جو (مزعومہ) شرف مکالمہ حاصل ہوا تو سال ۱۸۷۹ عیسوی/ ۱۲۹۶ ہجری بنتا ہے، چوں کہ نشان آسمانی اور تریاق القلوب کے حوالوں کے مطابق مزعومہ بعثت کے بعد انہیں چالیس سال تک زندہ رہنا چاہئے تھا، اس لئے ان کا سال وفات ۱۹۱۷۔ ۱۹۱۸ عیسوی/ ۱۳۳۶ ہجری ہونا چاہئے تھا، تحفہ گولڑویہ کے متعلقہ مضمون کے مطابق رسول اکرم ﷺ کی ہجرت تک دنیا کی عمر ۴۷۳۹۔۱۱= ۴۷۲۸ سال بنتی ہے۔ اپنی ولادت کے سال تک وہ دنیا کی عمر ۶۰۰۰۔۱۱= ۵۹۸۹ سال بتاتے ہیں۔ لہٰذا ہجری سال کے اعتبار سے ان کا سال ولادت ۵۹۸۹۔۴۷۲۸= ۱۲۶۱ ہجری/ ۱۸۴۵ عیسوی ہوا۔ اس حساب سے چالیس سال کی عمر میں ان کی مزعومہ بعثت ۱۳۰۱ ہجری/ ۱۸۸۳۔۱۸۸۴ عیسوی میں ہوئی اور بعثت کے بعد دنیا میں چالیس سال قیام سے ان کا سال وفات ۱۳۴۱ ہجری/ ۱۹۲۲ عیسوی ہونا چاہئے لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ عیسوی بہ مطابق ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۲۶ ہجری بہ روز منگل فوت ہوئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اپنی عمر کے متعلق مرزا صاحب کی پیشین گوئیاں ہر لحاظ اور ہر حساب سے برملا جھوٹی نکلیں۔ پس چالیس سال کی عمر میں انہیں جو شرفِ مکالمہ ومخاطبہ حاصل ہوا تھا وہ شیطان سے ہوا تھا لیکن انہوں نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ان پر خدا کی طرف سے کوئی وحی نازل ہو رہی تھی۔ اپنی عمر کے متعلق جو اعداد وشمار خود مرزا صاحب نے پیش کئے ہیں ان میں ردّ و بدل اور تحریف کا حق قادیانی امت کو نہیں دیا جا سکتا، لیکن نہایت افسوس ہے کہ یہ لوگ مرزا صاحب کی جھوٹی پیشین گوئیوں سے عبرت پکڑنے

کی بے جائے نہایت کم زور اور مضحکہ خیز تاویلات کا سہارا لیتے ہوئے اس کوشش میں لگے رہے کہ مرزا صاحب کے سال ولادت کو مقدم کر کے اپنی رسوائی کو کسی حد تک چھپا سکیں۔ اس کھینچا تانی کے باوجود وہ ہرگز یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ اپنی مزعومہ بعثت کے بعد مرزا صاحب نے اپنی زندگی کے چالیس برس پورے کیئے ہوں۔ قیامت کے قریب جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا آسمان سے زمین پر نزول ہوگا تو احادیث صحیحہ کے مطابق وہ دنیا میں چالیس برس تک رہیں گے، شادی کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی وہ دجال کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑیں گے یعنی ان کی آمد پر موجودہ صلیب پرستی ختم ہو جائے گی، یہودی مقتول ومخذول اور عیسائی اسلام قبول کریں گے، دنیا میں صرف ایک ہی دین یعنی اسلام باقی رہے گا۔ وفات کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی قبر کے متصل دفن ہوں گے۔ بعض روایات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں قیام ۴۵ برس ہوگا۔ (۸۲/ب) مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں یہ دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام تو فوت ہو چکے اور احادیث میں جس مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے آنے کی خبریں دی ہیں ان سے مراد میں مرزا غلام احمد قادیانی ہوں اور میں ہی مسیح موعود ہوں۔ اپنی مزعومہ صداقت کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے بائبل کی کتاب دانیال کے آخری باب میں ۱۲۹۰، اور ۱۳۳۵ دنوں سے ہجری سال مراد لئے ہیں کہ میری بعثت ۱۲۹۰ھ میں ہوئی تھی اور ۱۳۳۵ھ میرے زمانے کے آخر کو ظاہر کر رہا ہے۔ یوں مرزا صاحب کو شیطان نے یہ فریب دے رکھا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہا لسلام کے زمین پر ۴۵ سالہ قیام سے مراد یہ ہے کہ تیری عمر ۱۲۹۰+۴۵=۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء تک ہوگی۔ لیکن عمر کے متعلق مرزا صاحب کی ساری پیشین گوئیاں جھوٹی نکلیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر آنے کے بعد شادی کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی۔ مرزا صاحب نے محمدی بیگم سے اپنے نکاح کو شیطانی وحی کی بنا پر تقدیر مبرم سمجھ لیا اور اسے خاص تزوج اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد کو خاص اولاد قرار دیتے ہوئے اپنے مسیح موعود ہونے کی علامت ٹھہرایا۔ مرزا صاحب اس میں بھی جھوٹے نکلے، نہ یہ خاص تزوج اور نہ ہی خاص اولاد انہیں حاصل ہو سکی، جیسا کہ ہم ان مباحث میں اور نمبر شمار ۱۲ کے تحت واضح کر چکے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے۔ مرزا قادیانی نے پیشین گوئی داغ دی کہ میری آمد سے صلیبی فتنہ اپنی موت آپ مر جائے گا۔ وہ اپنی اس پیشین گوئی میں بھی جھوٹے ثابت ہوئے جیسا کہ ہم اوپر نمبر شمار ۱۹ کے تحت بیان کر چکے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کے متصل مدفون ہوں گے۔ مرزا صاحب نے اسی کے پیش نظر یہ پیشین گوئی کر ڈالی کہ ''ہم مکے یا مدینے میں مریں گے''۔ کشتی نوح (۱۹۰۲ء) میں وہ لکھتے ہیں'' آں حضرت ﷺ

فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا، یعنی وہ میں ہی ہوں"۔ (۸۲/ ج) ازالۂ اوہام (۱۸۹۱ء) میں وہ لکھتے ہیں "ممکن ہے کوئی مثیل مسیح ایسا بھی آجائے جو آں حضرت ﷺ کے روضے کے پاس دفن ہو"۔ (۸۳/ الف) مرزا صاحب کی کتاب حقیقۃ الوحی ۱۹۰۷ء کی تصنیف ہے، اس وقت تک انہیں یقین ہو چکا تھا کہ حرمین میں جانا، وہاں مرنا اور رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اطہر کے قریب ان کا مدفون ہونا دور دور تک ممکن نہیں تو انہوں نے اپنی اس کتاب میں متعلقہ حدیث کے اس حصے فیدفن معی فی قبری (تو وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام میرے ساتھ میری قبر میں دفن کئے جائیں گے) کا یوں مذاق اڑایا "اور یہ پیش گوئی کہ مسیح موعود بعد وفات کے آں حضرت ﷺ کی قبر میں داخل ہوگا اس کا یہ معنی کرنا کہ نعوذ باللہ آں حضرت ﷺ کی قبر کھودی جائے گی، یہ جسمانی خیال کے لوگوں کی غلطیاں ہیں جو گستاخی اور بے ادبی سے بھری ہوئی ہیں"۔ (۸۳/ ب) دیکھئے یہی مرزا قادیانی کشتی نوح (۱۹۰۲ء) میں اس حدیث کو صحیح تسلیم کر چکے ہیں اور ازالۂ اوہام (۱۸۹۱ء) میں یہ معنی بیان کر چکے ہیں "......آں حضرت ﷺ کے روضے کے پاس دفن ہو"۔ اب یکا یک حدیث کے اس حصہ کا ترجمہ انہوں نے یہ کر ڈالا کہ "......آں حضرت ﷺ کی قبر میں داخل ہو، آں حضرت ﷺ کی قبر کھودی جائے گی" یہ ترجمہ مرزا صاحب نے سفید جھوٹ بولتے ہوئے اہل علم کی طرف منسوب کر ڈالا حال آں کہ حدیث کا یہ مفہوم نہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی نے بیان کیا ہے۔ حدیث کا صحیح مفہوم جسے فوراً ذہن قبول کرتا ہے اور جو خود پہلے مرزا صاحب کو بھی مسلّم تھا یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اطہر میں آپ سے متصل دفن ہوں گے۔ سورہ توبہ میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "(اے پیغمبر!) ان (منافقین) میں سے کوئی مرجائے تو تو اس کے جنازے کی نماز ہرگز نہ پڑھ، وَ لَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ "اور نہ تو اس کی قبر پر کھڑا ہو"۔ (۸۳/ ج) یہاں مرزا قادیانی کی طرح کوئی احمق ہی و لا تقم علی قبرہٖ کا یہ مفہوم بیان کر سکتا ہے کہ آیت کے اس حصے کا مطلب یہ ہے کہ قبر کی مٹی کے ڈھیر پر چڑھ کر کھڑے ہونے سے روکا گیا ہے۔ جس طرح یہاں آیت کے متعلقہ حصے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اس کی قبر کے قریب کھڑے نہ ہوں بعینہٖ اسی طرح زیرِ نظر حدیث کے متعلقہ حصے کا مفہوم بھی واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اطہر میں حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں دفن کیا جائے گا۔ کلام میں اکثر و بیشتر صورتوں میں وہی مفہوم معتبر ہوتا ہے جو متبادر الی الفہم (فوراً سمجھ میں آنے والا) ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نزول کے بعد حج اور عمرہ بھی کریں گے۔ شیطان نے مرزا صاحب کو یہ فریب بھی دے رکھا تھا کہ تم بھی بہ حیثیت مسیح موعود حج اور عمرہ کرو گے چناں چہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ آپ نے

اب تک حج کیوں نہیں کیا، وہ ایام الصلح (۱۸۹۸ء) میں لکھتے ہیں ''ہمارا حج تو اس وقت ہوگا جب دجال بھی کفر اور دجل سے باز آ کر طواف بیت اللہ کرے گا کیوں کہ بہ موجب حدیث صحیح کے وہی وقت مسیح موعود کے حج کا ہوگا''۔(۸۴/الف) مرزا صاحب نے ان ہی امور کے پیش نظر مکہ یا مدینہ میں اپنے مرنے کی پیشین گوئی فرمائی تھی جو جھوٹی نکلی، یہاں دل چسپ بات یہ بھی ہے کہ جس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق **فیُدفن معی فی قبری** (تو وہ میرے ساتھ میری قبر میں دفن کئے جائیں گے) کے کلمات ہیں، اسی حدیث میں یہ کلمات بھی ہیں **یتزوّج و یُولد له** یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام شادی کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی۔ حدیث کے اسی حصے سے مرزا صاحب نے اپنے خاص تزوج اور اس سے پیدا ہونے والی خاص اولاد پر استدلال کیا تھا لیکن جب یہ خاص تزوج ہوا ہی نہیں تو خاص اولاد کہاں سے تشریف فرما ہو سکتی تھی۔ جب مرزا صاحب کو حدیث کا یہ حصہ قبول ہے تو اسی حدیث کا یہ ٹکڑا **فیدفن معی فی قبری** ان کے لئے یکا یک نا قابل فہم کیوں ہوگیا؟ مرزا صاحب یہ بھی مانتے ہیں کہ آنے والے مسیح کا نزول آسمان سے ہوگا، چناں چہ وہ ازالۂ اوہام (۱۸۹۱ء) میں لکھتے ہیں ''......مثلاً صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے نازل ہوں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا''۔ (۸۴/ب) دنیا جانتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی چراغ بی بی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اور یہ بھی سب ہی کو معلوم ہے کہ عورت کے پیٹ کو آسمان نہیں کہا جاتا۔ صحیح بخاری میں ہے **والّذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا ف یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الحرب** (۸۴/ب) ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ عن قریب تم میں حضرت عیسیٰ ابن مریم ایک عادل حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں گے تو وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جنگ کو بند کر دیں گے''۔ رسول اللہ ﷺ کا مذکورہ بالا ارشاد آپ کا حلفیہ بیان ہے، حلف اور قسم کے متعلق مرزا صاحب کا اپنا فیصلہ ہے جو حمامۃ البشریٰ (۱۸۹۳ء) میں انہوں نے لکھا ہے **و القسم یدلّ علی ان الخبر محمول علی الظاهر لا تاویل فیه و لا استثناء و الا فایّ فائدة کانت فی ذکر القسم؟** (۸۵/الف) قسم کھا کر کوئی بات کہنا اس پر دلیل ہے کہ خبر ظاہر پر محمول ہے اس میں کسی تاویل اور استثناء کی گنجائش نہیں ورنہ قسم اٹھانے کا فائدہ ہی کیا ہے؟''۔ مرزا صاحب نے اپنے ہی قول کی مٹی پلید کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے حلفیہ ارشاد میں بھی شیطانی تاویلات شروع کر دیں۔ صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث میں حلفاً یہ فرمایا گیا ہے کہ تم میں ابنِ مریم نازل ہوں گے۔ مرزا صاحب کی ماں کا نام مریم نہیں بل کہ چراغ بی بی ہے۔ حدیث میں حلفاً یہ فرمایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حاکم عادل

ہوں گے، ادھر مرزا صاحب انگریزی حکومت کے غلام بن غلام تھے، حدیث میں حلفاً فرمایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب توڑ ڈالیں گے۔ ادھر مرزا صاحب کی تشریف آوری کے بعد عیسائیت کو خوب ترقی ہوئی، حدیث میں حلفاً فرمایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے جنگ موقوف ہو جائے گی، ادھر مرزا صاحب کی تشریف آوری کے بعد دو عالمی جنگیں ہوئیں اور کسی نہ کسی جگہ فتنہ وفساد اور جنگ و جدال کا سلسلہ چلتا ہی رہا ہے۔ الغرض مرزا صاحب کی اپنے آپ کو مسیح موعود ثابت کرنے کی تمام پیشین گوئیاں کھلے عام جھوٹی نکلیں۔ علم ہندسہ (جیومیٹری) کے مسائل میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ قائمۃ الزاویہ مثلث میں وتر کی لمبائی عمود کے اور قاعدے کے طول سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسے مسئلہ حمار یہ کہا جاتا ہے کہ یہ بات اتنی آسان فہم ہے کہ ایک حمار (گدھا) بھی اسے سمجھ سکتا ہے۔ قیامت کے قریب جب خبیث ترین اور شدید ترین فتنے کو برپا کرنے والا مسیح دجال ظاہر ہوگا تو وہ مُردوں کو زندہ کرنے جیسے بڑے بڑے خوارق دکھائے گا۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کانا نہیں ہے، مسیح دجال کانا ہوگا، تم میں سے اپنی موت سے پہلے کوئی بھی اپنے رب یعنی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا (جب کہ دجال لوگوں کو نظر آئے گا) اور دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا اور ایک روایت کے مطابق ''ک، ف، ر'' لکھا ہوگا''۔

(۸۵/ب) مرزا غلام احمد قادیانی تو کسی مرغی کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ بھی سیدھی کرکے نہ دکھا سکا، مسیح دجال تو حیرت انگیز کارنامے دکھائے گا، اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق یہ مسئلہ حماریہ بتا دیا کہ وہ کانا ہوگا اور اس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔ مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے کو پہچاننا تو اس سے بھی کہیں زیادہ آسان ہے، اللہ کا سچا نبی مراق وہسٹیریا جیسے دماغی امراض میں مبتلا ہو جو اپنے اعتراف اور اپنی تحریروں کے مطابق سال ہا سال تک مشرکِ عظیم اور شیاطین کا کھلونا ہو ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، سچا نبی ہرگز اس طرح نہیں کہا کرتا اگر فلاں پیشین گوئی پوری نہ ہوئی تو مجھے ذلیل، مردود، ملعون، نامراد اور دجال سمجھا جائے۔ اگر فلاں اتنی مدت میں نہ مرا تو میں کاذب ہوں، اگر میری پیشین گوئی پوری نہ ہو اور میری موت آجائے تو میں جھوٹا ہوں وغیرہ، ادھر مرزا قادیانی مثلاً ایک ایسی خاتون پر فریفتہ ہو کر پیشین گوئیاں کرتے رہے جو قادیانی شریعت کی رُو سے آخر دم تک کافر رہی اور پھر ان پیشین گوئیوں میں جھوٹا نکلنے پر خود اپنے ہی قلم سے ان تمام اوصاف ذمیمہ اور القابِ قبیحہ کے پورے پورے مستحق ہو گئے جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں۔ الغرض مرزا صاحب کے کذاب ہونے کو پہچان لینا تو مسئلہ حماریہ سے بھی زیادہ آسان ہے، اگر ان کے عقیدت مند انہیں پھر بھی نہ پہچان پائیں تو وہ وقت بھی آنے والا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کریں گے ''اے ہمارے رب! ہمیں جنوں اور انسانوں کے وہ دونوں فریق دکھا دے جنہوں نے ہمیں گم

راہ کیا تا کہ ہم انہیں اپنے قدموں کے نیچے ڈالیں تا کہ وہ جہنم میں سب سے نیچے (عذاب جھکتنے والوں میں) ہو جائیں''۔(۸۵/ج)

۲۹۔ بہ حوالہ اپنے کلام کے معجزہ ہونے کی پیشین گوئی

مرزا قادیانی اپنی تحریروں میں جا بہ جا یہ دعویٰ کرتے نظر آتے ہیں کہ ان کے کلام کی نظیر پیش کرنے سے لوگ قاصر ہیں اس لئے وہ سچے مسیح موعود اور نبی ہیں۔ مرزا صاحب شعر گوئی فرماتے تھے، مثلاً انہوں نے قصیدہ اعجازیہ اپنی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے لکھا اور ذرّثمین کے نام سے ان کا منظوم کلام، شائع ہوا۔ مرزا صاحب یہاں اپنی مزعومہ صداقت کو ثابت کرنے میں کئی حیثیتوں سے بری طرح نا کام ہوئے ہیں۔ اوّلاً ان کا شاعر ہونا ہی یہ ثابت کر رہا ہے کہ وہ نبی نہیں بل کہ متنبّی ہیں۔ جو شاعر نہ ہو تو ضروری نہیں کہ وہ نبی بھی ہو لیکن یہ تو یقینی اور حتمی بات ہے کہ جو شاعر ہو وہ ہرگز نبی نہیں ہوا کرتا۔ رسول اللہ ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **و ما علمناه الشعر و ما ینبغی له** (۸۶/الف) ''اور ہم نے اس (پیغمبر) کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ ہی یہ شاعری اس کے شایان شان ہے''۔ جو موزوں کلام بلا قصد و ارادہ زبان سے صادر ہوا سے اصطلاح میں شعر نہیں کہا جاتا۔ شعر کی تعریف یہ ہے **ھو کلام موزون یُقصد به** شعر وہ موروں اور قافیہ دار کلام ہے جس کا ارادہ کیا گیا ہو۔ مرزا صاحب اپنے آپ کو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) رسول اکرم ﷺ کا بروز بل کہ عین ٹھہراتے ہیں (بروز فارسی میں سائے کو کہتے ہیں جسے عربی میں ظِل کہا جاتا ہے)۔ جب شاعری رسول اللہ ﷺ کے شایانِ شان نہیں بل کہ آپ کے لئے نا مناسب اور معیوب ہے تو نام نہاد بروز کے لئے یہ کمال کیسے بن گئی؟ ثانیاً جیسا کہ ہم سابقہ اور موجودہ مباحث میں ثابت کر چکے ہیں مرزا صاحب نے اپنے آپ کو اپنے ہی قلم سے مشرک عظیم، شیاطین کا کھلونا، ذلیل، ملعون، نامراد، دجال، کذاب اور مردود جیسے القاب سے ملقب کر لیا ہے تو ان کا اپنے آپ کو نبی اور مسیح موعود ٹھہرانا بہ جائے خود خاصا مضحکہ خیز ہے۔ ثالثاً مرزا صاحب کے کلام میں تضادات و تناقضات کے نمونے ہم دیکھتے چلے آ رہے ہیں، ان کی مایۂ ناز پیشین گوئیوں کا جھوٹا ہونا اظہر من الشّمس ہے تو ایسے شخص کے کلام کی فصاحت و بلاغت کو پرکھنا ایک بے کار مشغلہ ٹھہرتا ہے۔ کلام کی فصاحت و بلاغت تب ہی معتبر ہو گی جب کہ اس میں خلاف عقل، جھوٹی اور متضاد باتیں نہ ہوں، ان آلائشوں سے کلام پاک نہ ہو تو ایسے کلام کی سلاست و روانی اور لفاظی سے کسی کی صداقت ثابت نہیں ہوا کرتی۔ رابعاً مرزا صاحب کے کلام میں جھوٹ، فریب، مضحکہ خیز اور دور از کار تاویلاتِ فاسدہ، خلاف عقل باتوں، دریدہ دہنی اور بدگوئی جیسے

عیوب کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف ان کی لفاظی اور روانی کو دیکھا جائے تو بھی فصاحت و بلاغت کے ان کے بلند بانگ دعووں کے متعلق ان کے بے جا فخر و غرور کو اس دور کے اہل علم نے خاک میں ملا دیا۔ مثلاً مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے ان کی کتاب ''دافع وساوس'' کی چھیاسٹھ اغلاط نکال کر شائع کیں۔ اپنی کتاب ''کرامات الصادقین'' (۱۸۹۳ء) کے متعلق مرزا صاحب کا اعلان تھا کہ اس میں سے غلطیاں نکالنے والے شخص کو ہر غلطی پر پانچ روپیہ انعام دیا جائے گا۔ محکمہ انکم ٹیکس سیالکوٹ کے کلرک بابو احمد دین نے عالم دین نہ ہونے کے باوجود اس رسالے کے ابتدائی اوراق سے ہی گیارہ اغلاط نکال کر مرزا صاحب سے بہ ذریعہ خط و کتابت پچپن روپے کا مطالبہ کیا لیکن وہ منقار زیر پر رہے۔ اس پر بابو احمد دین نے وہ غلطیاں اخبار ''وزیر ہند'' سیالکوٹ مؤرخہ ۱۸ اگست ۱۸۹۴ء میں شائع کروا دیں۔ مولوی عبدالعزیز پروفیسر مشن کالج پشاور نے بھی کرامات الصادقین کی غلطیاں نکالیں۔ مرزا صاحب نے ۲۲ فروری ۱۹۰۱ء کو رسالہ ''اعجاز المسیح'' میں سورہ فاتحہ کی ملحدانہ تفسیر لکھی اور اسے قرآن کریم کی طرح (معاذ اللہ) معجزہ قرار دیا۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ نے ''سیف چشتیائی'' میں نہ صرف اعجاز المسیح کی اغلاط کا انبار لگا دیا بلکہ یہ بھی دکھایا کہ قادیانیوں کے سلطان القلم (مرزا صاحب) نے کون کون سی کتابوں سے ان کا کوئی حوالہ دیے بغیر مضامین چرائے ہیں۔ اس پر مرزا صاحب نے دریدہ دہنی اور بدزبانی سے کام لیتے ہوئے پیر مہر علی شاہ کو نادان، چور، کذاب، نجاست خور، جاہل وغیرہ قرار دیا۔ (۸۶/ب) نزول مسیح (۱۹۰۲ء) میں انہوں نے لکھا ''...... جاہل، بے حیا، سرقے کا الزام دینا تو گوہ کھانا ہے...... اے جاہل بے حیا اول فصیح و بلیغ عربی میں کسی سورت کی تفسیر شائع کر پھر حق حاصل ہوگا کہ میری کتاب کی غلطیاں نکالے یا مسروقہ قرار دے''۔ (۸۶/ج) مرزا صاحب نے اپنے رسالے اعجاز احمدی کو بھی معجزہ قرار دیا، اس کے جواب میں کئی کتب شائع ہوئیں، مثلاً مولانا اصغر علی روحی رحمہ اللہ سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے اس کے جواب میں ایک قصیدہ شائع کیا۔ مولانا محمد حسن فیضی رحمہ اللہ متوطن بھین ضلع جہلم نے غیر منقوط عربی قصیدہ شائع کیا، جس کے جواب سے مرزا صاحب عاجز رہے۔ ایک مرتبہ مولانا روحی رحمہ اللہ نے مرزا صاحب کی بعض عربی کتب سے شرمناک قسم کی اغلاط نکال کر انہیں لکھ بھیجیں، مرزا قادیانی نے اخبار الحکم قادیان مؤرخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۳ء کے پانچویں صفحے پر یہ لکھ کر پیچھا چھڑایا کہ میں نہ عربی کا عالم ہوں اور نہ ہی شاعر ہوں۔

۳۰۔ بہ حوالہ پنڈت لیکھ رام کے متعلق پیشین گوئی

مرزا قادیانی نے اپنی کتب مثلاً براہین احمدیہ وغیرہ میں ہندو آریہ ساجیوں اور عیسائیوں کے خلاف

حسب عادت جارحانہ اور اشتعال انگیز زبان استعمال کی، اس کے جواب میں انہوں نے رسول اکرم ﷺ، قرآن کریم، اسلام اور مسلمانوں کی سخت توہین پر مشتمل جو کتب شائع کیں اس کی زیادہ تر ذمے داری خود مرزا صاحب پر عائد ہوتی ہے۔ اسی مسموم فضا میں مرزا صاحب نے مناظروں کا جو سلسلہ شروع کیا تو پنڈت لیکھ رام کی خارق عادت موت کی پیشین گوئی کرتے ہوئے آئینۂ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں لکھا ''اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصے میں آج کی تاریخ (۲۰ فروری ۱۸۹۳ء) سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارقِ عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا یہ نطق ہے اور اگر میں اس پیش گوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جائے''۔ (۸۷/ الف) اس پیشین گوئی سے چھ برس کے اندر کسی نے لیکھ رام کو چھری سے قتل کر دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی خارق عادت موت ہرگز نہ تھی، لوگ قتل ہوتے ہی رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس کے قتل کے بعد پیشین گوئی کے الفاظ چپکے سے بدل دیے اور نزول المسیح (۱۹۰۲ء) میں لکھا ''یہ جس کی لاش اس تصویر میں دیکھ رہے ہو، یہ ایک ہندو متعصب آریہ دشمن اسلام تھا جس نے میری نسبت یہ پیش گوئی کی تھی کہ یہ شخص تین برس تک ہیضے سے مر جائے گا اور میں نے بھی اس کی نسبت پیش گوئی کی تھی کہ چھ برس تک چھری سے مارا جائے گا''۔ (۸۷/ ب) لیکھ رام کی موت سے پہلے مرزا صاحب کی کسی بھی پیشین گوئی میں چھری سے مارے جانے کے الفاظ قطعاً نہیں تھے، یہ اس کے قتل ہونے کے بعد بڑھائے گئے، اس سے پہلے وہ ۱۸۹۷ء میں اپنی کتاب سراج منیر میں لکھ چکے تھے ''ہم ایسے شخص کو اور ساتھ ہی ایسے مرید کو کتوں سے بدتر اور نہایت ناپاک زندگی والا خیال کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے گھر سے پیش گوئیاں بنا کر پھر اپنے ہاتھ سے، اپنے مکر سے، اپنے فریب سے ان کے پورا ہونے کی کوشش کرے اور کرائے''۔ (۸۷/ ج) لیکھ رام کے قتل کے بعد مرزا صاحب کی پیشین گوئی کو درست ثابت کرنے کے لئے خرق عادت کے کلمات تبدیل کر کے اپنی طرف سے چھری کے الفاظ ڈال دیئے اور اپنے ہی قلم سے اپنے اوپر مذکورہ بالا اوصاف چسپاں کر لئے۔ یہاں ایک لچر تاویل یہ کی جاتی ہے کہ گو لیکھ رام کے مقتول ہونے سے پہلے چھری سے مارے جانے کے الفاظ کسی پیشین گوئی میں نہیں تھے لیکن بعض پیشین گوئیوں میں اس کے قتل کی طرف اشارہ ضرور تھا۔ یہ تاویل اس لئے مردود ہے کہ قتل سے کسی کا مارا جانا ہرگز خارق عادت نہیں ہے، اس تاویل کو درست سمجھنے کی صورت میں متعلقہ پیشین گوئیاں میں لازماً تناقض تسلیم کرنا پڑے گا اور سچے کے کلام میں تناقض نہیں ہوا کرتا۔

لیکھ رام نے مرزا صاحب کے متعلق تین سال کے اندر ہیضے سے مرنے کی جو پیشین گوئی کی تھی وہ مرزا صاحب کے اپنے مقرر کردہ معیار کے عین مطابق ٹھیک پوری ہوگئی۔ مرزا صاحب کی موت واقعی ہیضے سے ہی ہوئی تھی اور پیشین گوئیوں میں مذکور مدت کے متعلق مرزا صاحب یہ کہا کرتے تھے کہ نفس پیشین گوئی کو دیکھا جائے۔ مدت میں تو کبھی استعارے کا بھی دخل ہوتا ہے اور وعیدی پیشین گوئیوں میں جس کے خلاف پیشین گوئی ہو وہ اگر ''اندر سے'' ڈر جائے تو مدت مؤخر ہو جایا کرتی ہے، مثلاً مرزا صاحب نے مرزا احمد بیگ کے داماد، محمدی بیگم کے شوہر اور اپنے کامیاب رقیب مرزا سلطا محمد کے متعلق پیشین گوئی کی تھی کہ محمدی بیگم سے نکاح کے وہ اڑھائی برس کے اندر ہلاک ہو جائے گا لیکن مرنے کے بجائے اس کی صحت پہلے سے بھی بہتر ہوگئی تو خفت مٹانے کے لئے مرزا صاحب نے انجام آتھم (۱۸۹۶ء) میں یہ تاویل کی ''میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشین گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مُبرم ہے اس کا انتظار کرو، اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آ جائے گی، اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس کو پورا کرے گا، جیسا کہ احمد بیگ اور آتھم کی پیشین گوئی پوری ہوگئی، اصل مدعا تو نفس مفہوم ہے اور وقتوں میں تو کبھی استعارہ کا بھی دخل ہوتا ہے''۔ (۸۸/الف) پیشین گوئیوں کے پورا ہونے کے متعلق مرزا صاحب کے مذکورہ معیار کے مطابق لیکھ رام نے جو مدت مقرر کی تھی تو خود مرزا صاحب مانتے ہیں کہ ''اصل مدعا تو نفس مفہوم ہے اور وقتوں میں تو کبھی استعارہ کا بھی دخل ہو جاتا ہے''۔ یاد رہے کہ احمد بیگ کا داماد مرزا سلطان محمد ۱۹۴۸ء میں فوت ہوا جب کہ مرزا غلام احمد قادیانی مئی ۱۹۰۸ء میں قبر میں اتر گئے تھے حال آں کہ پیشین گوئی کے مطابق سلطان محمد کو مرزا قادیانی کی زندگی میں مرنا تھا اور اس کی بیوہ محمدی بیگم کو مرزا صاحب کے نکاح میں آنا تھا۔ یہ تو مرزا صاحب کے خیال میں تقدیر مبرم تھی۔ مرزا صاحب اپنے ہی قلم کی رُو سے جھوٹے ثابت ہوگئے، پیشین گوئی پوری نہ ہوئی اور ان کی موت آ گئی۔ مرزا صاحب کی اس طرح کی پیشین گوئیاں شیطانی وحی پر مبنی تھیں۔

۳۱۔ بہ حوالہ مولانا عبدالحق غزنوی رحمہ اللہ سے مباہلہ

۱۶ مئی ۱۸۹۳ء بہ مطابق ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ کو امرتسر کی عیدگاہ میں مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا عبدالحق غزنوی رحمہ اللہ کے درمیان مباہلہ ہوا، مولانا غزنوی رحمہ اللہ کا یہ مباہلہ اس بات پر تھا کہ مرزا قادیانی اور اس کے متبعین دجال، کافر اور ملحد ہیں۔ مباہلے کے بعد مرزا صاحب نے اپنی عادت کے مطابق اپنی متعدد کتابوں میں مولانا غزنوی رحمہ اللہ کے خلاف بدزبانی اور دریدہ ذہنی کا خوب خوب مظاہرہ کیا،

مثلاً ضمیمہ انجام آتھم (۱۸۹۶ء) میں وہ لکھتے ہیں ''...... ہمارے دعوے پر آسمان نے گواہی دے دی، مگر اس زمانے کے ظالم مولوی اس سے بھی منکر ہیں، خاص کر رئیس الدجالین عبدالحق غزنوی اور اس کا تمام گروہ علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرّۃ، اپنے ناپاک اشتہار میں نہایت اصرار سے کہتا ہے کہ یہ پیشین گوئی بھی پوری نہیں ہوئی، اے پلید دجّال! پیشین گوئی تو پوری ہو گئی لیکن تعصب کے غبار نے تجھ کو اندھا کر دیا''۔(۸۸/ج) مرزا صاحب نے اپنی تصانیف میں بار بار یہ بات دہرائی ہے کہ مباہلے کے بعد میرے مریدوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا، آمدنی بھی بہت بڑھ گئی، مجھے اللہ تعالیٰ نے چار لڑکے دیئے، چوتھا لڑکا مبارک احمد ہے، جب کہ عبدالحق غزنوی کے گھر میں کوئی لڑکا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کو یہاں بھی کئی حیثیتوں سے جھوٹا کر دیا، اولاً مخالفین کے خلاف بداخلاقی اور دریدہ دہنی سے مرزا صاحب جھوٹے ثابت ہو گئے، حضرات انبیا کرام علیہم السلام فحش گوئی، بداخلاقی اور گندی زبان سے محفوظ و مامون ہوتے ہیں۔ ثانیاً مرزا صاحب اپنی جس اولاد کا ذکر کرتے ہیں وہ کوئی خاص اولاد نہیں بل کہ مرزا صاحب کے اپنے الفاظ کے مطابق عام اولاد قرار پاتی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ عام طور پر ہر ایک شخص شادی کرتا ہے اور عام طور پر اس کی اولاد بھی ہوتی ہے لیکن مسیح موعود کی علامت خاص تزوّج اور اس سے پیدا ہونے والی خاص اولاد ہے۔ مرزا صاحب کی یہ باتیں ۱۸۹۶ء کی ہیں لہٰذا ان کا اشارہ محمدی بیگم سے متوقع نکاح کی طرف تھا۔ نہ یہ خاص نکاح ہوا اور نہ ہی خاص اولاد نہیں حاصل ہوئی، ہم اس کی وضاحت ان ہی مباحث میں اوپر نمبر شمار ۱۲ کے تحت کر چکے ہیں، لہٰذا مرزا صاحب کا مولانا غزنوی رحمہ اللہ کو مقطوع النسل قرار دینے کا طعنہ خود ان ہی پر عائد ہوا۔ جس خاص اولاد اور خاص تزوج کی وہ امید لگائے بیٹھے تھے وہ ہرگز پوری نہ ہوئی اس لحاظ سے وہ خود ہی ابتر اور مقطوع النسل قرار پائے۔ نصرت جہاں بیگم کے بطن سے پیدا ہونے والے اپنے دو بیٹوں بشیر احمد اول اور مبارک احمد کو پسر موعود قرار دیا تھا یہ دونوں بچپن میں ہی فوت ہو کر مرزا صاحب کو جھوٹا کر گئے۔ ثالثاً مرزا صاحب نے مولانا عبدالحق غزنوی کو مخاطب کرتے ہوئے ضمیمہ آتھم (۱۸۹۶ء) میں لکھا ''سوچا ہئے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سے اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہو جائیں گی تو کیا اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائیں گے۔ ان بیوقوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں گے...... یاد رکھو کہ اس پیشین گوئی کی دوسری جز پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا، اے احمقو! یہ انسان کا افترا نہیں، یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار

نہیں، یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں''۔(۸۹/الف) مرزا صاحب کی مذکورہ عبارت کا سیاق وسباق یہ ہے کہ مرزا احمد بیگ اور پادری عبداللہ آتھم کی موت کے متعلق میری پیشین گوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔مرزا احمد بیگ کے داماد مرزا سلطان محمد کا ہلاک ہونا اور اس کی بیوی محمدی بیگم کا بیوہ ہو کر میرے نکاح میں آنا پیشین گوئی کا دوسرا جز ہے اس کے پورا ہونے کا انتظار کرنے کی بہ جائے میرے مخالفین شور مچا رہے ہیں کہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی۔غور کیجئے کہ جب بعد میں واقعی یہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی تو بدگوہری کا مظاہرہ کس نے کیا تھا؟ احمق کون ثابت ہوا؟ سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کون ہوا؟ بھاگنے کی جگہ کس بیوقوف کے لئے نہیں رہی؟ نہایت صفائی سے ناک کس کی کٹ گئی؟ ذلت کے سیاہ داغ کس کے منحوس چہرے کو بندروں اور سوروں کی طرح کر گئے؟ ہر ایک بد سے بدتر کون ہوا؟ احمق، خبیث اور مفتری کون ٹھہرا؟ ان تمام سوالات کا جواب مرزا صاحب کی اپنی مذکورہ بالا عبارت سے تلاش کرنے میں کسی خاص فہم وفراست کی ضرورت نہیں۔رابعاً مرزا صاحب نے اپنی موت سے سات ماہ اور چوبیس دن پہلے ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو فرمایا تھا''مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے''۔(۸۹/ب) مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بہ روز منگل بہ مرض ہیضہ فوت ہو گئے۔ مولانا عبدالحق غزنوی رحمہ اللہ ان کی موت کے بعد نو سال تک زندہ رہے اور ۱۶ مئی ۱۹۱۷ء کو انتقال فرمایا۔مرزا صاحب اپنے ہی اصول اور اپنے ہی مقرر کردہ معیار کے مطابق جھوٹے قرار پائے۔

۳۲۔ بہ حوالہ مرزا صاحب کا آخری فیصلہ

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے مرزا قادیانی نے اپنے اشتہار میں لکھا ''مدت سے آپ کے پرچہ''اہل حدیث'' میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے، ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچے میں مردود وکذاب، دجال، مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں...... اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر ایک پرچے میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا...... اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا تعالیٰ کے مکالمے ومخاطبے سے مشرف اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچ سکیں گے۔پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بل کہ خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں، یہ کسی الہام اور وحی کی بنا پر پیشین گوئی نہیں بل کہ محض دعا کے طور میں نے خدا سے فیصلہ

چاہا ہے...... مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچے میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں، اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے''۔ (۸۹/ ج) اللہ تعالیٰ نے مرزا قادیانی کو جھوٹا کرنا تھا، چناں چہ وہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو بہ مرض ہیضہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے، جب کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ ان کی موت کے کوئی چالیس سال بعد تک زندہ رہے اور ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو انتقال فرمایا۔ مرزا صاحب نے اپنے ہی قلم سے اپنے اوپر کذاب، مفتری، خدا کی طرف سے مبعوث نہ ہونے کے تمام القاب واوصاف بہ خوبی چسپاں کر لئے۔ مرزا صاحب کے مرض الموت کے سلسلے میں ان کے خسر میر ناصر نواب کا بیان ہے''...... حضرت (مرزا) صاحب جس رات کو بیمار ہوئے اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سو چکا تھا، جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا تھا، جب میں حضرت (مرزا) صاحب کے پاس پہنچا اور آپ کا حال دیکھا تو آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا، میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے، اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی، یہاں تک کہ دوسرے روز دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا''۔ (۹۰/ الف) مرزا صاحب کے فرزند مرزا بشیر احمد اپنی کتاب سیرۃ المہدی میں لکھتے ہیں''...... والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت میں آیا تھا مگر اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم لوگ آپ کے پاؤں دباتے رہے اور آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے اور میں بھی سو گئی لیکن کچھ دیر بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی اور غالباً ایک یا دو بار رفع حاجت کے لئے آپ پاخانے تشریف لے گئے، اس کے بعد آپ نے زیادہ ضعف محسوس کیا تو آپ نے ہاتھ سے مجھے جگایا، میں اٹھی تو آپ کو اتنا ضعف تھا کہ آپ میری چارپائی پر ہی لیٹ گئے...... اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا، مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانہ نہ جا سکتے تھے، اس لئے میں نے چارپائی کے ساتھ ہی انتظام کر دیا اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہو گئے اور پھر اٹھ کر لیٹ گئے اور میں پاؤں دباتی رہی مگر ضعف بہت ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ایک اور دست آیا پھر آپ کو ایک قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ آپ لیٹتے لیٹتے پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہو گئی''۔ (۹۰/ ب) مرزا قادیانی کا اپنا اعترافی بیان اور سیرۃ المہدی کی مذکورہ عبارت اس امر کی ناقابل تردید شہادت ہے کہ مرزا صاحب کا انتقال ہیضے کے مرض سے ہوا جسے انہوں نے اپنے اشتہار میں جھوٹے کے لئے خدا کا عذاب قرار دیا تھا۔ آخری فیصلے کے لئے مرزا صاحب کی دعا کو غیر الہامی قرار دینے سے بات نہیں بنتی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے جو دعا آخری فیصلے کے لئے مانگی تھی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق تھی یا نہیں؟ اگر مطابق تھی تو

یہی بات درست ہے، چناں چہ خود مرزا صاحب نے اپنی اس دعا کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے عین مطابق قرار دیا تھا ''ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا یہ دراصل ہماری (مرزا صاحب) کی طرف سے نہیں بل کہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے''۔ (۹۰/ج) اگر پھر بھی ناحق اصرار کیا جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف تھی اور مرزا صاحب سچے نبی تھے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس دعا سے منع نہ کرتا، حال آں کہ اس دعا کے بعد مرزا صاحب ایک سال سے کچھ زائد عرصے تک زندہ رہے لیکن انہوں نے کبھی بھی اس سے رجوع کا اعلان نہیں کیا بل کہ یہی دعویٰ کیا کہ اس دعا کی بنیاد خدا ہی کی طرف سے رکھی گئی ہے۔ مرزا صاحب کے اشتہار میں مباہلے کا دور دور تک کوئی ذکر نہیں، لہٰذا یہ تاویل نہایت ہی لچر ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ مرزا صاحب کی دعوت پر مباہلے کے لئے تیار نہیں ہوئے تھے اس لئے متعلقہ اشتہار غیر مؤثر ہو گیا۔ مولانا ثناء اللہ مرزا صاحب کی زندگی میں اور پھر ان کی موت کے بعد بھی قادیانیت کے خلاف برابر سرگرم عمل رہے۔ انہوں نے ۱۹۱۲ء میں میر قاسم علی قادیانی سے اسی اشتہار کے متعلق تحریری مناظرہ بھی کیا جس میں فریقین کے مقرر کردہ سرپنچ ایک سکھ سردار بچن سنگھ نے مولانا امرتسری رحمہ اللہ کے حق میں فیصلہ دیا اور فریقین نے پہلے سے وصول کردہ تین تین سو روپے کی رقم بہ مطابق شرائط مولانا امرتسری رحمہ اللہ کو انعام میں دی۔ اگر مرزا صاحب سچے نبی تھے تو کیا خدا کو یہ معلوم تھا یا نہیں کہ مرزا صاحب کے شدید مخالف مولانا امرتسری رحمہ اللہ ان کی موت کے بعد ان کے لئے سخت ذلت اور رسوائی کا سبب بنیں گے؟ اگر (معاذ اللہ) معلوم نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف جہالت اور لاعلمی کی نسبت ہوتی ہے جو بالاتفاق کفر ہے۔ اور اگر علم تھا تو اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کو رسوائی سے بچانے کے لئے مولانا امرتسری رحمہ اللہ کو مرزا صاحب کی زندگی میں ہی کیوں نہ ہلاک کیا؟۔ مرزا صاحب نے تتمہ حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں مولوی عبد المجید ساکن دہلی کے بارے میں لکھا ہے کہ مولوی صاحب نے اپنی کتاب ''بیان للناس'' میں میرا ذکر کر کے اور بالمقابل اپنے تئیں رکھ کر مباہلے کے طور پر بد دعا کی تھی تا کہ کاذب صادق کی زندگی میں فنا ہو سو وہ میری زندگی میں ناگہانی موت مر گیا، پھر ایک اور شخص ابو الحسن نامی نے میری رد میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے بجلی آسمانی برسرِ دجال قادیانی، جس میں کئی مقامات پر کاذب کی موت کے لئے بد دعا ہے بل کہ فرضی طور پر میری وفات کا تصور کر کے پنجابی زبان میں ایک سیاپا لکھا ہے گویا میں مر گیا ہوں آخر وہ مولوی بھی مر گیا۔ (۹۱/الف) دیکھئے مرزا صاحب نے اپنے خلاف اپنے مخالفین کی یک طرفہ بد دعا کو مباہلہ قرار دیا تو خود مرزا صاحب کی مولانا امرتسری رحمہ اللہ کے خلاف یک طرفہ بد دعا کو کیوں مباہلہ قرار نہیں دیا جا سکتا؟ الغرض مرزا صاحب کی خواہش کے عین مطابق اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ وہ جھوٹے

نبی اور جھوٹے مسیح موعود تھے۔ یہ بھی بہ خوبی ثابت ہوگیا کہ مرزا صاحب کے جو مخالفین ان کی زندگی میں فوت ہوتے رہے تو ان کی وفات کو مرزا صاحب کے سچے ہونے کی دلیل ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بالفرض مرزا صاحب کی ساری پیشین گوئیاں صحیح بھی نکلتیں تو بھی وہ جھوٹے ہی قرار پاتے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد عدم اجرائے نبوت امت مسلمہ کا اجماعی مسئلہ ہے۔ اور جو شخص امت کے اجماع کا مخالف ہو اس کے حق میں خود مرزا صاحب کی بددعا ہے کہ اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ (۹۱/ ب) نیز مرزا صاحب کا شاعر ہونا، متعدد زبانوں میں ان پر (مزعومہ) وحی کا نزول، ان کے جھوٹے اقوال اور بیانات، ان کے کلام میں ناقابل تطبیق اور لاینحل تناقض و تضاد، مخالفین کے خلاف ان کا منہ پھٹ اور بدزبان ہونا وغیرہ بہت سی حیثیتوں سے وہ بہ ہر حال کذاب ہی قرار پاتے ہیں۔ سابقہ عنوان میں شرک عظیم کے مباحث کے تحت ناقابل تردید انداز میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ وہ اپنی ہی تحریر کی رو سے مشرک عظیم، ماکول الحسنات، شیاطین کا کھلونا، اور بدعقل وغیرہ وغیرہ ثابت ہوتے ہیں۔ بالفرض رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا بھی ہوتا تو بھی مرزا صاحب ہرگز ہرگز منصب نبوت کے اہل قرار نہیں پا سکتے تھے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے حق و باطل میں امتیاز کی مرزا صاحب کی آخری خواہش کو پورا کر دیا اور ان کے عقیدت مندوں پر یہ ظاہر فرما کر حجت پوری کر دی کہ مرزا صاحب ہرگز اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث نہیں تھے اور ان پر جو مزعومہ وحی اترتی رہی وہ شیطانی وحی تھی، ربانی ہرگز نہ تھی۔

۳۳۔ قادیانی کے پسر موعود اور محمدی بیگم سے نکاح کی پیشین گوئیوں کا جائزہ

ان دونوں پیشین گوئیوں کا باہم چولی دامن کا ساتھ ہے، انہیں کما حقہ سمجھنے اور مرزا غلام احمد متنبی قادیان کی نفسیات سے بڑی حد تک متعارف ہونے کے لئے مرزا صاحب کی ازدواجی زندگی اور متعلقہ عائلی مسائل پر ہمیں قدرے گہری نظر ڈالنا ہوگی، اس سے بہت سے حقائق بے نقاب ہوتے ہیں اور ایک منصف مزاج و سلیم الطبع شخص کو یقینِ کامل ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب جھوٹے مسیح اور نبی تھے اور ان کے مزعومہ الہامات سراسر شیطانی تھے۔

مرزا صاحب کی پہلی شادی نوعمری میں ہی ہوگئی تھی، انہوں نے دوسرا نکاح کوئی پینتالیس سال کی عمر میں کیا، تیسرے نکاح کا شوق عمر بھر دامن گیر رہا لیکن اس میں بے حد بھاگ دوڑ کے باوجود کامیابی نہ ہوئی بل کہ تیسرے نکاح کے لئے ان کی ان تھک محنت اور اشتہار بازی ان کی سب سے پہلی شادی کے لئے خانہ آبادی کی بہ جائے خانہ بربادی ثابت ہوئی۔

مرزا صاحب کی پہلی بیوی حرمت بی بی ان کی ماموں زاد تھی، مرزا صاحب کے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی پہلی شادی کوئی تیرہ چودہ برس کی نوعمری میں ہی ہوگئی تھی، وہ کہتے ہیں ''اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مجھے کبھی اولاد کی خواہش نہیں ہوئی تھی، حال آں کہ خدا تعالیٰ نے پندرہ یا سولہ برس کی عمر کے درمیان ہی اولاد دے دی تھی، یہ سلطان احمد اور فضل احمد قریباً اسی عمر میں پیدا ہو گئے تھے''۔ (۹۱/ ج) مرزا صاحب کے بیٹے بشیر احمد نے جو ان کی دوسری بیوی نصرت جہاں بیگم سے پیدا ہوئے تھے، اپنے باپ کی زندگی کے حالات پر مشتمل اپنی کتاب سیرۃ المہدی میں لکھا ہے'' حافظ نور محمد متوطن فیض اللہ چک نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا قادیانی) کئی دفعہ فرمایا کرتے تھے کہ سلطان احمد ہم سے سولہ سال چھوٹا ہے اور فضل احمد بیس برس اور اس کے بعد ہمارا اپنے گھر سے کوئی تعلق نہیں رہا''۔ (۹۲/ الف) مرزا بشیر احمد مزید لکھتے ہیں'' بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اوائل ہی سے مرزا فضل احمد کی والدہ (حرمت بی بی) سے جن کو لوگ عام طور پر ''پھجے دی ماں'' کہا کرتے تھے بے تعلقی سی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت صاحب کے رشتہ داروں کو دین سے سخت بے رغبتی تھی اور اس کا ان کی طرف میلان تھا اور وہ اسی رنگ میں رنگین تھیں۔ اسی لئے مسیح موعود نے ان سے مباشرت ترک کردی تھی، ہاں آپ اخراجات وغیرہ باقاعدہ دیا کرتے تھے، والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میری شادی کے بعد حضرت صاحب نے انہیں کہلا بھیجا کہ آج تک تو جس طرح ہوتا رہا ہوتا رہا، اب میں نے دوسری شادی کرلی ہے، اس لئے اب اگر دونوں بیویوں میں برابری نہیں رکھوں گا تو میں گناہ گار ہوں گا، اس لئے اب دو باتیں ہیں یا تو تم مجھ سے طلاق لے لو اور یا مجھے اپنے حقوق چھوڑ دو میں تم کو خرچ دیئے جاؤں گا۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ اب میں بڑھاپے میں کیا طلاق لوں گی بس مجھے خرچ ملتا رہے، میں اپنے باقی حقوق چھوڑتی ہوں۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں پھر ایسا ہی ہوتا رہا حتی کہ محمدی بیگم کا سوال اٹھا (جس سے اپنی متوقع تیسری شادی کے مرزا صاحب عمر بھرنا کام امیدوار رہے۔ ناقل) اور آپ کے رشتہ داروں نے مخالفت کر کے محمدی بیگم کا نکاح دوسری جگہ کرا دیا اور فضل احمد کی والدہ نے ان سے قطع تعلق نہ کیا بل کہ ان کے ساتھ رہی۔ تب حضرت صاحب نے ان کو طلاق دے دی، خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کا یہ طلاق دینا آپ کے اس اشتہار کے مطابق تھا جو آپ نے ۲ مئی ۱۸۹۱ء کو شائع کیا تھا اور جس کی سرخی تھی'' اشتہار نصرت دین وقطع تعلق از اقارب مخالف دین''۔ (۹۲/ ب) سیرۃ المہدی کی مذکورہ عبارتوں سے واضح ہے کہ مرزا صاحب اپنی پہلی بیوی کے حقوق کو بری طرح پامال کرتے رہے اور اس مظلومہ کو سال ہا سال تک نظر انداز کئے رکھا اور بالآخر اسے اس لئے طلاق دے دی کہ وہ مرزا صاحب کا محمدی بیگم سے

نکاح نہ کرا سکی۔ جہاں تک مرزا صاحب اور ان کی اس پہلی بیوی کے اقارب کی مبینہ بے دینی کا تعلق ہے تو آگے بڑھنے سے پہلے ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ صاحب زادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور ان کی والدہ نصرت جہاں بیگم نے یہاں نہایت افسوس ناک دروغ گوئی سے کام لیا ہے۔ یہاں بہ جا طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب تو حرمت بی بی کے حقوق کو سال ہا سال سے پہلے ہی پامال کرتے چلے آرہے تھے اور اس سے انہوں نے ازدواجی تعلقات عرصۂ دراز سے منقطع کر رکھے تھے تو اب عقد ثانی کے بعد انہیں ان حقوق کا اور ان کی ادائیگی کا خیال یکا یک کیسے دامن گیر ہو گیا؟ وہ دراصل اس سے پیچھا چھڑانا چاہتے تھے اور کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھے۔ باقی رہی اقارب کی بے دینی تو محمدی بیگم کے باپ مرزا احمد بیگ کو مرزا غلام احمد قادیانی نے انتہائی خوشامد اور چاپلوسی پر مبنی جو ایک خط مؤرخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء کو لکھا تھا، اس کے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں ''ابھی ابھی مراقبے سے فارغ ہوا ہی تھا تو کچھ غنودگی سی ہوئی اور خدا کی طرف سے حکم ہوا کہ احمد بیگ کو مطلع کر دے کہ وہ بڑی لڑکی (محمدی بیگم) کا رشتہ منظور کرے......اور میں نے اس کا حکم پہنچا دیا، تاکہ اس کے رحم و کرم سے حصہ پاؤ اور اس کی بے بہا نعمتوں کے خزانے تم پر کھولے جائیں اور میں اپنی طرف سے تو یہی عرض کرتا ہوں کہ میں ہمیشہ ادب و لحاظ ہی ملحوظ رکھتا ہوں اور آپ کو ایک دین دار اور ایمان دار بزرگ تصور کرتا ہوں اور آپ کے حکم کو اپنے لئے فخر سمجھتا ہوں......میری املاک خدا کی اور آپ کی ہے اور میں نے عزیز محمد بیگ (محمدی بیگم کے بھائی) کے لئے پولیس میں بھرتی کرانے کی اور عہدہ دلانے کی خاص کوشش و سفارش کر لی ہے، تاکہ وہ کام میں لگ جاوے اور اس کا رشتہ میں نے ایک بہت امیر آدمی سے جو میرے عقیدت مندوں میں ہے تقریباً کر دیا ہے اور اللہ کا فضل آپ کے شامل حال ہو''۔ (۹۲/ج) یہاں خوب غور کیجئے مرزا صاحب کا سال ولادت ان کے اپنے قول کے مطابق ۱۸۳۹ء/ ۱۸۴۰ء ہے۔ (۹۲/د) پہلی بیوی حرمت بی بی سے جب ان کا دوسرا لڑکا فضل احمد پیدا ہوا تو ان کے اپنے بیان کے مطابق ان کی عمر سولہ سال تھی اور اس کے بعد انہوں نے حرمت بی بی سے عملاً لاتعلقی اختیار کر لی تھی۔ محمدی بیگم سے نکاح کے لالچ میں اس کے باپ مرزا احمد بیگ کو مذکورہ خط مرزا غلام احمد قادیانی نے فروری ۱۸۸۸ء میں لکھا تھا، یعنی اس وقت تک اپنی پہلی بیوی کے ازدواجی حقوق کو پامال کرتے ہوئے اور اسے بہ طور معلّقہ رکھے ہوئے مرزا صاحب کو کوئی ۳۲ یا ۳۳ سال ہو چکے تھے۔ محمدی بیگم کا والد مرزا احمد بیگ، مرزا غلام احمد قادیانی کا ماموں زاد بھائی اور محمدی بیگم کی والدہ عمر النساء زوجہ احمد بیگ، مرزا قادیانی کی چچا زاد بہن تھی۔ مرزا صاحب اپنے مذکورہ بالا خط میں احمد بیگ کو دین دار اور ایمان دار بزرگ تصور کر رہے ہیں اور ان کے حکم کی بہ جا آوری میں فخر محسوس کر

رہے ہیں، اگر یہ بہ قول صاحب زادہ بشیر احمد پرلے درجے کے بے دین ہوتے تو ان کے ابا جی مرزا غلام احمد قادیانی مذکورہ بالا خط احمد بیگ کو ہرگز نہ لکھتے۔ مرزا احمد بیگ کے نام ایک اور خط میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں ''......آپ کے لئے دعائے خیر و برکت چاہتا ہوں، میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں سے بیان کروں تاکہ میرے دل کی محبت اور خلوص ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے......''۔ (۹۳/الف) احمد بیگ کے نام ایک اور خط میں وہ لکھتے ہیں ''اے عزیز سنئے، آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ میری سنجیدہ بات کو لغو سمجھتے ہیں اور میرے کھرے کو کھوٹا خیال کرتے ہیں، بہ خدا میرا یہ ارادہ نہیں کہ میں آپ کو تکلیف دوں، ان شاء اللہ آپ مجھے احسان کرنے والوں میں سے پائیں گے......اگر آپ نے میرا قول اور بیان (محمدی بیگم سے نکاح کا) مان لیا تو مجھ پر مہربانی اور احسان اور میرے ساتھ نیکی ہوگی، میں آپ کا شکر گزار ہوں گا اور آپ کی درازی عمر کے لئے ارحم الراحمین کے جناب میں دعا کروں گا اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی لڑکی کو اپنی زمین اور مملوکات کا ایک تہائی حصہ دوں گا اور میں سچ کہتا ہوں کہ اس میں سے جو کچھ مانگیں گے میں آپ کو دوں گا......میں اپنا یہ خط اپنے پروردگار کے حکم سے لکھ رہا ہوں......ورنہ مجھے آپ کی یا آپ کی لڑکی کوئی حاجت نہیں، اگر میعاد گزر جائے اور سچائی ظاہر نہ ہو (یعنی اگر محمدی بیگم کا کسی اور سے نکاح ہوا تو مرزا صاحب کی وعیدی پیشین گوئیوں کے مطابق احمد بیگ تین سال کے اندر اور اس کا داماد اڑھائی سال کے اندر نہ مرے اور محمدی بیگم بیوہ ہو کر مرزا صاحب کے نکاح میں نہ آئے۔ ناقل) تو میرے گلے میں رسی اور پاؤں میں زنجیر ڈالنا اور مجھے ایسی سزا دینا کہ تمام دنیا میں کسی کو نہ دی گئی ہو۔ یہ خط میں نے احمد بیگ کو ۱۳۰۴ھ میں لکھا تھا۔ (ترجمہ)''۔ (۹۳/ب) محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ کے نام مرزا قادیانی کی اس طرح کی خط و کتابت سے صاف واضح ہے کہ محمدی بیگم سے نکاح کی امید میں مرزا صاحب کے نزدیک مرزا احمد بیگ ہرگز بے دین نہیں تھا اور اگر وہ اپنی لڑکی محمدی بیگم کا نکاح مرزا صاحب سے کر دیتا تو ارحم الراحمین کے جناب میں درازیٔ عمر کی دعاؤں کا مستحق تھا اور اس کا ہر حکم مرزا صاحب کے لئے لائق فخر تھا۔ محمدی بیگم مرزا صاحب کی جائیداد کے ایک تہائی حصے کی مستحق تھی، اور اس متوقع نکاح سے پہلے احمد بیگ دیانت دار اور ایمان دار بزرگ تھا۔ حال آں کہ یہ سب لوگ مرزا صاحب پر کبھی ایمان نہیں لائے تھے اور قادیانی شریعت کی رو سے کافر تھے۔ اس سے صاحب زادہ بشیر احمد اور ان کی والدہ کا یہ دعویٰ بھی محل نظر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اپنی پہلی بیوی حرمت بی بی کو اخراجات باقاعدہ ادا کرتے رہے تھے ورنہ سوچنے کی بات ہے کہ یہ اخراجات تو اسے مبینہ طور پر مرزا صاحب پہلے ہی ادا کر رہے تھے تو نصرت جہاں بیگم (والدہ مرزا بشیر احمد) سے عقد

ثانی کے بعد اس حرمت بی بی کے وہ کون سے حقوق تھے جن کی فکر مرزا صاحب کو کھائے جا رہی تھی اس سے مباشرت تو انہوں نے پہلے ہی سال ہا سال سے چھوڑ رکھی تھی۔ جب اقارب کی مبینہ ''پرلے درجے کی بے دینی'' کی بات خود مرزا صاحب کی مذکورہ خط و کتابت سے جھوٹی ثابت ہو رہی ہے تو اخراجات کی ادائیگی کے دعوے کا بھی اعتبار جاتا رہا۔ مرزا صاحب کے عقد ثانی کے بعد پہلی مظلومہ بیوی کے اخراجات کے کفیل اس کے بطن سے پیدا ہونے والے اس کے بیٹے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد تھے۔ یہی بات قرین فہم نظر آ رہی ہے، نیز مرزا صاحب محمدی بیگم کو اپنی تہائی جائیداد دینے کا جو وعدہ فرما رہے تھے، اگر اسے یہ حصہ بہ طور وصیت ملنا تھا تو شرعاً کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں ہے اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ نبی کے مال میں وراثت چلا ہی نہیں کرتی مرزا صاحب متنبی تھے، اگر اسے بہ طور ہبہ ملنا تھا تو پہلی بیوی حرمت بی بی اور دوسری بیوی نصرت جہاں بیگم کا کیا قصور تھا کہ انہیں بھی جائیداد کا ایک ایک تہائی حصہ نہ دیا جائے؟ یہاں مرزا کو بیویوں میں مساوات کیوں یاد نہ رہی؟ حال آں کہ نصرت جہاں بیگم سے نکاح کے بعد انہیں اپنی پہلی بیوی حرمت بی بی کے حقوق کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ اگر وہ محمدی بیگم کے ساتھ اپنی پہلی دو بیویوں کو بھی جائیداد کا ایک ایک تہائی حصہ ہبہ فرماتے تو ساری جائیداد تو بیویوں میں تقسیم ہو جاتی تو ان کی اولاد لوگوں کے صرف چندوں اور عطیات پر ہی پھلتی پھولتی۔ غور کیجئے محمدی بیگم سے نکاح کے شوق میں مرزا صاحب کس طرح احکام شریعت کی پامالی پر پوری طرح تلے بیٹھے تھے۔ الغرض صاحب زادہ بشیر احمد کا یہ کہنا کہ ان کے اباجی کا اپنی پہلی بیوی حرمت بی بی سے لاتعلقی کا رویہ اس لئے تھا کہ اقارب بہت بے دین تھے اور حرمت بی بی ان ہی کے رنگ میں رنگین تھی، مرزا صاحب کی مذکورہ خط و کتابت کی زد سے قطعاً غلط قرار پاتا ہے، خود مرزا صاحب ہی خوشامدی، حریص، ظالم، شرعی احکام کی دھجیاں اڑانے والے، معروضی حالات سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے شدید خواہش مند ہونے کی بنا پر استحصال پسند (بلیک میلر) تھے، مرزا صاحب کا ہزار جتن کے باوجود محمدی بیگم سے نکاح نہ ہوا بل کہ اس کے والدین اور اقارب نے اس کا نکاح ایک اور شخص مرزا سلطان محمد بیگ سے کر دیا لیکن وہ مرزا قادیانی کی مقرر کردہ میعاد کے اندر فوت نہیں ہوا اور نہ ہی محمدی بیگم بیوہ ہو کر مرزا قادیانی کے نکاح میں آئی۔ ان حالات میں مرزا صاحب کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ اپنی تحریر اور وعدے کے مطابق اپنے آپ کو محمدی بیگم کے اقارب کے حوالے کرتے تاکہ وہ ان کے گلے میں رسی اور پاؤں میں زنجیر ڈالتے اور انہیں ایسی سزا دیتے جو تمام دنیا میں کسی کو نہ دی گئی ہو۔ مرزا صاحب عہد شکن بھی نکلے۔

مرزا صاحب کو اپنی پہلی بیوی حرمت بی بی سے یہ شکایت تھی کہ وہ مرزا احمد بیگ اور اس کی بیوی عمر

النساء پر دباؤ کیوں نہیں ڈالتی کہ وہ نوعمر محمدی بیگم کا نکاح مرزا صاحب سے کر دیں، قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے کہ احمد بیگ مرزا قادیانی کا ماموں زاد بھائی اور اس کی بیوی عمر النساء مرزا قادیانی کی چچازاد بہن تھی، اس لحاظ سے محمدی بیگم ایک رشتے سے مرزا صاحب کی بھتیجی اور دوسرے رشتے سے بھانجی لگتی تھی۔ مرزا احمد بیگ کی ایک بہن مرزا علی شیر بیگ کی اہلیہ تھی۔ مرزا علی شیر کی بیٹی عزت بی بی (یعنی مرزا احمد بیگ کی بھانجی) مرزا قادیانی کی پہلی بیوی حرمت بی بی کے بطن سے پیدا ہونے والے ان کے بیٹے فضل احمد کی بیوی تھی۔ بالفاظ دیگر عزت بی بی دختر مرزا علی شیر بیگ، مرزا غلام احمد قادیانی کی بہو تھی۔ یوں محمدی بیگم دختر مرزا احمد بیگ، عزت بی بی کی ماموں زاد بہن تھی، اس لحاظ سے نوعمر محمدی بیگم مرزا قادیانی کی بہو کے مقام پر تھی لیکن ادھیڑ عمر متنبی قادیان نے اسے بیٹی، بہو، بھتیجی یا بھانجی کے بہ جائے بیوی کی حیثیت سے دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ بعد میں جب احمد بیگ نے محمدی بیگم کا نکاح مرزا قادیانی کی بہ جائے مرزا سلطان محمد سے کر دیا تو مرزا غلام احمد قادیانی نے طیش میں آکر اپنی اس مظلومہ اور سال ہا سال سے نظر انداز کی ہوئی پہلی بیوی حرمت بی بی کو طلاق دے دی۔ حال آں کہ یہ مظلومہ شرعاً ہرگز اس امر کی پابند نہ تھی کہ وہ محمدی بیگم کے والدین کو مجبور کر کے اپنے لئے ایک اور سوکن کا انتظام کرتی اور اس بیچاری کے اختیار میں بھی نہیں تھا کہ وہ ایسا کر پاتی۔ یاد رہے کہ محمدی بیگم سے نکاح کی شدید خواہش سے پہلے مرزا صاحب نصرت جہاں بیگم دختر میر ناصر نواب دہلوی سے نکاح کر چکے تھے جس کا تذکرہ آئندہ سطور میں حسب موقع و محل ہوگا۔

مرزا صاحب نے محمدی بیگم سے شادی میں ناکامی پر نہ صرف اپنی پہلی اہلیہ حرمت بی بی پر ظلم کے پہاڑ توڑے بل کہ اس سے پیدا ہونے والے اپنے دونوں بیٹوں مرزا سلطان احمد، مرزا فضل احمد اور اپنی بہو عزت بی بی زوجہ فضل احمد پر بھی سنگ دلانہ ظلم کیا۔ مرزا صاحب نے اپنے دونوں بیٹوں کو مجبور کیا کہ وہ بھی اپنی اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں۔ مرزا سلطان احمد نے اپنے ظالم باپ کے ناروا حکم کی تعمیل سے صاف انکار کر دیا، مرزا صاحب نے اپنی پیشگی دھمکی کے مطابق اسے اپنی جائیداد سے ناحق عاق کر دیا۔ مرزا فضل احمد نے باپ کے مجبور کرنے پر اپنی بیوی عزت بی بی کو طلاق دے دی۔ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ یہ عزت بی بی مرزا احمد بیگ کی حقیقی بھانجی تھی۔ اتنا کچھ کر لینے کے باوجود مرزا متنبی قادیان نے محمدی بیگم کا خیال دل سے نہ نکالا اور یہی دہائی دیتے رہے کہ خدا نے اس سے میرا نکاح آسمان پر پڑھ دیا ہے اور میری یہ آسمانی منکوحہ ضرور بالضرور بیوہ ہو کر میرے نکاح میں آئے گی اور اگر میری یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی تو مجھے ذلیل، مردود، ملعون، نامراد اور دجال سمجھا جائے۔ ایک طرف تو مرزا صاحب کا یہ ظلم تھا تو دوسری طرف جب کچھ عرصے کے بعد فضل احمد فوت ہو گیا تو اس کا جنازہ اس لئے نہ پڑھایا اور نہ ہی اس میں شمولیت کی

کہ وہ مرزا صاحب کی (خود ساختہ) نبوت پر ایمان نہیں لایا تھا۔ یہ مظلوم لوگ اس لحاظ سے بہ ہر حال خوش قسمت نکلے کہ وہ مرزا صاحب پر ایمان نہ لاکر فتنۂ ارتداد سے محفوظ رہے۔

محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ پر دباؤ ڈالنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی بہو عزت بی بی اور اس کے والدین کو بھی ترہیب وترغیب کے مراحل سے گزارا۔ عزت بی بی کے والد اور اپنے سمدھی مرزا علی شیر بیگ کو اپنے ایک خط مورخہ ۲ مئی ۱۸۹۱ء/ ۲۲ رمضان ۱۳۰۸ھ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں''...... اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح کا فرق نہ تھا اور میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں...... میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی (محمدی بیگم) کا نکاح ہونے والا ہے...... اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے...... ایک طرف جب محمدی بیگم کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف سے فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لاوارث کر دوں گا......'' (۹۳/ ج) مرزا علی شیر بیگ نے مذکورہ خط کے جواب میں ۴ مئی ۱۸۹۱ء کو مرزا قادیانی کو لکھا''......گرامی نامہ پہنچا، غریب طبع یا نیک جو کچھ بھی تصور کریں آپ کی مہربانی ہے، ہاں مسلمان ضرور ہوں مگر آپ کی خود ساختہ نبوت کا قائل نہیں ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے سلف صالحین کے طریقے پر ہی رکھے اور اسی پر میرا خاتمہ بالخیر کرے...... احمد بیگ کے متعلق کرہی کیا سکتا ہوں، وہ ایک سیدھا سادہ مسلمان ہے، جو کچھ ہوا آپ کی طرف سے ہی ہوا، نہ آپ فضول ایمان گنواتے اور الہام بازی کرتے اور نہ مرنے کی دھمکیاں دیتے اور نہ وہ کنارہ کش ہوتا...... آپ خیال فرمائیں کہ اگر آپ کی جگہ احمد بیگ ہوا اور احمد بیگ کی جگہ آپ ہوں تو خدا لگتی کہنا کہ تم کن کن باتوں کا خیال کر کے رشتہ دو گے۔ اگر احمد بیگ سوال کرتا اور وہ مجمع الامراض ہونے کے علاوہ مسیلمہ کذاب کے کان بھی کتر چکا ہوتا (یعنی مسیلمہ کذاب کی طرح نبوت کا جھوٹا مدعی ہوتا۔ ناقل)......تو آپ رشتہ دیتے؟ آپ کو خط لکھتے وقت یوں آپے سے باہر نہیں ہونا چاہئے، لڑکیاں سب ہی کے گھروں میں ہیں اور نظام عالم ان ہی باتوں پر قائم ہے کچھ حرج نہیں، اگر آپ (میری بیٹی عزت بی بی کو اپنے لڑکے فضل احمد سے) طلاق دلوائیں گے تو یہ بھی پیغمبری کی نئی سنت دنیا پر قائم کر کے بدنامی کا سیاہ داغ مول لیں گے...... باقی روٹی تو اس کو بھی خدا کہیں سے دے ہی دے گا، تر نہ سہی خشک سہی مگر وہ خشک بہتر ہے جو پسینے کی کمائی سے پیدا کی جاتی ہے...... میں بھائی احمد بیگ کو لکھ رہا ہوں بلکہ آپ کا خط بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا ہے، مگر میں ان کی موجودگی میں کچھ نہیں کر سکتا اور میری بیوی کا کیا حق ہے کہ وہ اپنی بیٹی کے لئے بھائی کی لڑکی کو ایک دائم المریض آدمی کو دینے کے لئے جو مراق سے خدائی تک پہنچ چکا ہو کس

طرح لڑے...... ہاں اگر وہ خود مان لیں تو میں اور میری بیوی حارج نہ ہوں گے، آپ خود ان کو لکھیں مگر درشت اور سخت الفاظ آپ کا قلم گرانے کا عادی ہو چکا ہے اس سے جہاں تک ہو سکے احتراز کریں اور منت وساجت سے کام لیں''۔ (۹۳/د) مرزا علی شیر بیگ کے مذکورہ خط کے جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی بہو عزت بی بی کی طرف سے اس کی والدہ کے نام یہ خط لکھوایا ''سلام مسنون کے بعد...... اس وقت میری تباہی اور بربادی کا خیال کرو، مرزا صاحب کسی طرح مجھ سے فرق نہیں کرتے، اگر تم اپنے بھائی میرے ماموں (محمدی بیگم کے والد احمد بیگ) کو سمجھاؤ تو سمجھا سکتی ہو، اگر نہیں تو پھر طلاق ہو گی اور ہزار طرح کی رسوائی ہو گی، اگر منظور نہیں تو خیر مجھے اس جگہ سے لے جاؤ، پھر میرا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں''۔ اسی خط میں مرزا صاحب کی طرف سے بھی یہ لکھا گیا'' جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے کہ اگر مرزا سلطان محمد سے محمدی بیگم کا نکاح رک نہیں سکتا تو پھر بلا توقف عزت بی بی کے لئے قادیان میں کوئی آدمی بھیج دو تا کہ ان کو لے جائے''۔ (۹۳/ھ) ان واقعات سے پہلے محمدی بیگم کا بھائی مارچ ۱۸۹۱ء میں شدید بیمار ہو گیا تھا، اسے مرزا صاحب نے علاج کے لئے اپنے دست راست حکیم نورالدین کے پاس بھیجا تو مؤرخہ ۲۱ مارچ ۱۸۹۱ء کو حکیم صاحب کے نام ایک خط میں لکھا'' اس (محمد بیگ) کا والد احمد بیگ بوجہ اپنی بے سمجھی اور حجاب کے اس عاجز سے سخت عداوت وکینہ رکھتا ہے...... تاہم کچھ مضائقہ نہیں کہ ان لوگوں کی سختی کے عوض نرمی اختیار کر کے ''ادفع بالتی ھی احسن'' کا ثواب حاصل کیا جائے، اس لڑکے محمد بیگ کے کتنے خطوط اس مضمون کے پہنچے کہ مولوی (نورالدین) صاحب پولیس کے محکمے میں مجھے نوکر کرا دیں، آپ بہ راہ مہربانی اس کو بلا کر نرمی سے سمجھائیں کہ تیری نسبت انہوں نے (یعنی مرزا قادیانی نے) بہت کچھ سفارش لکھی ہے اور تیرے لئے جہاں تک گنجائش اور مناسب وقت ہو کچھ فرق نہ ہو گا، غرض آں مکرم میری طرف سے اس کے ذہن نشین کرا دیں کہ وہ (یعنی مرزا صاحب) تیری نسبت بہت تاکید کرتے ہیں۔ اگر محمد بیگ آپ کے ساتھ آنا چاہے تو ساتھ لے آویں...... زیادہ خیریت ہے''۔ (۹۳/و) مرزا صاحب کی مذکورہ خط وکتابت سے معلوم ہوا کہ وہ مرزا علی شیر بیگ کو بھی ''غریب طبع، نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم'' سمجھتے تھے لہٰذا اقارب کی بے دینی کا بہانہ صاف جھوٹ ہے۔ البتہ مرزا علی شیر بیگ کے خیال میں ان کے سمدھی مرزا غلام احمد قادیانی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے مسیلمہ کذاب کے کان کتر چکے تھے۔ علاوہ ازیں مراق اور طرح طرح کے دیگر امراض میں مبتلا اور پچاس سال کی عمر سے متجاوز ہونے کے باوجود احمد بیگ کی نوعمر لڑکی سے نکاح کے نامناسب انداز میں خواہش مند تھے۔ عزت بی بی بیچاری بھی بے دین نہیں تھی بل کہ طوعاً وکرہاً اپنے خسر مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ بھرپور تعاون کر رہی تھی جیسا کہ اپنی والدہ کے نام

اس کے خط سے واضح ہے۔ حکیم نورالدین کے نام خط سے بھی مرزا صاحب کے ہوشیار اور عیار ذہن کی خوب عکاسی ہوتی ہے، محمدی بیگم کے بھائی محمد بیگ کو کس طرح زیر بار احسان لایا جارہا ہے اور کس طرح اسے پولیس میں بھرتی کرانے کی امیدیں دلائی جارہی ہیں تاکہ وہ اپنے والدین پر دباؤ ڈال کر اپنی بہن محمدی بیگم کا مرزا صاحب سے بہ خیر وخوبی نکاح کرا سکے۔ یہاں یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ مرزا احمد بیگ اور مرزا علی شیر بیگ اسی طرح محمدی بیگم تادم آخر مرزا صاحب کی جھوٹی نبوت اور مسیحیت پر ایمان نہیں لائے تھے یعنی قادیانی شریعت کی رُو سے وہ کافروں میں شامل تھے لیکن مرزا صاحب محمدی بیگم کی محبت میں انہیں ''ایمان دار، دیانت دار اور اسلام پر قائم'' سمجھتے تھے۔ یہاں یہ تاویل بھی کارآمد نہیں ہوسکتی کہ مرزا صاحب ان لوگوں کو صرف اس لئے مسلمان قرار دیتے تھے کہ ان کے یہ مخالفین اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے تھے، ایسا ہوتا تو مرزا صاحب ''اسلام پر قائم، نیک خیال، ایمان دار اور دیانت دار'' جیسے کلمات سے ان کی مدح سرائی نہ فرماتے۔ محمدی بیگم بھی قادیانی شریعت کی رو سے ایک کافر خاتون تھی لیکن اس کے باوجود مرزا صاحب کی مزعومہ وحی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس کا نکاح مرزا صاحب سے آسمان پر کردیا تھا۔ اگر ایک ''کافر'' خاتون سے نبوت کے مدعی مرزا غلام احمد کا آسمانی نکاح ہوسکتا تھا اور اگر مرزا علی شیر بیگ جو مرزا قادیانی کو مسیلمہ کذاب کے کان کترنے والا اور الہام ربانی کرنے والا قرار دے رہے تھے، اور مرزا احمد بیگ اور ان کا پورا خاندان مرزا قادیانی کو جھوٹا نبی سمجھتے تھے اس کے باوجود وہ مرزا صاحب کے نزدیک نیک خیال، ایمان دار، دیانت دار اور اسلام پر قائم تھے، تو مرزا صاحب پر ایمان نہ لانے والے ان کے ''کافر'' بیٹے فضل احمد کا کفر تو کہیں کم اور ہلکے درجے کا تھا تو اس کا جنازہ کیوں حرام اور ممنوع تھا؟ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہر طرح کے لالچ اور دباؤ کے باوجود جب محمدی بیگم سے نکاح میں مرزا صاحب بری طرح ناکام ہوئے تو ان کی پہلی بیوی حرمت بی بی، اس سے پیدا ہونے والے ان کے دونوں بیٹے سلطان احمد اور فضل احمد، بہو عزت بی بی، سمدھی مرزا علی شیر بیگ، احمد بیگ اور دیگر اقارب بے دین ٹھہرے۔ اگر یہ مبینہ بے دینی مرزا صاحب کے ان پر مظالم کا واقعی صحیح جواز تھی تو یہی بے دینی محمدی بیگم میں بھی تو بدرجۂ اتم موجود تھی تو مرزا صاحب تادم مرگ اس سے نکاح کرنے پر کیوں اصرار فرماتے رہے اور ان پر اس سلسلے میں لگاتار مزعومہ وحی کا نزول کیوں ہوتا رہا؟

کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب اپنے فرماں بردار بیٹے فضل احمد کی موت پر نہایت ہی رنجیدہ اور غمگین تھے لیکن وہ چوں کہ آپ پر ایمان نہیں لایا تھا اس لئے کافر ٹھہرا اور باپ نے اس کا جنازہ نہ پڑھایا، حال آں کہ جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے، مرزا علی شیر بیگ، مرزا احمد بیگ اور محمدی بیگم سمیت پورا خاندان

قادیانی شریعت کی رُو سے کافر ہی نہیں بل کہ یہ لوگ پرلے درجے کے مخالف و معاند بھی تھے۔ پھر بھی مرزا صاحب کو محمدی بیگم سے شدید محبت کے زیر اثر ان کے اندر ''ایمان، دین، اسلام پر قیام اور نیک خیالی'' نظر آرہی تھی۔ مرزا صاحب کی متذبذب، متردد اور انتہائی متناقض شخصیت کو نفسیات کی زبان میں دہری شخصیت قرار دیا جاسکتا ہے، ان کی نفسیات کو کماحقہ سمجھنے سے اکثر اہل علم قاصر نظر آتے ہیں۔ ہماری یہ ادنیٰ سی کوشش بھی فرد واحد کی کاوش ہے، اس مقصد کے لئے ماہرین نفسیات کی ایک جماعت کی ضرورت ہے جو قادیانی مطبوعات کے گہرے مطالعے اور غور وفکر کے بعد مزید حقائق کو سامنے لاسکے، جیسا کہ آئندہ سطور میں اپنے مقام پر مذکور ہوگا مرزا صاحب نہایت ہی قیمتی ادویہ کستوری، عنبر اور مقوی اغذیہ وغیرہ استعمال فرماتے تھے۔ یہاں تو بہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے زیر اثر اپنی تلاطم خیز نفسانی وشہوانی کیفیات و خواہشات کو شعوری یا غیر شعوی طور پر تقدس کا جامہ پہنایا ہی تھا کہ ان پر نوعمر اور نوخیز کنواری خاتون محمدی بیگم کو عقد زوجیت میں لانے کی متواتر شیطانی وحی کا طوفانی نزول شروع ہوگیا جسے انہوں نے بدقسمتی سے ربانی وروحانی وحی سمجھ لیا۔ مراق وہسٹیریا کے امراض نے دو آتشہ کا کام کیا کہ انہیں (قادیانی شریعت کی رُو سے) اس کافر لڑکی کے باپ مرزا احمد بیگ میں اور اپنے سمدھی مرزا علی شیر بیگ میں جو انہیں مسیلمہ کذاب سے بھی بڑا کذاب قرار دیتے تھے ایمان واسلام اور دیانت وامانت کے شعلے بھڑکتے دکھائی دینے لگے تھے مگر انہیں اپنے فرماں بردار کافر بیٹے کے اندر ایمان کی معمولی سی چنگاری تک نظر نہ آئی۔ ادھر خدا نے (معاذ اللہ) کافر محمدی بیگم کا نکاح ان سے آسمان پر پڑھ ڈالا تھا اور اس سلسلے میں مرزا صاحب پر مزعومہ وحی تادم آخر نازل ہوتی رہی۔ فیاللعجب!

یہ تو رہی مرزا قادیانی کی پہلی شادی خانہ بربادی، اب ہم ان کے عقد ثانی اور اس کے متعلقات پر نظر ڈالتے ہیں، مرزا صاحب کی دوسری شادی سے پہلے ان کی کتاب براہین احمدیہ (۱۸۸۰۔۱۸۸۴ء) کے نہایت قابل اعتراض مضامین کے پیش نظر علمائے لدھیانہ مولانا عبدالعزیز ومولانا محمد پسران مولانا عبد القادر ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء میں ان پر کفر کا فتویٰ لگا چکے تھے۔ اہل حدیث مسلک کے بعض جلیل القدر علما بھی مرزا صاحب کے خطرناک عزائم کو بھانپ گئے تھے لیکن مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ ابتدا میں مرزا صاحب کو سمجھ نہ پائے۔ ان ہی ایام میں مرزا صاحب پر دوسری شادی کے لئے مزعومہ الہامات ہونے لگے اور ان کی اس خواہش کی تکمیل میں مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ ان کی اس بے تدبیری وسادگی سے مرزا صاحب کی دوسری بیوی نصرت جہاں بیگم اور اس کا پورا خاندان فتنۂ ارتداد کا شکار ہوگیا۔ مرزا بشیر احمد ولد مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب سیرۃ المہدی میں لکھتے ہیں 'بیان کیا مجھ سے

حضرت والدہ صاحبہ نے میری شادی سے پہلے حضرت صاحب کو معلوم ہو گیا تھا کہ آپ کی دوسری شادی دلی میں ہوگی، چناں چہ آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے پاس اس کا ذکر کیا تو چوں کہ اس وقت اس کے پاس تمام اہل حدیث لڑکیوں کی فہرست رہتی تھی اور میر ناصر نواب بھی اہل حدیث تھے اور اس سے بہت میل ملاقات رکھتے تھے اس لئے اس نے حضرت صاحب کے پاس میر صاحب کا نام لیا۔ آپ نے میر صاحب کو لکھا، شروع میں میر صاحب نے اس تجویز کو بہ وجہ تفاوتِ عمر ناپسند کیا مگر آخر رضامند ہو گئے اور پھر حضرت صاحب مجھے بیاہنے دلی گئے، آپ کے ساتھ شیخ حامد علی اور لالہ ملاوامل بھی تھے۔ نکاح مولوی نذیر حسین نے پڑھایا، یہ ۲۷ محرم ۱۳۰۲ھ بہ روز پیر کی بات ہے۔ اس وقت میری عمر اٹھارہ سال کی تھی، حضرت صاحب نے نکاح کے بعد مولوی نذیر حسین کو پانچ روپے اور ایک مصلّٰی نذر دیا تھا، خاک سار عرض کرتا ہے کہ اس وقت مسیح موعود کی عمر پچاس سال کے قریب ہوگی۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ تمہارے تایا میرے نکاح سے ڈیڑھ سال پہلے فوت ہو چکے تھے۔ خاک سار عرض کرتا ہے کہ تایا صاحب ۱۸۸۳ء میں فوت ہوئے جو کہ تصنیف براہین (احمدیہ) کا آخری زمانہ تھا اور والدہ صاحبہ کی شادی نومبر ۱۸۸۴ء میں ہوئی تھی اور مجھے والدہ صاحب سے معلوم ہوا ہے کہ پہلے شادی کا دن اتوار مقرر ہوا تھا مگر حضرت صاحب نے کہہ کر پیر کروا دیا تھا''۔ (۹۳/ز) مرزا بشیر احمد نے اپنی نانی کے حوالے سے مزید لکھا ہے ''مولوی محمد حسین بٹالوی کے تمہارے نانا (میر ناصر نواب صاحب) کے ساتھ بہت تعلقات تھے، انہوں نے کئی دفعہ تمہارے ابا کے لئے سفارشی خط لکھا اور بہت زور دیا کہ مرزا صاحب بڑے نیک اور شریف اور خاندانی آدمی ہیں مگر میری یہاں بھی تسلی نہ ہوئی کیوں کہ ایک تو عمر کا بہت فرق تھا، دوسرے ان دنوں میں دہلی والوں میں پنجابیوں کے خلاف بہت تعصب ہوتا تھا''۔ (۹۴/الف) مولانا ابو القاسم رفیق دلاوری رحمہ اللہ اپنی کتاب ''رئیسِ قادیان'' میں لکھتے ہیں ''ان ایام میں ترکِ تقلید کا مسلک ہندوستان میں نیا نیا رائج ہوا تھا، مقلدوں اور غیر مقلدوں کے تعلقات میں بہت کچھ کشیدگی پائی جاتی تھی، اس لئے حضرات اہل حدیث حنفیوں سے رشتہ ناطہ نہیں کرتے تھے اور کفو ہو یا غیر کفو لازماً اپنی لڑکی اہل حدیث ہی کو دیتے تھے۔ جب مرزا صاحب کے دل میں نئی شادی کا شوق سر سرایا تو اپنے یارِ غار مولوی محمد حسین بٹالوی سے اس کا ذکر کیا۔ مولوی محمد حسین کے پاس تمام اہل حدیث لڑکیوں کی فہرست رہتی تھی، مولوی محمد حسین نے مرزا صاحب کو مشورہ دیا کہ میر ناصر نواب سے تمہاری پرانی ملاقات ہے ان کی لڑکی جوان ہے، اس لئے سلسلہ جنبانی کرو۔ مرزا صاحب نے میر صاحب کو چٹھی لکھی کہ گو پہلے بھی میرے گھر میں بیوی موجود ہے اور اولاد بھی ہے مگر میں عملاً مجرد ہی ہوں...... مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ میر صاحب کے بہت

دیرینہ تعلقات تھے، انہوں نے مرزا صاحب کی سفارش میں متعدد خطوط بھیجے''۔ (۹۴/ ب) مذکورہ بالا اقتباسات سے واضح ہو رہا ہے کہ براہین احمدیہ (۱۸۸۰ء۔۱۸۸۴ء) کی تالیف کے ایام میں ہی مرزا غلام احمد قادیانی کفر و ارتداد کی راہ اپنے لئے ہموار کر چکے تھے اور وہ حدیث نفس پر عمل پیرا تھے لیکن مولانا بٹالوی رحمہ اللہ ان دنوں یہ سمجھ رہے تھے کہ مرزا صاحب حدیث رسول ﷺ کے سچے متبع ہی نہیں بل کہ مجدد و ملہم بزرگ ہیں۔ اسی لئے انہوں نے اٹھارہ سالہ دوشیزہ کا پینتالیس سالہ ادھیڑ عمر مرزا قادیانی سے نکاح کرانے میں نہایت دل چسپی لی، اس کا صلہ مرزا صاحب کی اسی دوسری بیوی کے بطن سے جنم لینے والا مرزا بشیر احمد یوں دے رہا ہے کہ اپنی ماں کو وہ ''حضرت والدہ صاحبہ'' اور اپنے متنبی اباجی کو ''حضرت مسیح موعود'' کے کلمات سے یاد کرتا ہے مگر اس کی ماں کے نکاح کی بھاگ دوڑ کرنے والے مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ اور نکاح خواں مولانا نذیر حسین دہلوی کا ذکر خلاف ادب طریقے سے سوقیانہ انداز میں کرتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مولانا بٹالوی اور مولانا دہلوی رحمہما اللہ بعد میں قادیانیت کے خلاف سرگرم عمل ہوئے، تاہم صاحب زادہ بشیر احمد صاحب کو سوچنا چاہئے تھا کہ ان ہر دو حضرات کا تعاون ان کے اباجی مرزا غلام احمد قادیانی کو حاصل نہ ہوا ہوتا تو ان کی والدہ صاحبہ کا نکاح ان کے اباجی سے نہ ہو پاتا اور نہ ہی صاحب زادہ بشیر احمد وجود پذیر ہوتے اس لئے انہیں اس قدر احسان فراموش نہیں ہونا چاہئے تھا کہ وہ اپنے ان محسنوں کے لئے جمع تعظیم کے صیغوں کے استعمال میں بخل سے کام لے رہے ہیں، مرزا بشیر احمد کے بڑے بھائی بشیر الدین محمود احمد خلیفہ قادیان نے مولانا بٹالوی کو صلہ دینے میں کہیں زیادہ ''فیاضی'' دکھائی ہے، نکاح کی ایک تقریب میں انہوں نے ارشاد فرمایا ''ان (مولانا محمد حسین بٹالوی) کے والد کا جس وقت نکاح ہوا ان کو اگر مسیح موعود کی حیثیت معلوم ہوتی اور وہ جانتے کہ میرا بیٹا وہی کام کرے گا جو آں حضرت ﷺ کے مقابلہ میں ابوجہل نے کیا تھا تو اپنے آلۂ تناسل کو کاٹ دیتا اور اپنی بیوی کے پاس نہ جاتا''۔ (۹۴/ ج) مرزا قادیانی نے اپنا سال ولادت اپنے قلم سے ۱۸۳۹ء، ۱۸۴۰ء لکھا ہے، لہٰذا ۱۸۸۴ء میں اس دوسرے نکاح کے وقت ان کی عمر پچاس سال نہیں بل کہ پینتالیس سال تھی۔ مرزا صاحب کی عمر کے متعلق اہم ان ہی مباحث میں نمبر شمار ۲۸ کے تحت لکھ چکے ہیں کہ اپنی عمر کے متعلق بھی مرزا صاحب کی پیشین گوئی دوسری بہت سے پیشین گوئیوں کی طرح جھوٹی نکلی، اسی خفت اور شرمندگی کو مٹانے کے لئے مرزا بشیر احمد اور دیگر قادیانی حضرات ہیر پھیر سے کام لینے پر مجبور نظر آتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے زمانے کے عام رواج کے مطابق از راہ تواضع اپنے آپ کو ''عاجز و خاک سار'' لکھنے کے عادی تھے لیکن اس دوسری شادی کے ایام میں وہ جسمانی صحت کے لحاظ سے بھی واقعی

عاجز اور خاکسار ہی تھے۔ میاں حامد علی قادیانی کا بیان ہے ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے (گویا نومبر ۱۸۸۴ء میں) ایک روز مجھے فرمایا، میاں حامد علی سفر پر جانا ہے، چناں چہ یکہ کرایہ پر لیا، جب خاکروبوں کے محلے کے قریب پہنچے تو مرزا اسماعیل بیگ صاحب سے فرمایا کہ میں دہلی شادی کرنے کے لئے جارہا ہوں، وہیں رخصتانہ اور ولیمہ ہوگا، یہ بات کسی کو نہ بتائیں میں جاکر خط لکھوں گا، اس وقت سلطان احمد کی والدہ کو بتادینا، تاکہ میری واپسی تک وہ رودھو بیٹھے۔ میں حضور کی یہ بات سن کر سخت حیرت زدہ ہوگیا، کیوں کہ مجھے بہ خوبی معلوم تھا کہ حضور اس وقت ازدواجی زندگی کے قابل نہ تھے اور عرصے سے مختلف حکیموں اور طبیبوں سے نسخے معلوم کرکے نوٹ کیا کرتا تھا اور حضور کو کھلاتا تھا لیکن کسی کا اثر نہ ہوتا تھا۔ مرزا اسماعیل بیگ صاحب کی موجودگی میں تو میں نے اپنے تئیں بہ مشکل ضبط کیا، لیکن نہر کے پل پر پہنچے تو عرض کیا آپ کی حالت آپ پر اور نہ مجھ پر مخفی ہے پھر آپ نے شادی کا کیوں ارادہ فرمایا ہے؟ فرمایا کہ آپ کی بات درست ہے لیکن میں کیا کروں اللہ تعالیٰ کہتا ہے چل تو میں چلتا ہوں، اس جواب پر میں کیا کرتا؟ سو میں خاموش ہوگیا، دہلی میں حضرت میر نواب صاحب کے ہاں پہنچے تو بیٹھک میں مجھے ٹھہرایا گیا، چند روز قبل ہی بیوی صاحبہ (حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ) ایام سے پاک ہوئی تھیں، گھر پر ہی رخصتانہ عمل میں آیا، رخصتانہ کی رات میں نہایت بے قرار تھا کہ کیا ہوگا چناں چہ شدت اضطراب کی وجہ سے میری نیند کافور ہوگئی اور میں رات بھر حضور کے لئے نہایت تضرع سے دعا میں مصروف رہا۔ صبح کی اذان ہوئی تو حضور میرے پاس تشریف لائے اور ہم نے نماز فجر ادا کی جس کے بعد فرمایا آؤ لال قلعے کی سیر کرآئیں چناں چہ راستے میں خود ہی فرمایا، اللہ تعالیٰ کی ذات کتنی پردہ پوش اور باوفا ہے کہ رات بیوی صاحبہ کو پھر ایام شروع ہوگئے اور ہمیں چھٹی ہوگئی۔ چناں چہ اسی حالت میں حضور حضرت ام المومنین کو لے کر قادیان تشریف لے آئے، کچھ عرصے بعد حضرت میر صاحب نے حضور کو لکھا کہ آپ لڑکی کو چھوڑ جائیں، حضور نے ایک سو روپیہ بھجوا کر لکھا کہ مجھے تصنیف کے کام کی وجہ سے فرصت نہیں آپ آکر لے جائیں۔ چناں چہ میر صاحب آکر لے گئے، پھر دو تین ماہ بعد حضور کو کھا کہ آپ آکر بچی کو لے جائیں، حضور نے ایک سو روپیہ بھیج دیا اور لکھا کہ آپ آکر چھوڑ جائیں، چناں چہ میر صاحب آکر چھوڑ گئے۔ حضرت ام المومنین کے اخلاق عالیہ قابل تعریف ہیں کہ آپ نے اپنے والدین کے ہاں اور سہیلیوں سے اس بارے میں کوئی شکوہ نہیں کیا، میں حضور کے علاج میں پہلے ہی مصروف تھا، بیوی صاحبہ کی واپسی پر آٹھ دس ماہ گزر گئے لیکن علاج بے اثر رہا۔ ایک روز سیر میں حضور نے ہمیں فرمایا کہ تم لوگ دعویٰ محبت کرتے ہو میں تمہارا امتحان کرنا چاہتا ہوں، ہم حیران ہوئے کہ نہ معلوم کیا امتحان ہوگا، تو فرمایا کہ میرے دل میں ایک بات ہے اس

کے متعلق دعا کرو اور جو پتہ لگے بتاؤ، چناں چہ حضور روزانہ ہم سے دریافت کرتے تھے کہ کیا خواب آئی ہے، دیگر احباب اپنی خوابیں سناتے تو حضور فرماتے کہ یہ اس امر کے متعلق نہیں، مجھے کوئی خواب نہ آئی تھی، ایک روز موضع غلام نبی اپنے اہل وعیال کے پاس جانے کی میں نے اجازت لی اور ابھی قادیان سے نکلا ہی تھا کہ غیر اختیاری طور پر میری زبان سے درود شریف جاری ہو گیا، اور میں گاؤں تک درود شریف ہی پڑھتا گیا اور گھر پہنچا اور بچوں سے ملا، کھانا کھایا لیکن میری خاص کیفیت اسی طرح قائم تھی، تھکا ماندہ تھا سو گیا۔ رات خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ملے اور فرمایا، حامد علی تمہاری کاپی میں جو فلاں نسخہ ہے وہ مرزا صاحب کو کیوں نہیں دیتے، اس پر میں بیدار ہو گیا...... حضور (مرزا قادیانی) کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب بیان کی، فرمایا یہی بات تھی جس کے لئے میں نے آپ دوستوں سے دعا کے لئے کہا تھا، چناں چہ میں نے اپنی کاپی میں تحریر کردہ دواڑھائی پیسے کا معمولی نسخہ استعمال کروایا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا مفید ثابت ہوا کہ کچھ عرصے تک حضور ہر نماز غسل کر کے پڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعد میں ایک اور نسخہ بھی بتادیا جو بے حد مفید ثابت ہوا''۔ (۹۴/د) یاد رہے کہ قادیانی حضرات مرزا صاحب کی دوسری بیوی نصرت جہاں بیگم دختر میر ناصر نواب کو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ''ام المؤمنین'' کہتے ہیں، پہلی بیوی حرمت بی بی کو چوں کہ مرزا صاحب نے بعد میں طلاق دے دی تھی اور وہ مرزا صاحب پر ایمان نہیں لائی تھی لہٰذا قادیانیوں کے خیال میں وہ ''ام المؤمنین'' کے اعلیٰ منصب کی اہل ثابت نہ ہوئیں۔ یہاں میاں حامد علی قادیانی نے جو کہا ہے کہ ان کی ''ام المؤمنین'' کو مرزا صاحب خود دہلی چھوڑ آنے اور واپس لانے کے لئے خود تشریف نہیں لے گئے تھے بل کہ میر ناصر نواب کو دونوں مرتبہ سوسو روپیہ بھجوایا تھا کہ میر صاحب یہ زحمت خود ہی اٹھائیں، اس کا بہ ظاہر سبب یہ تھا کہ جسمانی اور جنسی طور پر عاجز و خاک سار مرزا صاحب سسرالیوں کو منہ کیسے دکھا سکتے تھے۔ اور بہ ظاہر یہ ہرگز قرین فہم نہیں کہ مرزا صاحب نکاح کے بعد بھی آٹھ دس ماہ تک نامردی کی صورت میں نامرادی سے دوچار رہے ہوں اور ''ام المؤمنین'' اپنے شوہر اور ''مجدد وقت، مامور من اللہ'' کی حالتِ زار کا تذکرہ اپنی ماں تک سے بھی نہ کرتی۔ مرزا صاحب نے اپنے خسر میر صاحب کو جو سوسو روپیہ بھجوایا تھا، یہ آج سے کوئی ایک سو ستائیں سال پہلے کی بات ہے، روپے کی آج کل کی قیمت (Value) کے لحاظ سے اسے اندازاً ایک ہزار روپے سے ضرب دی جاسکتی ہے، یعنی دور حاضر کے اعتبار سے کوئی ایک ایک لاکھ روپے کی خطیر رقم میر صاحب کو بھیجی گئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرزا صاحب کی حالتِ زار سے اس لئے بے زار نہیں ہوئے کہ اس نکاح سے مرزا صاحب کی صورت میں ''ایک سونے کی چڑیا'' ان کے ہاتھ لگی تھی۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ ان کا داماد خاصا متمول ہی نہیں بل کہ

طبیب حاذق بھی ہے اس لئے انہیں بڑی حد تک اطمینان تھا کہ یہ ''مجدد وقت اور مامور من اللہ'' نہ صرف روحانی قوت کے زور پر بل کہ اپنی طبی مہارت کی بنا پر بھی بالآخر ناخوش گوار عاجزی اور خاک ساری کی حالت سے عہدہ برآ ہونے کے قابل ہو ہی جائے گا۔ مرزا بشیر احمد اپنے اباجی مرزا غلام احمد قادیانی کی علم طب میں مہارت کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں ''خاک سار عرض کرتا ہے کہ طبابت، کا علم ہمارا خاندانی علم ہے اور ہمیشہ سے ہمارا خاندان اس علم میں ماہر رہا ہے۔ دادا صاحب نہایت ماہر اور مشہور حاذق طبیب تھے، تایا صاحب نے بھی طب پڑھی تھی، حضرت مسیح موعود بھی علم طب میں خاصی دست رس رکھتے تھے اور گھر میں ادویہ کا ذخیرہ رکھا کرتے تھے جس میں بیماروں کو دوا دیتے تھے''۔ (۹۵/ الف) یہاں یہ یاد رہے کہ اپنے مرض الموت میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے خسر میر ناصر نواب سے یہ فرمایا تھا کہ میر صاحب! مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے۔ چوں کہ ہیضہ کو مرزا صاحب خدائی عذاب قرار دیا کرتے تھے اس لئے قادیانی حضرات مرزا صاحب کے بہ مرض ہیضہ فوت ہونے کی سو سو بہانوں سے تردید کرتے ہیں۔ یوں وہ اپنے صرف نبی ہی کی نہیں بل کہ ایک حاذق طبیب کی منہ سے نکلی بات کی کھلی تکذیب کرتے ہیں!۔ خیر بات مرزا صاحب کی حالت زار کی ہو رہی تھی، وہ خود اپنی کتاب تریاق القلوب (۱۸۹۹ـ۱۹۰۲ء) میں بھی اس کے متعلق لکھتے ہیں ''ایک ابتلا مجھ کو اس شادی کے وقت یہ پیش آیا کہ باعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کم زور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں ذیابیطس اور درد سر مع دورانِ سر قدیم سے میرے شامل حال تھیں جن کے ساتھ بعض اوقات تشنج قلب بھی تھا اس لئے میری حالتِ مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی۔ اس لئے میری شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا اور ایک خط جس کو میں نے اپنی جماعت کے بہت سے معزز لوگوں کو دکھلایا ہے جیسے اخویم مولوی نور الدین صاحب اور اخویم مولوی برہان الدین صاحب وغیرہ، مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر رسالۃ اشاعۃ السنۃ نے ہم دردی کی راہ سے میرے پاس بھیجا کہ آپ نے شادی کی ہے اور مجھے حکیم محمد شریف کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ باعث سخت کم زوری کے اس لائق نہ تھے اگر یہ امر آپ کی روحانی قوت سے تعلق رکھتا ہے تو میں اعتراض نہیں کر سکتا، کیوں کہ میں اولیاء اللہ کے خوارق اور روحانی قوتوں کا منکر نہیں ورنہ ایک بڑی فکر کی بات ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلا پیش آجاوے......غرض اس ابتلا کے وقت میں نے جناب الٰہی میں دعا کی اور مجھے اس نے رفع مرض کے لئے اپنے الہام کے ذریعے سے دوائیں بتلائیں اور میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک فرشتہ وہ دوائیں میرے منہ میں ڈال رہا ہے، چناں چہ وہ دوائیں میں نے تیار کیں اور اس میں خدا نے اس قدر برکت ڈال دی کہ میں نے دلی یقین سے معلوم کیا کہ وہ پُر صحت طاقت

جو ایک پورے تن درست انسان کو دنیا میں مل سکتی ہے، وہ مجھے دی گئی اور چار لڑکے مجھے عطا کئے گئے ..... میں اس زمانے میں اپنی کم زوری کی وجہ سے ایک بچے کی طرح تھا اور پھر اپنے تئیں خداداد طاقت میں پچاس مرد کے قائم مقام دیکھا''۔ (۹۵/ب) مرزا صاحب نے حکیم نور الدین کو ۲۲ فروری ۱۸۸۷ء کو یہ خط لکھا ''...... جس قدر ضعف دماغ کے عارضے میں یہ عاجز مبتلا ہے، مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا ہی عارضہ ہو۔ جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یقین رہا کہ میں نامرد ہوں، آخر میں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ پر امید اور دعا کرتا رہا، سو اللہ جل شانہ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور ضعف قلب تو اب بھی مجھے اس قدر ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتا''۔ (۹۵/ج)

مذکورہ اقتباسات سے معلوم ہوا کہ اٹھارہ سالہ دوشیزہ نصرت جہاں بیگم سے نکاح کے وقت پینتالیس سالہ دولہا مرزا غلام احمد قادیانی کی حالت مردمی کالعدم تھی اور ایک مدت تک آپ اسی حالت پر قائم رہے لیکن اس نکاح کے لئے بھاگ دوڑ کرنے والے مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور نکاح خواں مولانا محمد نذیر حسین دہلویؒ کو انہوں نے قطعاً اعتماد میں نہیں لیا بل کہ انہیں دھوکہ دیا۔ اپنی پہلی بیوی حرمت بی بی کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا، بل کہ مرزا صاحب نے بعد میں خط لکھنا تھا تا کہ جب وہ اپنی نئی نویلی دلہن کے ہم راہ دہلی سے قادیان واپس تشریف لے جائیں تو اس وقت تک حرمت بی بی رو دھو کر فارغ ہو لے۔ سخت تعجب ہے کہ اس وقت بھی مولانا بٹالویؒ ایسے شخص کو صاحب کرامت ولی اللہ سمجھ رہے تھے۔ مرزا صاحب نے اپنی جنسی کم زوری کو الہامی ادویہ کے ذریعے پچاس مردوں کے برابر قوت میں بدل ڈالنے کو اپنی کتب مثلاً حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں اپنی صداقت کے نشانیوں میں شمار کیا ہے۔ (۹۶/الف) یعنی اپنے عائلی امور اور خانگی معاملات کا جس کھلی بے حیائی اور بے شرمی سے وہ چرچا کرتے رہے، وہ ان کی نظر میں خوارق ومعجزات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ ایک فرشتے نے ان کے منہ میں دوا ڈالی تھی، ادھر میاں حامد علی قادیانی کا بیان ہے کہ خواب میں انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خاص نسخے کی نشان دہی فرمائی تھی۔ دونوں میں سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟ اس سوال کے جواب کے لئے ہمیں ان الہامی ادویہ پر نظر ڈالنا ہوگی جو مرزا صاحب کی ازدواجی پریشانیوں کو دور کرنے کا ذریعہ بنیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی حکیم نور الدین کو مؤرخہ ۳۰ ستمبر ۱۸۸۶ء کے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں ''...... وہ دوا جس میں مروارید داخل ہیں جو کسی قدر آپ لے گئے تھے، اس کے استعمال سے بہ فضلہ تعالیٰ کو بہت فائدہ ہوا، قوت باہ کو ایک عجیب فائدہ یہ دوا پہنچاتی ہے...... مجھ کو تو بہت ہی موافق آ گئی''۔ (۹۶/ب) اپنے ایک اور مکتوب میں مرزا صاحب لکھتے ہیں'' ...... کسی قدر تریاق جدید کی گولیاں ہم دست مرزا خدا بخش صاحب

آپ کی خدمت میں ارسال کررہا ہوں...... یہ دوا تریاق الٰہی سے فوائد میں بہت بڑھ کر ہے، اس میں بڑی بڑی قابل قدر دوائیں پڑی ہیں جیسے مشک، عنبر، مریکی، مروارید، سونے کا کشتہ، فولاد، یاقوت احمر، کونین، فاسفورس، کہربا، مرجان، صندل، کیوڑہ، زعفران۔ یہ تمام دوائیں قریب سو کے ہیں اور بہت سا فاسفورس اس میں داخل کیا گیا ہے...... نہایت درجے مقوی اعصاب ہے اور خارش اور بثورات اور جذام اور ذیابیطس اور انواع واقسام کے خطرناک امراض کے لئے مفید ہے اور قوت باہ میں اس کو ایک عجیب اثر ہے''۔ (۹۶/ج) حکیم محمد حسین قریشی قادیانی کے نام مرزا صاحب کے بعض خطوط کے چند اقتباسات کچھ اس طرح ہیں ''پہلی مشک ختم ہو چکی ہے، اس لئے پچاس روپے بہ ذریعہ منی آرڈر آپ کی خدمت میں ارسال ہیں، آپ دو تولہ مشک خالص دو شیشوں میں علیحدہ علیحدہ یعنی تولہ تولہ ارسال فرما دیں''۔ (۹۷/الف) ''پہلی مشک جو لاہور سے آپ نے بھیجی تھی وہ اب نہیں رہی، آپ جاتے ہی ایک تولہ مشک خالص جس میں چھیچھڑا نہ ہو اور بہ خوبی جیسا کہ چاہئے خوش بودار ہو ضرور ویلیو پے ایبل کرا کر بھیج دیں، جس قدر قیمت ہو مضائقہ نہیں مگر مشک اعلیٰ درجے کی ہو، چھیچھڑا نہ ہو اور جیسا کہ عمدہ اور تازہ مشک میں تیز خوش بو ہوتی ہے وہی اس میں ہو''۔ (۹۷/ب) ''آپ بہ راہ مہربانی ایک تولہ مشک خالص جس میں ریشہ جھلی اور صوف نہ ہوں اور تازہ وخوش بودار ہو، بذریعہ ویلیو پے ایبل پارسل ارسال فرما دیں کیوں کہ پہلی مشک ختم ہو چکی ہے......''۔ (۹۷/ج) مرزا بشیر احمد سیرۃ المہدی میں لکھتے ہیں ''سر کے دورے اور سردی کی تکلیف کے لئے سب سے زیادہ آپ مشک یا عنبر استعمال فرمایا کرتے تھے اور ہمیشہ نہایت اعلیٰ قسم کا منگوایا کرتے تھے......مشک کی تو آپ کو اس قدر ضرورت رہتی کہ بعض اوقات سامنے رومال میں باندھ رکھتے تھے کہ جس وقت ضرورت ہوئی تو فوراً نکال لیا''۔ (۹۸/الف) یہاں جو مشک کی قیمت لکھی ہے یہ آج سے کوئی سو سال سے بھی زیادہ پہلے کی باتیں ہیں، آج کل کے اعتبار سے ان قیمتوں کو کوئی ہزار گنا کر لیجئے جیسا کہ مرزا صاحب کے خطوط سے ظاہر ہے وہ اتنی مہنگی ادویہ پر پانی کی طرح پیسہ بہاتے تھے اور بھاری مصارف اٹھنے میں کوئی مضائقہ محسوس نہیں فرمایا کرتے تھے۔ کیوں کہ عقیدت مندوں سے حاصل ہونے والے عطیات وتحائف کا بہ قول مرزا صاحب یہ حال تھا ''دو لاکھ سے زیادہ روپیہ آیا اور اس قدر ہر ایک طرف سے تحائف آئے کہ اگر وہ سب جمع کئے جاتے تو کئی کوٹھے ان سے بھر جاتے''۔ (۹۸/ب) ان عطیات وتحائف کی فراوانی سے مرزا صاحب ''مالِ مفت دل بے رحم'' کی کہاوت کا صحیح مصداق تھے۔ قبل ازیں ہم مرزا علی شیر بیگ کے اس خط کے اقتباسات پیش کر چکے ہیں جو ان ہوں اپنے سمدھی مرزا غلام احمد قادیانی کے دھمکی آمیز خط کے جواب میں لکھا تھا، اس میں یہ بھی تھا ''روٹی تو اس (میری بیٹی عزت بی بی)

کو بھی خدا کہیں سے دے ہی دے گا تر نہ سہی خشک سہی، مگر وہ خشک بہتر ہے جو پسینے کی کمائی سے پیدا کی جاتی ہے''۔ان کلمات میں مرزا صاحب کے اس بے پسینہ یعنی پسینہ بہائے بغیر تموّل پر لطیف طنز ہے جو انہیں عقیدت مندوں کے بیش قیمت عطایا اور تحائف سے حاصل ہوا تھا اور جسے وہ اپنی صداقت کا ایک نشان قرار دیا کرتے تھے۔

سیٹھ عبد الرحمٰن مدراسی کے نام مرزا صاحب کے بعض خطوط کے چند اقتباسات یہ ہیں ''...... حقیقت میں یہ عمر جب انسان ساٹھ پینسٹھ سال کا ہو جاتا ہے، مرنے کے لئے ایک بہانہ چاہتی ہے......کل کی تاریخ عنبر بھی پہنچ گیا......''۔(۹۸/ج) ''عنبر سفید دراصل بہت ہی نافع معلوم ہوا، تھوڑی سی خوراک سے دل کو قوت دیتا ہے اور دوران خون کو تیز کر دیتا ہے۔یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ ایسی بیماری دامن گیر ہے کہ ان چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے''۔(۹۹/الف) یہاں ضمناً یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے وہ شدید مخالفین جو ساٹھ پینسٹھ برس میں یا اس سے زائد کی عمر کو پہنچ کر فوت ہوئے تو ان کی یہ موت مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں کی مرہون منت نہیں تھی بل کہ طبعی موت تھی، کیوں کہ بہ قول مرزا صاحب یہ عمر ''مرنے کے لئے ایک بہانہ چاہتی ہے''۔طاعون ہیضہ وغیرہ وبائی امراض سے اموات کو بھی طبعی قرار دیا جا سکتا ہے، ضروری نہیں کہ ایسی اموات ہر کسی کے لئے عذاب خداوندی کی حیثیت رکھتی ہوں۔البتہ اگر کوئی متنبّی ان امراض کو عذاب قرار دے اور خود ایسی کسی بیماری کا شکار ہو کر لقمۂ اجل ہو جائے تو یہ یقیناً مقام عبرت ہے۔یاد رہے کہ مرزا صاحب کا مئی ۱۹۰۸ء میں لاہور میں انتقال بہ مرض ہیضہ ہوا تھا۔مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں اور دعاؤں کے باوجود ان کے کچھ مخالفین سخت جان ثابت ہوئے۔مثلاً ڈاکٹر عبد الحکیم اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا عبد الحق غزنویؒ، محمدی بیگم کے شوہر مرزا سلطان محمد بیگ وغیرہ کو مرزا صاحب کی زندگی میں ہی اس دنیا سے رخت سفر باندھ لینا چاہئے تھا لیکن مرزا صاحب خود ہی ان سب کو داغ مفارقت دے گئے۔

حکیم محمد حسین قریشی قادیانی لکھتے ہیں ''میں اپنے مولا کریم کے فضل سے اس کو بھی اپنے لئے بے اندازہ فخر و برکت کا موجب سمجھتا ہوں کہ حضور (مرزا قادیانی) اس ناچیز کی تیار کردہ مفرح عنبری کا بھی استعمال فرماتے تھے۔حضور کو چوں کہ دورہ مرض کے وقت اکثر مشک و دیگر مقوی دل ادویات کی ضرورت رہتی تھی جو اکثر میری معرفت جایا کرتی تھی''۔(۹۹/ب) حکیم صاحب نے اس مفرح عنبری کے متعلق لکھا ہے ''یاقوت، مروارید، مرجان، یشب، کہربا، کستوری، زعفران وغیرہ کا ہر دلعزیز مرکب مفرح عنبری بڑی محنت سے تیار ہو گیا ہے، قیمت ایک ڈبہ ۵ روپے''۔(۹۹/ج) قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر

الدین محمود احمد ولد مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں ''افیون دواؤں میں اس کثرت سے استعمال ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا صاحب) فرمایا کرتے تھے کہ بعض اطبا کے نزدیک وہ نصف طب ہے۔ پس دواؤں کے ساتھ افیون کا استعمال بہ طور دوا نہ کہ بہ طور نشہ کسی رنگ میں بھی قابل اعتراض نہیں، ہم میں ہر ایک شخص نے علم کے ساتھ یا بغیر علم کے ضرور کسی نہ کسی وقت افیون کا استعمال کیا ہوگا...... حضرت مسیح موعود نے تریاقِ الٰہی دوا خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت بنائی اور اس کا ایک بڑا جز افیون تھا اور یہ دوا کسی قدر اور افیون کی زیادتی کے بعد حضرت خلیفہ اول (حکیم نور الدین) کو حضور (مرزا صاحب) چھ ماہ سے زائد تک دیتے رہے اور خود بھی وقتاً فوقتاً مختلف امراض کے دوروں کے وقت استعمال کرتے رہے''۔ (۱۰۰/ الف) مرزا غلام احمد قادیانی نے حکیم محمد حسین قادیانی کو لکھا ''اس وقت میاں یار محمد کو بھیجا جاتا ہے، آپ اشیا خوردنی خود خرید دیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید دیں مگر ٹانک وائن چاہئے اس کا لحاظ رہے، باقی خیریت ہے''۔ (۱۰۰/ ب) گرداسپور کا سیشن جج جے۔ ڈی کھوسلہ لکھتا ہے ''موجودہ مرزا (یعنی بشیر الدین محمود احمد) نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس کے باپ نے پلومر کی ٹانک وائن ایک دفعہ استعمال کی تھی اور وہ ایک ایسا انسان تھا جسے رنگین مزاج کہہ سکتے ہیں''۔ (۱۰۰/ ج)

شیخ نور احمد قادیانی کا بیان ہے ''جب آپ (یعنی مرزا قادیانی) پہلی بار میرے مطبع میں تشریف لائے تو آپ تکیہ دار موڑھے پر بیٹھ گئے اور ایک موڑھے پر میں بیٹھ گیا اور مجھ سے کتاب کے متعلق باتیں ہوتی رہیں، میں نے آپ کی آنکھوں کو خوابیدہ دیکھ کر دھوکہ کھایا کہ شاید آپ پوست یا افیون استعمال کرتے ہیں جیسا کہ رئیسوں کا حال عموماً دیکھنے میں آیا مگر جب میں حضرت کی تقریر یا گفت گو سنتا تھا اور ''براہین احمدیہ'' کے مضامین پر غور کرتا تھا تو سخت حیرت ہوتی تھی کہ افیون وغیرہ کے استعمال کرنے والے کی تو یہ حالت نہیں ہوتی۔ ایسی تصنیف اور تحریر ایسا آدمی کب کر سکتا ہے، پھر حضرت صاحب تشریف لے گئے، اب مجھے اپنی پہلی غلطی اور دھوکہ کھا جانے پر افسوس ہوا اور ندامت ہوئی اور خوب معلوم ہوا کہ یہ نشہ معرفت الٰہی کا نشہ ہے نہ افیون وغیرہ کا جسے میں اس وقت سمجھا تھا''۔ (۱۰۱/ الف) مرزا بشیر احمد نے سیرۃ المہدی میں اپنے باپ (مرزا غلام احمد قادیانی) کے متعلق لکھا ہے ''مولوی شیر علی صاحب نے بیان کیا، باہر مردوں میں بھی حضرت (مرزا) صاحب کی یہ عادت تھی کہ آپ کی آنکھیں ہمیشہ نیم بند رہتی تھیں...... ایک دفعہ حضرت مرزا صاحب مع چند خدام کے فوٹو کھنچوانے گئے تو فوٹو گرافر آپ سے عرض کرتا تھا کہ حضور ذرا آنکھیں کھول کر رکھیں ورنہ تصویر اچھی نہیں آئے گی اور آپ نے اس کے کہنے پر ایک دفعہ تکلف کے ساتھ آنکھوں کو کچھ زیادہ کھولا بھی مگر وہ پھر اسی طرح نیم بند ہوگئیں''۔ (۱۰۱/ ب) طب تماثلی (ہومیوپیتھی) میں ادویہ

کی تن درست اشخاص پر مکمل آزمائش کے بعد ذہنی وجسمانی علامات یک جا کی جاتی ہیں۔ افیون کی ذہنی علامات میں منفی اثرات کے ساتھ ساتھ کچھ مثبت اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں مثلاً ڈاکٹر کلارک نے ڈکشنری آف پریکٹیکل میٹریا میڈیکا میں بعض علامات یوں لکھی ہیں:

great flow of ideas, with gaiety and a disposition to indulge in sublime and profound reflections vivid imaginations, exaltation of mind, in cncrased courage

خیالات کا تیز بہاؤ، خوشی کے احساس کے ساتھ اور اس رجحان کے ساتھ انسان اعلیٰ وارفع اور عمیق تصورات میں مگن ہوتا ہے۔ شفاف تخیل، ذہنی ارتقا و بالیدگی، بڑھی ہوئی ہمت۔

افیون کے انسانی ذہن پر منفی اثرات کو ڈاکٹر جے۔ ٹی کینٹ نے ''لیکچرز آن ہومیو پیتھک میٹریا میڈیکا'' میں یوں بیان کیا ہے۔

Opiun eaters like whiskey drinkners are constitutional (۱۰۲/الف) liars.

افیون خور، وسکی شراب پینے والوں کی طرح مزاج وطبیعت کے اعتبار سے دروغ گو ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر ولیم ایچ برٹ نے فزیولاجیکل میٹریا میڈ لکا میں لکھا ہے: All opiun caters arc Chronic liars (۱۰۲/ب) ''تمام افیون خور جھوٹ بولنے کے پرانے عادی ہوتے ہیں''۔

اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ شیخ نور احمد قادیانی نے مرزا صاحب کے افیون کے زیر اثر ہونے کے بارے میں جو رائے فی الفور اور بلا تکلف پہلے پہل قائم کی تھی وہی درست تھی لیکن بعد میں انہوں نے اسے مرزا صاحب کے ساتھ اپنی اندھی عقیدت کی نذر کر دیا۔ مُشک (کستوری، Mushk) کے انسانی نظامِ تولید پر اثرات کے بارے میں ڈاکٹر کلارک نے لکھا ہے:

Sexual desire is much excited in both sexes even in the aged. Diabetes with impotence has been cured by moschus,....great increase of sexual desire, sometimes with insupportable intching in the parts A small retracted penis in an old man suddenly attains its former size (۱۰۲/ج)

مرد وعورت دونوں میں جنسی خواہش بھڑک اٹھتی ہے، وہ ذیابیطس جس میں نامردی بھی ہو

مشک سے ٹھیک ہو جاتی ہے، جنسی خواہش میں شدید اضافہ، بعض اوقات جنسی اعضا میں شدید سرسراہٹ کے ساتھ۔ بوڑھے آدمی کا چھوٹا قضیب اچانک اپنے سابقہ (جوانی والے) حجم پر آجاتا ہے۔

ڈاکٹر ہیوجز مشک کے بارے میں لکھتا ہے:

Musk has long been known as a pretty powerful nervine stimulant, In this way it affected the porvess, exciting the eireulatuan and sexual organs (۱۰۳/الف)

مشک کو عرصۂ دراز سے ایک طاقت ور اعصابی محرک کے طور پر جانا جاتا ہے، اس طریقے سے یہ آزمائش کنندگان پر اثر انداز ہوتی ہے، دورانِ خون اور جنسی اعضا میں تحریک پیدا کرتی ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی صاحب کی صحت میں انقلاب نہایت ہی قیمتی اور مقوی ادویہ کا طبی کرشمہ تھا۔ اس میں نہ تو میاں حامد علی قادیانی کی کسی کرامت اور نہ ہی مرزا صاحب کے کسی معجزے کا دخل تھا، تاہم وہ ان نہایت بیش قیمت اور مہنگی مقوی ادویہ کے استعمال سے برپا ہونے والی اپنی صحت وقوت کو اپنی صداقت کا نشان قرار دیا کرتے تھے۔ (۱۰۳/ ب) وہ براہین احمدیہ حصہ پنجم (۱۹۰۵ء) میں لکھتے ہیں ''نشان، معجزہ، کرامت، خرق عادت ایک چیز ہے''۔ (۱۰۳/ ج) ممکن ہے کہ وہ غیر شعوری طور پر ایسا سمجھ رہے ہوں کیوں کہ ہم اوپر معلوم کر چکے ہیں کہ افیون اور شراب کا استعمال کرنے والے مزاجی اور طبعی طور پر جھوٹ بولنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ ایسے لوگوں کو خود بھی اپنے جھوٹے ہونے کا احساس ہو۔ مرزا صاحب کی مبالغہ آمیزی اور جھوٹ کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اسی براہین احمدیہ حصہ پنجم میں لکھتے ہیں ''میرے نشان دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے اور نشان بھی کھلے کھلے ہیں''۔ (۱۰۴/ الف) لیکن یہی مرزا صاحب کوئی دو سال کے بعد حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں ''میری تائید میں اس (خدا) نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ آج کی تاریخ سے جو ۱۶ جولائی ۱۹۰۶ء ہے، اگر میں ان کو فرداً فرداً شمار کروں تو میں خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں''۔ (۱۰۴/ب) مرزا صاحب کی یہ تحریر ۱۶ جولائی ۱۹۰۶ء کی ہے لہٰذا مبینہ نشانات کا شمار زمانہ ماضی کے معجزات کا ہی ہوسکتا تھا، یعنی پہلے تو یہ نشانات یا معجزات دس لاکھ تھے مگر ۱۶ جولائی ۱۹۰۶ء تک یہ کم ہو کر صرف تین لاکھ رہ گئے، اس لغو اور مضحکہ خیز بات کو صحیح سمجھ لیا جائے تو لازماً یہ ماننا ہوگا کہ شاید باقی سات

لاکھ معجزات ان کے ''کمینے'' مخالفین مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا عبدالحق غزنویؒ، محمدی بیگم کے شوہر مرزا سلطان محمد، ڈاکٹر عبدالحکیم وغیرہ نے چرا لئے ہوں تب ہی تو وہ مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں اور دعاؤں کے عین برعکس مرزا صاحب کی زندگی میں ''بروقت'' نہیں مرے بل کہ مرزا صاحب کی موت کے برس ہا برس بعد بھی دندناتے پھرتے رہے اور ''بے وقت'' مرے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مرزا صاحب کے یہ سات لاکھ نشانات یا معجزات ان کے بعض مریدانِ باصفا نے چرا لئے ہوں جنہوں نے خود بھی مرزا صاحب کی طرح اپنے نبی مرسل ہونے کا دعویٰ داغ رکھا تھا لیکن پہلی رائے ہی زیادہ درست معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ مرزا صاحب کے علاوہ دیگر خود ساختہ انبیاء کا کاروبار زیادہ نہیں چمکا۔ وجہ یہ تھی کہ مرزا صاحب ملکہ وکٹوریہ کی نیک خواہشات کی برکت سے نبی بنے تھے اور انگریز سرکار دولت مدار کی جو خدمات مرزا صاحب سرانجام دے چکے تھے ان کے بعد انگریزوں کو کسی اور نبی کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ مرزا صاحب نے ستارہ قیصریہ (۱۸۹۹ء) میں لکھا تھا ''اے ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند! خدا تجھے اقبال اور خوشی کے ساتھ عمر میں برکت دے...... شریر ہے وہ انسان جو تیرے عہد سلطنت کا قدر نہیں کرتا، اور بدذات ہے وہ شخص جو تیرے احسانوں کا شکر گزار نہیں۔ چوں کہ یہ مسئلہ تحقیق شدہ ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتا ہے اس لئے مجھے ضرورت نہیں کہ میں اپنی زبان کی لفاظی سے اس بات کو ظاہر کروں کہ میں آپ سے دلی محبت رکھتا ہوں...... خدا کی رحمت کی نگاہیں اس ملک پر ہیں جس پر تیری نگاہیں ہیں۔ خدا کی رحمت کا ہاتھ اس رعایا پر ہے جس پر تیرا ہاتھ ہے، تیری ہی پاک نیتوں کی تحریک سے خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ پرہیزگاری اور پاک اخلاق اور صلح کاری کی راہوں کو دوبارہ دنیا میں قائم کروں''۔ (۱۰۴/ج) عیسائی ملکہ وکٹوریہ مرزا صاحب کی مزعومہ نبوت پر کبھی ایمان نہیں لائی تھی اس لئے قادیانی شریعت میں بھی وہ ایک کافر خاتون تھی، اس گتھی کو قادیانی ہی سلجھائیں کہ اگر مرزا صاحب واقعی سچے مسیح موعود اور نبی تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی کے پاکیزہ دل میں کافروں کی محبت کیوں بھر دی اور اس نے ایک کافر عورت کی پاکیزہ نیتوں سے متاثر ہو کر قادیان میں اپنا نبی کیوں کیوں مبعوث فرما دیا؟ کافروں کی نیتوں کی تحریک کے زیر اثر کوئی ابلیس ہی کی طرف سے مبعوث ہو سکتا ہے۔ اس معمولی اور سادہ سی بات کو سمجھنے کے لئے کسی بوجھ بجھکڑ کی خدمات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔

بہرحال یہ تو چند مقوی ادویہ تھیں جو مرزا صاحب کے زیر استعمال رہتی تھیں۔ ان کی مقوی اور لذیذ اغذیہ کا بھی کچھ حال معلوم ہو جانا چاہئے، مرزا بشیر احمد سیرۃ المہدی میں لکھتے ہیں ''میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت (مرزا) صاحب اچھے تلے ہوئے کرارے پکوڑے پسند کرتے تھے، کبھی کبھی مجھ

سے منگوا کر مسجد میں ٹہلتے ٹہلتے کھایا کرتے تھے اور سالم مرغ کا کباب بھی پسند تھا..... حضرت صاحب نے ایک دفعہ یہ بھی فرمایا تھا کہ گوشت زیادہ نہیں کھانا چاہئے .....''۔ (۱۰۵/ الف) اسی سیرۃ المہدی میں وہ لکھتے ہیں'' پرندوں کا گوشت آپ کو مرغوب تھا اس لئے بعض اوقات جب طبیعت کمزور ہوتی تو تیتر فاختہ وغیرہ کے لئے شیخ عبد الرحیم صاحب نومسلم کو ایسا گوشت مہیا کرنے کے لئے فرمایا کرتے تھے۔ مرغ اور بٹیروں کا گوشت بھی آپ کو پسند تھا، مگر بٹیر جب سے پنجاب میں طاعون کا زور ہوا، کھانے چھوڑ دیئے تھے بل کہ منع کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس کے گوشت میں طاعون پیدا کرنے کی خاصیت ہے..... پلاؤ بھی آپ کھاتے تھے مگر ہمیشہ نرم اور گداز، اور کھانے یعنی کباب، مرغ پلاؤ یا انڈے اور اسی طرح فیرنی، میٹھے چاول وغیرہ تب ہی آپ کہہ کر پکوایا کرتے تھے جب ضعف معلوم ہوتا، جن دنوں میں تصنیف کا کام کم ہوتا یا صحت اچھی ہوتی تو ان دنوں میں معمولی کھانا ہی کھاتے تھے..... دودھ بالائی مکھن یہ اشیا بل کہ بادام روغن تک صرف قوت کے قیام اور ضعف کے دور کرنے کو استعمال فرماتے تھے اور ہمیشہ معمولی مقدار میں..... پسندیدہ میووں میں سے آپ کو انگور، بمبئی کا کیلا، ناگپوری سنگترے، سیب، سردے اور سرولی آم زیادہ پسند تھے..... زمانہ موجودہ کے ایجادات مثلاً برف اور سوڈا لیمونڈ جنجر وغیرہ بھی گرمی کے دنوں میں پی لیا کرتے تھے بل کہ شدت گرمی میں برف بھی امرتسر، لاہور سے خود منگوا لیا کرتے تھے۔ بازاری مٹھائیوں سے بھی آپ کو کسی قسم کا پرہیز نہ تھا، نہ اس بات کی پڑچول تھی کہ ہندو کی ساختہ ہے یا مسلمانوں کی''۔ (۱۰۵/ ب) مرزا بشیر احمد نے یہ جو لکھا ہے کہ جب ان کے ابا مرزا غلام احمد قادیانی کی صحت اچھی ہوتی تھی تو وہ معمولی کھانا ہی کھایا کرتے تھے تو صحت کے بارے میں خود مرزا صاحب کا اپنا بیان یہ ہے'' میں ایک دائم المرض آدمی ہوں..... ہمیشہ دردِ سر اور دورانِ سر اور کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری دورے کے ساتھ آتی ہے..... وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامن گیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت سے پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں''۔ (۱۰۵/ ج) باپ اور بیٹے کے بیانات کے تقابل سے معلوم ہو رہا ہے کہ چوں کہ اچھی صحت کے ایام مرزا صاحب کو کم ہی نصیب ہوتے تھے اس لئے مذکورہ بالا لذیذ اور مقوی اغذیہ اکثر ان کے زیر استعمال رہتی تھیں۔ ذیابیطس کے مرض میں شیرینی نقصان دہ ہے، مرزا صاحب خود بھی طبیب حاذق تھے اس کے باوجود بہ قول صاحب زادہ مرزا بشیر احمد'' بازاری مٹھائیوں سے بھی آپ کو کسی قسم کا پرہیز نہ تھا'' تو یہ کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ دیگر لذائذ سے پرہیز کرتے ہوں، البتہ مسلسل خرابیٔ صحت کی بنا پر لکڑ ہضم پتھر ہضم والی بات نہیں ہو سکتی تھی اس لئے صاحب زادہ بشیر احمد کے

ان کلمات ''اور ہمیشہ معمولی مقدار میں'' کا یہ مطلب نہیں کہ خوراک کے معاملے میں وہ بہت زیادہ پرہیز گار تھے۔

قبل ازیں یہ مذکور ہو چکا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی پہلی بیوی حرمت بی بی سے فضل احمد کی پیدائش کے بعد لاتعلقی اختیار کرتے ہوئے اس سے مباشرت ترک کردی تھی۔ جب نصرت جہاں بیگم سے ان کا نکاح ہوا تو وہ جسمانی اور جنسی اعتبار سے عاجزو خاکسار تھے۔ نکاح کے کوئی دس ماہ بعد تک بھی یہی کیفیت رہی۔ میاں حامد علی قادیانی نے اپنی ''ام المؤمنین'' نصرت جہاں بیگم کے اخلاق عالیہ کی تعریف فرمائی ہے کہ انہوں نے اپنی والدہ اور سہیلیوں پر اپنے شوہر نامدار کے اسرار نہانی ظاہر نہیں ہونے دیئے یعنی وہ بہ قول حامد علی صاحب وہ پردہ پوش ثابت ہوئی تھیں لیکن سخت حیرت ہے کہ پھر مرزا صاحب خود اور ان کے امتی ان کی پردہ دری پر اتنے جری کیوں تھے! مانا کہ میاں حامد علی، حکیم محمد شریف اور حکیم نورالدین مرزا صاحب کے معالجین کی حیثیت سے ان کے ظاہری و باطنی امراض سے باخبر ہوں گے لیکن طبیب اپنے مریض کا امین راز دان ہوتا ہے، حکیم محمد شریف نے مرزا صاحب کا راز مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے کان میں کیوں پھونک دیا؟۔ اس پر مولانا نے مرزا صاحب کو جو خط لکھا وہ مرزا صاحب نے اپنی جماعت کے بہت سے معزز لوگوں کو بھی دکھلا دیا، قادیانیوں کی ام المؤمنین کی پردہ پوشی قطعاً بے کار گئی۔ کیا ایسے خانگی امور کا چرچا بے حیائی اور بے شرمی کے زمرے میں نہیں آتا؟ اصل وجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنی نامردی کو اور پھر الہامی ادویہ کے ذریعے شفایابی کو اپنے مسیح موعود اور نبی ہونے کا نشان قرار دیتے تھے اور اپنے امتیوں کو بھی انہوں نے یہی باور کرا رکھا تھا۔ حال آں کہ یہ سب مقوی اور مفرح ادویہ اور لذیذ اغذیہ کا کمال تھا جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں۔ مرزا صاحب کو ان مقوی ادویہ کے استعمال سے اپنے اندر پچاس مردوں کے برابر قوت محسوس ہوئی، ہمیں یقین ہے کہ ایسی قیمتی ادویہ اور اغذیہ اگر ان فاقہ مست مولویوں مثلاً مولانا عبدالحق غزنویؒ کو میسر آتیں جو قادیانی شریعت کی رُو سے کفار میں شامل تھے تو رجولیت کی پیمائش کا جو پیمانہ مرزا صاحب نے متعین کیا اس کے مطابق غزنوی صاحب بھی ساٹھ مردوں کی قوت محسوس کرتے۔ تاہم عقد ثانی کے بعد مرزا صاحب جو کوئی دس ماہ تک حالت زار سے دوچار رہے شاید اسی وجہ سے وہ اپنی دوسری بیوی نصرت جہاں بیگم سے کچھ مرعوب رہتے تھے۔ مرزا بشیر احمد سیرۃ المہدی میں لکھتے ہیں ''اندرونِ خانہ کی خدمت گار عورتوں کو میں نے بار بار تعجب سے کہتے سنا ہے کہ مرجا بیوی دی گل بڑی من دااے (مرزا اپنی بیوی کی بات بہت مانتا ہے)''۔ (۱۰۶/ الف) یہاں ضمناً یہ بھی معلوم ہوا کہ گھر کی ان خدمت گار عورتوں کا مرزا صاحب پر ایمان خاصا کمزور کا تھا کہ وہ ان کے لئے کسی تعظیمی کلمے کی روا

دار نہ تھیں، یا بے تکلفی کی کوئی اور وجہ ہوگی۔

شباب آور (الہامی) قیمتی ادویہ اور مقوی اغذیہ سے مرزا صاحب دوسری شادی کے حقوق پورا کرنے کے اہل ہو گئے اور دوسری بیوی سے ان کی دس اولاد ہوئیں جن میں سے مرزا بشیر الدین (خلیفہ دوم)، مرزا بشیر احمد (مصنف سیرۃ المہدی)، مرزا شریف احمد، مبارکہ بیگم اور امۃ الحفیظ مرزا صاحب کی وفات کے بعد تک زندہ رہے جب کہ عصمت بیگم، بشیر احمد اول، شوکت بیگم، مبارک احمد اور امۃ النصیر ان کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے۔ (۱۰۶/ ب) قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ میاں حامد علی قادیانی نے اپنے خواب والا جو نسخہ استعمال کرایا تھا اس سے مرزا صاحب بہ قول حامد علی صاحب اس قابل ہو گئے تھے کہ ہر نماز غسل کے بعد پڑھتے، اور بہ قول مرزا صاحب کشفی حالت میں جو دوا فرشتے نے ان کے منہ میں ڈالی تھی تو ان میں پچاس مردوں کے برابر قوت پیدا ہوگئی تھی۔ یہ کیفیت برپا ہوتے ہی ان پر مزید ''خواتین مبارکہ'' کے الہامات ہونے لگے، ان کی دوسری شادی ۷ انومبر ۱۸۸۴ء بہ روز سوموار ہوئی تھی۔ شادی کے دس ماہ بعد نااہلی میں گزر گئے اور کوئی ستمبر ۱۸۸۵ء میں قوت بہ حال ہونے کے صرف پانچ ماہ بعد ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں انہوں نے انکشاف فرمایا'' ...... پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی''۔ (۱۰۶/ ج) عقدِ ثالث کی اس شہوانی خواہش سے پہلے اٹھارہ سالہ دوشیزہ سے نکاح کا مرزا صاحب کو کامیاب تجربہ ہو چکا تھا اس لئے اس مرتبہ پھر انہیں کسی نوخیز اور نوعمر لڑکی سے نکاح کی شدید خواہش پیدا ہوئی جو پوری نہ ہونے کے باوجود مدت العمر ان کے ساتھ لگی رہی۔ اس مقصد کے لئے انہیں اب مولانا محمد حسین بٹالویؒ سے تعاون کی چنداں امید نہ تھی اس لئے نظر انتخاب اپنے ہی اقارب میں نوعمر دوشیزہ محمدی بیگم دختر مرزا احمد بیگ پر پڑی، اس کی نوعمری کے سہانے تصورات سے وہ لطف اندوز ہوتے رہتے تھے، چناں چہ وہ آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۱ء) میں لکھتے ہیں ھذہ المخطوبۃ جاریۃ حدیثۃ السن عذراء و کنت حینئذ جاوزت خمسین یہ جس سے نکاح مطلوب ہے ایک نوعمر کنواری چھوکری ہے اور میں اس وقت پچاس سے زائد عمر کا ہوں۔ محمدی بیگم کو اپنے حبالۂ عقد میں لانے کے لئے مرزا صاحب نے وعیدی پیشین گوئیوں کا ایک نیا سلسلہ شروع کر دیا چناں چہ اسی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں وہ لکھتے ہیں'' خدا تعالٰی نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیش گوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام ہے اگر وہ اپنی بڑی لڑکی (محمدی بیگم) اس عاجز کو نہیں دے گا تو تین برس کے عرصے بل کہ اس کے قریب

فوت ہو جائے گا اور وہ جو نکاح کرے گا وہ روزِ نکاح سے اڑھائی برس کے عرصے میں فوت ہوگا اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی''۔ (۱۰۷/الف) اسی اشتہار میں مرزا صاحب نے ایک عجیب وغریب پسرِ موعود کی پیشین گوئی بھی داغ دی ''خدائے رحیم وکریم و بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہ وعزّ اسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اس کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا...... ایک وجیہ اور ایک پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کس نام عنموایل اور بشیر بھی ہے...... فرزند دل بند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء...... اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی''۔ (۱۰۷/الف) قارئین غور فرمائیں یہ لڑکا ایسا تھا کہ کانَ اللہ نزل من السماء یعنی گویا اللہ خود ہی آسمان سے (زمین پر) اتر آیا۔ اس طرح کی کسی صاحب زادے کی کوئی بشارت اللہ تعالیٰ نے بعد از خدا بزرگ تو ئی کے حقیقی مصداق سید المرسلین خاتم الانبیا حضرت محمد ﷺ کو بھی نہیں دی۔ آپ نے اپنے محبوب ترین نواسوں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما وارضاھما کے متعلق یہ تو فرمایا کہ یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں لیکن (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اس طرح کے مشرکانہ کلمات کبھی آپ کی زبان پر صادر نہیں ہوئے کہ میرے ان نواسوں کی صورت میں گویا اللہ تعالیٰ آسمان سے زمین پر اتر آیا ہے۔ اسی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحب کے یہ الہام سراسر شیطانی تھے۔

مرزا صاحب کا خیال یہ تھا کہ یہ پسر موعود ان کی تیسری شادی سے معرض وجود میں آئے گا، جیسا کہ آئندہ سطور میں دی گئی ان کے اپنے دست راست، ہم دم وہم راز حکیم نور الدین کے نام خط وکتابت سے اور ان کی کتاب انجام آتھم (۱۸۹۶ء) کے مضامین سے بہ خوبی واضح ہو جائے گا لیکن شیاطین نے پسر موعود کی یہ پیشین گوئی ان کے منہ اور قلم سے کچھ زیادہ ہی قبل از وقت کرادی، چناں چہ انہوں نے ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں لکھا'' ...... لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بہ موجب وعدۂ الٰہی نو برس کے عرصے تک ضرور پیدا ہوگا''۔ (۱۰۷/ج) مرزا صاحب کا خیال تھا کہ نو برس کے عرصے تک ان کا نکاح محمدی بیگم سے ضرور ہو جائے گا، لیکن لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ پسر موعود ان کی دوسری بیوی نصرت جہاں بیگم کے بطن سے پیدا ہوگا جو ان دنوں حاملہ تھیں۔ مرزا صاحب بھی عجیب نوعیت کے (خانہ ساز) نبی تھے کہ پہلے اپنی نامردی کا ڈھنڈورا پیٹتے رہے۔ اب (بہ زعم خویش) الہامی ادویہ کے زور پر قوتِ رجولیت بہ حال ہونے پر ان مواقع پر پسر موعود کی پیشین گوئیاں کرتے چلے گئے جب ان کی بیوی نصرت جہاں بیگم حاملہ ہوا کرتی تھیں۔ یوں لوگوں کی نظریں اس امر پر مرکوز ہونے لگیں کہ قادیانی حضرات کی یہ ''ام المؤمنین'' کب حمل اور وضعِ حمل

کے احوال سے دوچار ہوتی ہیں۔لوگوں نے یہی سمجھا تھا کہ نصرت جہاں بیگم کے موجودہ حمل سے پسر موعود کی آمد آمد ہے،اس لئے مرزا صاحب نے جو نو سال کی مدت کی شرط لگادی اس پر ان کی تشویش بالکل بے جا تھی، چناں چہ مرزا صاحب نے ایک اور اشتہار جاری فرمایا اور اس میں لکھا'' واضح ہو کہ اس خاکسار کے ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کے اشتہار پر بعض صاحبوں نے ......نکتہ چینی کی ہے کہ نو برس کی حد جو پسر موعود کے لئے بیان کی گئی ہے یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے ایسی لمبی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے......تو آج ۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا۔اس سے ظاہر ہے کہ ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں،لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصے میں پیدا ہوگا......''۔(۱۰۸/الف) مرزا صاحب کی شاطرانہ چالوں پر غور فرمایئے کہ مذکورہ اشتہار میں انہوں نے کس قدر ابہام سے کام لیا ہے!ان کا خیال یہ تھا کہ نصرت جہاں بیگم کے موجودہ حمل سے لڑکا پیدا ہوگا تو معترضین کی زبانیں کچھ عرصے کے لئے بند ہوجائیں گی۔اسی اثنا میں محمدی بیگم ان کے گھر آباد ہوجائے گی اور پسر موعود کی تشریف آوری بھی ہوتی رہے گی لیکن ان کی یہ شاطرانہ چال بدقسمتی سے یوں ناکام ہوگئی کہ نصرت جہاں بیگم کے بطن سے مئی ۱۸۸۶ء میں خلاف توقع لڑکے کی بہ جائے لڑکی پیدا ہوگئی،مخالفین نے مرزا صاحب کا خوب خوب مذاق اڑایا تو انہوں نے یکم ستمبر ۱۸۸۶ء کے اشتہار ''محک اخیار واشرار'' میں مخالفین کو یہودی، بے ایمان، بددیانت،متعصب اور شریر قرار دیتے ہوئے لکھا کہ اپریل ۱۸۸۶ء والے اشتہار میں ''مدتِ حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا'' ایک ذوالوجوہ فقرہ ہے......''۔(۱۰۸/ب) اس نئے اشتہار سے پہلے مؤرخہ ۸ جون ۱۸۸۶ء کو مرزا صاحب حکیم نورالدین کو اپنے خط میں یہ لکھ چکے تھے'' ......شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین ،کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائے گا سو اس کا نام بشیر ہوگا۔اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شاید فرزند مبارک اسی اہلیہ (نصرت جہاں بیگم) سے ہوگا۔اب زیادہ تر الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عن قریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جنابِ الٰہی میں یہ بات قرار پاچکی ہے کہ ایک پارساطبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی وہ صاحبِ اولاد ہوگی......اب مخالفین آنکھوں کے اندھے اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں اب کی دفعہ (یعنی مئی ۱۸۸۶ء میں نصرت جہاں بیگم کے بطن سے) لڑکا پیدا نہیں ہوا......میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی ہوجائے، کیوں کہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے ہیں......غالباً اس تیسری شادی کا وقت نزدیک

ہے، اب دیکھیں کہ کس جگہ ارادہ ازلی نے اس کا ظہور مقرر کر رکھا ہے، الہامات اس بارے میں کثرت سے ہوئے ہیں اور ربانی ارادے میں کچھ جوش سا پایا جاتا ہے **واللہ یفعل ما یرید و ھو علی کل شیٔ قدیر**"۔ (۱۰۸/ج) قارئین غور فرمائیں جون ۱۸۸۶ء سے چار ماہ پہلے بشیر نام کے جس لڑکے کا مرزا صاحب اپنے خط میں ذکر کر رہے ہیں وہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار ہی کا تو ہے۔ اس خط کے صرف بارہ دن کے بعد حکیم نورالدین کے نام دوسرے خط میں مرزا صاحب لکھتے ہیں "......اس عاجز نے جو آپ کی طرف لکھا تھا وہ صرف دوستانہ طور پر بعض اسرارِ الہامیہ پر مطلع کرنے کی غرض سے لکھا گیا...... اصل حال اس عاجز کا یہ ہے کہ جب سے اس تیسرے نکاح کے لئے اشارۂ غیبی ہوا ہے تب سے خود طبیعت متفکر و متردّد ہے اور حکم الٰہی سے گریز کی جگہ نہیں مگر بالطبع کارہ ہے اور ہر چند اول اول یہ چاہا کہ یہ امر غیبی موقوف رہے لیکن متواتر الہامات و کشوف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ تقدیر مُبرم ہے......"۔ (۱۰۹/الف) یہاں خوب غور کیجئے (شیطانی) متواتر الہامات کی رُو سے تیسری شادی مرزا صاحب کے لئے تقدیر مُبرم تھی تو حضرت کی طبیعت میں تردّد کیوں تھا اور تیسری شادی کے متعلق وہ کیوں چاہتے تھے "کہ یہ امر غیبی موقوف رہے"؟۔ مرزا صاحب نے پہلی بیوی حرمت بی بی کو تو لاوارث اور مُعلّقہ کی حیثیت سے گھر میں رکھا ہوا تھا۔ دوسری بیوی نصرت جہاں بیگم سے ان کے نکاح کے ابھی دو سال بھی پورے نہ ہونے پائے تھے کہ نہایت قیمتی ادویہ مشک، عنبر، سونے کا کشتہ وغیرہ وغیرہ کی بہ دولت انہیں اپنے اندر پچاس مردوں کے برابر قوت محسوس ہوئی جس سے "خواتین مبارکہ" سے عموماً اور محمدی بیگم سے خصوصاً ان میں نکاح کی شدید اکساہٹ ہوئی تو خود سوچئے کہ نصرت جہاں بیگم اتنی جلدی اپنی کسی سوکن کو گھر میں کیسے برداشت کر سکتی تھی؟۔ ضروری تھا کہ مرزا صاحب پر تیسرے نکاح کے لئے الہامات کی بارش ہو لیکن وہ یہ ظاہر کریں کہ دل تو میرا بالکل نہیں چاہتا لیکن تقدیر مبرم اور خدائی ارادوں کے سامنے میری کوئی پیش نہیں چلتی۔ نصرت جہاں بیگم کی فطری پریشانی کو دور کرنے کے لئے اس کی ذہنی تطہیر (Brain-washing) کے لئے ایسا کرنا ناگزیر تھا۔ اگرچہ مرزا صاحب اپنے اعتراف کے مطابق مراق اور ہسٹیریا جیسے خطرناک ذہنی امراض میں مبتلا تھے تاہم دیوانہ بکار خویش ہوشیار کے مصداق وہ اپنی اس تدبیر سے اپنی اس دوسری بیوی کو شیشے میں اتارنے میں کامیاب ہو گئے۔ مرزا بشیر احمد سیرۃ المہدی میں لکھتے ہیں "والدہ صاحبہ مکرمہ (نصرت جہاں بیگم) نے بار بار رو کر دعائیں کی اور بار ہا خدا کی قسم کھا کر کہا کہ گو میری زنانہ فطرت کراہت کرتی ہے مگر صدقِ دل اور شرحِ صدر سے چاہتی ہوں کہ خدا کی باتیں پوری ہوں"۔ (۱۰۹/ب) یوں مرزا صاحب نے تیسری شادی کے لئے اپنی طرف سے انتظامات مکمل کر لئے، چناں چہ یکم ستمبر

۱۸۸۶ء والے مرزا صاحب کے جس اشتہار کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اسی میں انہوں نے یہ بھی لکھا" اس عاجز نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیش گوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کی تھی کہ اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی تیرے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولاد پیدا ہوگی"۔ (۱۰۹/ج) اس اشتہار میں جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے انہوں نے اپنے مخالفین سے یہ بھی کہا تھا کہ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں جو لکھا گیا تھا کہ پسر موعود ایک مدتِ حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا، تو یہ ایک ذوالوجوہ فقرہ تھا اس لئے اگر مئی ۱۸۸۶ء میں میرے گھر لڑکے کی بہ جائے لڑکی پیدا ہوگئی تھی تو مخالفین کو یہودیوں کی طرح اعتراضات نہیں کرنے چاہئیں۔ ہم اوپر معلوم کر چکے ہیں کہ جون ۱۸۸۶ء میں حکیم نورالدین کے نام خطوط میں مرزا صاحب یہ لکھ چکے تھے کہ تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے اور پسر موعود تیسری شادی سے وجود پذیر ہوگا لیکن تیسری شادی کے دور دور تک کوئی آثار نظر نہ آئے اور یکم ستمبر ۱۸۸۶ء والے مذکورہ اشتہار کے کوئی گیارہ ماہ بعد نصرت جہاں کے بطن سے لڑکا پیدا ہو گیا۔ مرزا صاحب نے سوچا کہ تیسری شادی تو جب ہوگی سو ہوگی اور پسر موعود بھی اس سے پیدا ہوتا رہے گا لیکن سردست مخالفین کا منہ بند کرنے کا اچھا موقع ہاتھ لگا ہے اسے ضائع نہیں کرنا چاہئے اس لئے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً یہ بیان جاری فرما دیا "اے ناظرین! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجود میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائے گا، آج سولہ ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں بارہ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا"۔ (۱۱۰/الف) اس لڑکے کا نام بشیر احمد رکھا گیا، یہ لڑکا نومبر ۱۸۸۸ء میں فوت ہو گیا اور مرزا صاحب کی پہلے سے بھی کہیں زیادہ رسوائی اور جگ ہنسائی ہوئی جس کا خدشہ وہ پہلے ہی محسوس کر رہے تھے چناں چہ انہوں نے ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو حکیم نورالدین کو لکھا" ...... میرا لڑکا بشیر احمد تئیس روز بیمار رہ کر آج بہ قضائے ربِّ عزوجل انتقال کر گیا ...... اس واقعے سے جس قدر مخالفین کی زبانیں دراز ہوں گی اور موافقین کے دل میں جو شبہات پیدا ہوں گے اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا"۔ (۱۱۰/الف) یہاں غور کیجئے کہ مرزا صاحب نے حکیم نورالدین کو جو خطوط ۸ جون اور ۲۰ جون ۱۸۸۶ء کو لکھے تھے ان میں صاف لفظوں میں یہ بتایا تھا کہ پسر موعود تیسری شادی سے پیدا ہوگا۔ حکیم صاحب کو بہ ظاہر مرزا صاحب سے یہ پوچھنا چاہئے تھا کہ "حضرت! جب یہ پسر موعود آپ کی متوقع تیسری بیوی سے پیدا ہونا تھا تو آپ نے نصرت جہاں بیگم کے بطن سے پیدا ہونے والے بیٹے کو پسر موعود ٹھہرایا ہی کیوں تھا؟"۔ حکیم صاحب کی یہ خاموشی

بڑی معنی خیز ہے، جس طرح مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے تعاون کے بغیر مرزا صاحب کا نصرت جہاں بیگم سے نکاح بہ ظاہر ناممکن تھا اسی طرح حکیم نور الدین کے بھرپور تعاون اور سرپرستی کے بغیر مرزا صاحب کی خانہ ساز نبوت کی دوکان ہرگز نہیں چل سکتی تھی۔ حکیم نور الدین ۱۸۴۱ء میں بھیرہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، گھر میں والدین سے ابتدائی تعلیم کے بعد لاہور میں شیعہ علما سے عربی فارسی پڑھی، پھر رام پور میں مختلف علما سے مذہبی کتابوں کا مطالعہ کیا، اس کے بعد لکھنؤ میں حکیم علی حسین سے طب کی تعلیم حاصل کی، وہاں سے درس حدیث کے لئے بھوپال چلے گئے اور مفتی عبد القیوم صاحب سے بخاری اور ہدایہ جیسی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد وہ حرمین شریفین پہنچے، مکہ مکرمہ میں مختلف علما سے سنن ابوداؤد اور صحیح مسلم کا درس لیا، اس کے بعد مدینہ منورہ بھی گئے۔ وطن واپسی پر مختلف کام شروع کئے لیکن بالآخر بھیرہ میں طبابت کا پیشہ اختیار کیا۔ حکیم صاحب مرزا قادیانی سے کہیں زیادہ ذہین وفطین، پڑھے لکھے اور جہاں دیدہ تھے۔ بھیرہ میں طبیب کی حیثیت سے ان کی بہت زیادہ شہرت ہوئی جس سے متاثر ہوکر مہاراجہ نبیر سنگھ نے انہیں سرکاری طبیبوں میں شامل کرلیا۔ حکیم صاحب دراصل انگریزوں کے لئے مخبری اور جاسوسی پر مامور تھے۔ نبیر سنگھ کے بعد اس کا بیٹا پرتاب سنگھ کشمیر کا حکم ران ہوا تو اس کے خلاف حکیم صاحب نے درپردہ سازش کے ذریعے کشمیر کو ''انگریزی کونسل'' میں شامل کروادیا اور مہاراجہ کے اختیارات مسلوب کروادیئے۔ بڑی تگ ودَو کے بعد راجہ پرتاب سنگھ دوبارہ برسرِ اقتدار آیا تو اس نے حکیم صاحب کو کشمیر بدر کردیا۔ (۱۱۰/ ج) برصغیر میں انگریز سرکار کو ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو جہاد کو حرام قرار دے اور جس کے پیروکار انگریزوں سے وفاداری بہ شرط استواری کے جذبے سے معمور ہوکر انگریز حکومت کے لئے زبردست معاون ثابت ہوں اور جن کے ذریعہ مخبری اور جاسوسی کے دائرے میں خاطر خواہ وسعت پیدا ہو سکے۔ حکیم نور الدین بھیروی انگریزوں کے آلہ کار تھے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ان کے والد غلام مرتضٰی نے سات سو روپے کی اپنی پنشن وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ اس دور کے لحاظ سے یہ ایک خطیر رقم تھی، پنشن وصول کرنے کے بعد مرزا صاحب قادیان میں گھر واپس آنے کی بہ جائے اپنے ایک رشتہ دار مرزا امام الدین کے ہم راہ آوارہ گردی اور عیاشی میں پڑ گئے۔ رقم ختم ہونے پر شرمندگی کی وجہ سے گھر آنے کی بہ جائے سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں ۱۸۶۱ء میں ملازم ہوگئے اور وہاں ۱۸۶۸ء تک کام کرتے رہے۔ (۱۱۱/ الف) ان ہی ایام میں حکیم نور الدین کا مرزا صاحب سے تعارف ہوا اور وہ بھیرہ آتے جاتے جب سیالکوٹ سے گزرتے تو اکثر وبیشتر مرزا صاحب سے ضرور ملتے۔ حکیم صاحب کے عیار وشاطر ذہن نے جلد ہی بھانپ لیا کہ انگریز سرکار دولت مدار کے مقاصد کی آب یاری کے لئے

مرزا صاحب موزوں ترین شخصیت ہیں۔ مرزا صاحب کا خاندانی پس منظر انگریزوں سے غیر مشروط اور بھرپور فکری و عملی تعاون کا تھا۔ سونے پر سہاگہ یہ ہوا کہ وہ مراق اور ہسٹیریا کے ذہنی امراض میں بھی مبتلا تھے اور ان امراض کے زیر اثر وہ یہ محسوس فرمانے لگے تھے کہ میں مُلْھِم و مُحدّث اور مامور من اللہ مجدد وقت ہوں۔ الہامات کا سلسلہ ۱۸۶۸ء سے شروع ہو چکا تھا مثلاً وہ براہین احمدیہ (۱۸۸۰۔۱۸۸۴ء) میں لکھتے ہیں ''......اور اس برکت کے بارے میں ۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء میں بھی ایک عجیب الہام ہوا تھا جس کو اس جگہ لکھنا مناسب ہے...... ''۔ (۱۱۱/ب) جو شخص بھی غیر جانب داری سے براہین احمدیہ (۱۸۸۰ء۔۱۸۸۴ء) میں مذکور مرزا صاحب کے مزعومہ الہامات کا مطالعہ کرے گا وہ یہ یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مرزا صاحب ذہنی مریض تھے اور ''بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ'' کے پورے مصداق تھے۔ مثلاً براہین احمدیہ میں دیئے گئے ایک الہام یا ادم اسکن انت و زوجك الجنة یا مریم اسکن انت و زوجك الجنة و یا احمد اسکن انت و زوجك الجنة کے متعلق وہ خود انجام آتھم (۱۸۹۶ء) میں لکھتے ہیں ''اس جگہ تین جگہ زوج کا لفظ آیا ہے اور تین نام اس عاجز کے رکھے گئے۔ پہلا نام آدم وہ یہ ابتدائی نام ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے اس عاجز کو روحانی وجود بخشا۔ اس وقت پہلی زوجہ کا ذکر فرمایا، پھر دوسری زوجہ کے وقت میں مریم نام رکھا۔ کیوں کہ اس وقت مبارک اولاد دی گئی جس کو مسیح سے مشابہت ملی.........اور تیسری زوجہ جس کی انتظار ہے اس کے ساتھ احمد کا لفظ شامل کیا گیا اور یہ لفظ احمد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت حمد اور تعریف ہوگی۔ یہ ایک چھپی ہوئی پیش گوئی ہے جس کا سِرّ اس وقت خدا تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیا، غرض یہ تین مرتبہ زوج کا لفظ تین مختلف نام کے ساتھ جو بیان کیا گیا ہے وہ اسی پیش گوئی (یعنی تیسری شادی کی پیشین گوئی) کی طرف اشارہ تھا''۔ (۱۱۱/ج) مذکورہ مزعومہ الہام اور اس کی تشریح سے مرزا صاحب کی بیمار ذہنی ساخت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ حکیم نور الدین جیسے ہوشیار اور چالاک شخص نے ان کی اس مریضانہ ذہنی کیفیت کو نعمت غیر مترقبہ جانا۔ وہ انہیں یہ یقین دلاتے رہے کہ آپ واقعی مامور من اللہ ہیں۔ جس طرح ایک مرشد اپنے مرید کو جذب وسلوک کی منازل طے کراتا ہے بعینہٖ اسی طرح حکیم نور الدین نے انہیں مجددیت، مسیحیت اور پھر نبوت کی منازل طے کرائیں۔ انہوں نے مرزا صاحب کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ احادیث صحیحہ میں جس مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی قیامت کے قریب دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی مینار پر نزول کی خبر دی گئی ہے وہ محض استعارے اور مجاز کے رنگ میں ہے اس کا حقیقی مصداق تم خود ہی ہو تو مرزا صاحب نے بجا طور پر محسوس کیا کہ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی تو ایک بھی علامت مجھ پر چسپاں نہیں ہوتی۔ اس پر حکیم

صاحب نے مراقی وہسٹیریائی مرزا غلام احمد قادیانی کو مشورہ دیا کہ چلئے مثیلِ مسیح کا دعویٰ کر ڈالنے میں کوئی حرج نہیں، جو سچے اور پکے الہامات تم پر ہو رہے ہیں انہیں بھی تو کہیں ٹھکانے لگانا ہے یا نہیں؟ مرزا صاحب نے اس کے جواب میں حکیم صاحب کے نام اپنے مؤرخہ ۲۴ جنوری ۱۸۹۱ء کے خط میں لکھا ''...... جو کچھ آں مخدوم نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مثیلِ مسیح کا دعویٰ ظاہر کیا جائے تو اس میں حرج کیا ہے؟ دراصل اس عاجز کو مثیل مسیح بننے کی کچھ حاجت نہیں۔ یہ بنتا چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے عاجز اور مطیع بندوں میں داخل کر لیوے لیکن ہم ابتلا سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتے، خدا تعالیٰ نے ترقیات کا ذریعہ صرف ابتلا ہی کو رکھا ہے۔ (۱۱۲/ الف) مرزا صاحب کے مذکورہ بالا مکتوب سے معلوم ہو رہا ہے کہ حکیم نور الدین کی اصل مشیت پیر و مرشد کی اور مرزا صاحب کی ان کے فرماں بردار سادہ لوح مرید باصفا کی ہے، گو مرزا صاحب بعد کے دعوؤں کے مطابق (معاذ اللہ) مسیح موعود اور نبی مرسل تھے اور حکیم نور الدین صاحب بہ ظاہر ان کے امتی تھے تاہم موٹی سے موٹی عقل رکھنے والا بھی یہ سمجھتا ہے کہ امتی اپنے نبی کا ہمیشہ خادم ہوا کرتا ہے وہ اس کا مخدوم ہرگز نہیں ہو سکتا، لیکن مرزا صاحب اپنے خط میں حکیم صاحب کو ''آں مخدوم'' لکھ رہے ہیں۔ البتہ حکیم صاحب نے انہیں یہ پورا پورا فریب دے رکھا تھا کہ آپ نبی برحق ہیں اور میں آپ کا جان نثار وفرماں بردار ادنیٰ سا امتی ہوں۔ ان کا یہ اظہار وفاداری محض نمائشی تھا۔ دل میں وہ مرزا صاحب کو خوب جانتے پہچانتے تھے جس کا ایک اور بیّن ثبوت مرزا بشیر احمد کی کتاب سیرۃ المہدی سے یوں ملتا ہے ''حضرت (مرزا) صاحب کے زمانے میں نماز جنازہ خود حضور ہی پڑھاتے تھے...... مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاول (حکیم نور الدین صاحب) کے جتنے بچے فوت ہوئے ان کی نماز جنازہ مولوی صاحب نے خود ہی پڑھائی حال آں کہ حضرت مسیح موعود بھی شامل نماز ہوتے تھے''۔ (۱۱۲/ ب) نیز یہی مرزا بشیر احمد ڈاکٹر میر محمد اسماعیل قادیانی کے واسطے سے حکیم نور الدین کا قول نقل کرتے ہیں ''ہر نبی کا ایک کلمہ ہوتا ہے، مرزا کا کلمہ یہ ہے کہ ''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا''۔ (۱۱۲/ ج) غور کیجئے کہ کیا کوئی امتی یہ کر سکتا ہے کہ اپنے نبی کی موجودگی میں اپنے بچوں کی نماز جنازہ میں خود امامت کی جسارت کرے؟ کیا کوئی امتی اپنے نبی کا نام بے توقیری اور بے ادبی سے اپنی زبان پر لا سکتا ہے؟ اگر حکیم نور الدین صاحب مرزا صاحب کو اپنے سے بڑا سمجھتے ہوتے تو ان کے لئے صرف لفظ ''مرزا'' پر اکتفا نہ فرماتے۔ حکیم صاحب کا خیال تھا کہ اگر میں خود منصب نبوت سنبھالتا ہوں تو مسلمانوں میں اس کے خلاف جو شدید ردّعمل ہو سکتا ہے میں شاید اس کا متحمل نہیں ہو پاؤں گا۔ مرزا غلام احمد قادیانی مراق وہسٹیریا کے مریض ہیں، مذہب کے نام پر انہیں آگے لانے سے اگر سیاسی کاروبار بار آور ہوتا

دکھائی دیا تو میرا مقصد پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔ اگر یہ دکان نہ چلی تو لوگ یہ سمجھ کر سب کچھ بھول جائیں گے کہ یہ ایک ذہنی مریض کی محض جنونی کاروائی تھی۔ انگریز سرکاری سرپرستی سے حسب توقع کاروبار چمک اٹھا لیکن حکیم صاحب اور انگریز سرکار کو بعض اوقات یہ دشواری پیش آیا کرتی تھی کہ مرزا صاحب مراق وہسٹیریا کے زیراثر عمداً یا سہواً متضاد باتیں کر جاتے تھے اور بے خودی کے عالم میں بعض خفیہ رازوں کا بھانڈا بھی پھوڑ دیتے تھے مثلاً ایسی ہی کسی کیفیت میں وہ یہ ظاہر کر بیٹھے کہ ملکہ وکٹوریہ کی پاک نیتوں کی تحریک سے خدا نے مجھے بھیجا ہے اور یہ کہ انگریز سرکار کا میں خود کاشتہ پودا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن حکیم نورالدین اور ان کی آقا سرکار کو اس لئے خاموش رہنا پڑتا تھا کہ اولاً مرزا صاحب ذہنی مریض ہونے کی وجہ سے معذور ہیں، ثانیاً سرکاری راز اگل دینے کے جرم میں ان کے خلاف کاروائی سے سارا بنا بنایا کھیل بگڑ سکتا تھا۔ مرزا صاحب کی چلتی دکان دیکھ کر قادیانیوں میں سے اور بہت سے لوگوں نے اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کی سعی نامشکور کر ڈالی اور انہوں نے بھی نبوت کا دعویٰ داغ دیا۔ ان میں سے اکثر مرزا صاحب کے وہ مرید ہی تھے جو نبوت چلانے میں ان کی فنی مہارت کا بغور جائزہ لیتے رہے تھے۔ ان میں مولوی یار محمد قادیانی، احمد انور کابلی قادیانی، عبداللطیف قادیانی، چراغ دین جموی قادیانی، غلام محمد قادیانی، عبداللہ تیماپوری قادیانی اور صدیق دیندار چن بسویشور کے نام لئے جاسکتے ہیں۔ (۱۱۳/ الف) یہ بات قرین قیاس نہیں کہ یہ بھی سب کے سب مجنون اور ذہنی مریض تھے لیکن ان کا کاروبار اس لئے فروغ پذیر نہ ہو سکا کہ انگریز سرکار کے مطلوبہ مقاصد وعزائم پہلے ہی بہ خوبی پایۂ تکمیل کو پہنچ رہے تھے اس لئے نہیں مزید انبیاء کی فوج ظفر موج کی ضرورت نہیں تھی۔ نیز ان بیچاروں کو حکیم نورالدین صاحب جیسے ذہین وفطین اور جہاں دیدہ (انگریزوں کے جاسوس) کی ماہرانہ سرپرستی بھی حاصل نہیں تھی۔

بات مرزا صاحب کے حکیم نورالدین کے نام مؤرخہ ۲۴ جنوری ۱۸۹۱ء کے خط کی چل رہی تھی۔ اس خط سے معلوم ہو رہا ہے کہ حکیم نورالدین صاحب انہیں مفید مشورے دیا کرتے تھے کہ اب کون سا دعویٰ کس انداز میں کرنا ہے۔ ذہنی مریض ہونے کی وجہ سے مرزا صاحب جب ہوش کی بہ جائے جوش کے زیراثر بلند بانگ دعوے اور پیشین گوئیاں صادر فرماتے تو ان سے جو سنگین اغلاط سرزد ہو جاتیں اور وہ کسی سربستہ راز کو فاش کر بیٹھے یا پیشین گوئی برسرعام جھوٹی نکلتی تو حکیم نورالدین صاحب بے مثال ذہانت وفطانت کا ثبوت دیتے ہوئے مرزا صاحب کو شیطانی تاویلات اور دنیوی مفادات وترغیبات میں الجھا دیتے، چناں چہ مرزا صاحب سے منحرف ہونے والے ایک مرید حکیم مولوی نذیر حسین بہاری اپنی کتاب ''مسیح کا سربستہ راز'' میں لکھتے ہیں ''میں حلفاً شرعی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں زمانہ دراز تک مرزا صاحب کے فریب کا نیک نیتی

سے دل دادہ رہا ہوں اور میں ان کا قدیم مزاج شناس ہوں۔ مرزا صاحب کے تمام رازِ باطنی کا میں محرم راز ہوں اور قادیان کی خوب ہوا کھائے ہوئے ہوں۔ ذرا ذرا حال حضرت جی کا میرے سینے بے کینے میں بھرا ہوا ہے۔ الغرض جب مرزا صاحب نے حد سے گزر کر نبوت کے دروازے کو کھٹکھٹانا شروع کیا تو سب سے پہلے منشی الٰہی بخش صاحب اکاؤنٹینٹ لاہور، ڈاکٹر عبدالحکیم خاں اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ، حکیم مولوی مظہر حسین صاحب لدھیانہ، سید عباس علی صاحب رئیس، صوبہ دار میجر سید امیر شاہ صاحب وغیرہم سیکڑوں اہل علم اور واقف کار صحبت دیدہ اشخاص اور اس کے بعد اس راقم نے بھی مرزا کے دام تزویر سے علیحدہ ہو کر مرزا کو ملحد و مرتدِ اسلام سمجھ کر ان کے مذہب جدیدہ پر لعنت بھیج کر الحمد للہ علی احسانہ ان کے فریب سے نجات پائی۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ مرزا کی ابتدائی حالت ناداری میں ہزاروں ہزار ماہوار حضرت جی کے صرف کے لئے خرچ کرتے رہے مگر جب مرزا جی بہکنے لگے تو پہلے سب لوگوں نے مل کر خوب سمجھایا مگر دکان داری خوب چل نکلی تھی، حکیم نور الدین اور چند جاہل حاشیہ نشینوں نے اپنی دلالی کی رقموں میں سدّ باب خیال کر کے مرزا صاحب کو سبز باغ دکھایا کہ حضرت جی اس وقت پچیس تیس ہزار کے منی آرڈر براہین (احمدیہ) اور سراج المنیر کے آچکے ہیں۔ اگر یہ لوگ منحرف ہو گئے تو بلا سے۔ میں (حکیم نور الدین) دل و جان سے اس کو ایسے ہی چلاتا رہوں گا، بس ڈٹے رہو......''۔(۱۱۳/ب)

مذکورہ بالا وضاحتوں سے قارئین کرام خوب سمجھ گئے ہوں کہ جب مرزا قادیانی نے نصرت جہاں بیگم سے پیدا ہونے والے اپنے بیٹے بشیر احمد کو پسر موعود قرار دیا تھا تو حکیم نور الدین صاحب محرم راز ہونے کے باوجود کیوں خاموش رہے تھے!!!۔ یہ بیٹا تو ان کی تیسری متوقع بیوی سے پیدا ہونا تھا، مخالفین کے شور و غوغا سے گھبرا کر ان کا منہ بند کرنے کے لئے مرزا صاحب نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو سبز اشتہار جاری فرمایا، ان دنوں نصرت جہاں بیگم پھر حاملہ تھی، اس اشتہار میں انہوں نے یہ انکشاف فرمایا''......خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیش گوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ ''مبارک ہو وہ جو آسمان سے آتا ہے'' پہلے بشیر کی نسبت پیش گوئی ہے (جو مؤرخہ ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو اس اعلان کے ایک ماہ پہلے ہی فوت ہو چکا تھا۔ ناقل) جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے (جو آئندہ پیدا ہوگا۔ ناقل)''۔(۱۱۳/ج) جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں مرزا صاحب کا خیال یہی تھا کہ پسر موعود ان کی تیسری بیوی سے پیدا ہوگا، یہ تیسری بیوی وہی محمدی بیگم تھی جس کی محبت میں وہ بری طرح مبتلا ہو چکے تھے۔ اس کا واضح ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ محمدی بیگم کا والد احمد بیگ اپنے ایک گم شدہ مفقود الخبر چچا زاد بھائی (جو ان کا بہنوئی بھی تھا)

کی جائیداد اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام ہبہ کرنا چاہتا تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو اگر چہ اس جائیداد سے کچھ نہیں مل سکتا تھا لیکن مروجہ قوانین کے تحت ان کے دستخط ضروری تھے۔ انہوں نے احمد بیگ کو مجبور (بلیک میل) کیا اور ہبہ نامہ پر دستخط کرنے کے لئے یہ شرط عائد کردی کہ پہلے اپنی بڑی لڑکی محمدی بیگم کا مجھ سے نکاح کرو۔ وہ اپنے ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں لکھتے ہیں ''...... چوں کہ وہ ہبہ نامہ بہ جز ہماری رضامندی کے بے کار تھا، اس لئے مکتوب الیہ (مرزا احمد بیگ) نے بہ تمام عجز وانکساری ہماری طرف رجوع کیا تا کہ ہم راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کردیں اور قریب تھا کہ دستخط کردیتے لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے کہ جناب الٰہی میں استخارہ کرلینا چاہئے ...... اس خدائے قادر وحکیم مطلق نے مجھ سے فرمایا کہ اس شخص (مرزا احمد بیگ) کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کے نکاح کے لئے سلسلۂ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک ''رحمت کا نشان'' ہوگا لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روزِ نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہوجائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانے میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہیت اور غم کے امر پیش آئیں گے''۔ (۱۱۴/الف)

مرزا صاحب کی اس خوف ناک پیشین گوئی کا ایک ایک لفظ جھوٹا ثابت ہوا، البتہ جب محمدی بیگم کا نکاح ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کی بہ جائے ان کے کام یاب رقیب مرزا سلطان محمد سے ہوا تو محمدی بیگم کا والد احمد بیگ واقعی مدت مقررہ کے اندر فوت ہوگیا۔ مرزا صاحب نے اپنے طور پر یقین کرلیا کہ احمد بیگ کی موت میری پیشین گوئی کی وجہ سے ہوئی ہے، حال آں کہ مرزا صاحب کا اپنا خیال یہ بھی تھا کہ جب کسی کی عمر ساٹھ پینسٹھ برس کی ہوجائے تو یہ عمر مرنے کا ایک بہانہ چاہتی ہے۔ خیر مرزا صاحب نے اپنے مذکورہ بالا اشتہار میں ''ایک رحمت کا نشان'' کے کلمات استعمال کئے ہیں اور ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے پسر موعود والے اپنے اشتہار میں وہ متوقع پسر موعود کو ''ایک رحمت کا نشان'' قرار دے چکے تھے اور پھر ۸ جون اور ۲۰ جون ۱۸۸۶ء کو حکیم نور الدین کے نام اپنے خطوط میں صاف لکھ چکے تھے کہ پسر موعود میری تیسری متوقع شادی سے پیدا ہوگا اور یہ شادی تقدیر مبرم ہے۔ اب مذکورہ اشتہار سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ اس پسر موعود نے محمدی بیگم کے بطن سے (بہ زعم مرزا قادیانی) جنم لینا تھا۔ لیکن مرزا احمد بیگ نے غیرت و حمیت کا ثبوت دیتے ہوئے مرزا قادیانی کی خواہش اور مطالبے کو بہ نظر حقارت ٹھکرا دیا۔ اسی تگ ودو میں

۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو نصرت جہاں بیگم کے بطن سے مرزا صاحب کا دوسرا بیٹا پیدا ہو گیا۔ ادھر مخالفین طنز کے تیر چلا رہے تھے کہ دیکھئے مرزا صاحب کے پسر موعود کی تشریف آوری کب ہوتی ہے۔ مرزا صاحب خاصے پریشان تھے اور انہیں یہ بھی خدشہ تھا کہ اگر نومولود کو پسر موعود قرار دے بیٹھوں تو ایسا نہ ہو کہ یہ بھی بشیر اول متوفی کی طرح کہیں داغ مفارقت دے جائے اور میری مزید رسوائی ہو۔ انہیں یہ خیال بھی ستائے جا رہا تھا کہ پسر موعود نے تو محمدی بیگم سے پیدا ہونا ہے اسی ذہنی کش مکش میں انہوں نے نومولود کا نام لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے محض ''تفاؤلاً'' بشیر اور محمود رکھا اور خاصی احتیاط ملحوظ رکھتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ ''کامل انکشاف'' کے بعد اطلاع دی جائے گی کہ یہ لڑکا واقعی پسر موعود ہے یا نہیں۔ (۱۱۴/ ب) دل میں یہ تھا کہ (مزعومہ) الہامات کی رُو سے محمدی بیگم سے میرا نکاح ہو کر ہی رہے گا اور پسر موعود اسی سے پیدا ہوگا۔ یوں انہیں کچھ ستانے کا موقع مل گیا۔ ساتھ ہی محمدی بیگم کو اپنے حبالۂ عقد میں لانے کی ان کی مساعی تیز تر ہو گئیں، سال گزرتے چلے گئے مگر محمدی بیگم ہاتھ نہ آئی۔ اسی اثنا میں نصرت جہاں بیگم سے ۱۸۹۳ء میں مرزا بشیر احمد (مصنف سیرۃ المہدی) پیدا ہو گئے لیکن مرزا صاحب نے بشیر احمد کو پسر موعود اس لئے قرار نہیں دیا کہ وہ تو محمدی بیگم کے بطن سے پیدا ہونا تھا۔ جہاں تک مخالفین کے طعن کا تعلق تھا تو وہ پہلے ہی اپنے دوسرے بیٹے محمود احمد کو مبہم انداز میں پسر موعود قرار دے کر ان کا منہ بند کر چکے تھے۔ نصرت جہاں بیگم کے بطن سے ۱۸۹۵ء میں ان کا تیسرا بیٹا مرزا شریف احمد بھی پیدا ہو گیا تو انہوں نے انجام آتھم میں ۱۸۹۶ء میں کھل کر اپنے اس دعوے کا اظہار فرما دیا کہ پسر موعود بہ ہر حال محمدی بیگم کے بطن سے ہی پیدا ہوگا جس سے متوقع نکاح کی وہ لگاتار پیشین گوئیاں کرتے چلے آرہے تھے۔ چناں چہ اس کتاب میں انہوں نے لکھا ''اس (محمدی بیگم سے نکاح کی) پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے پیش گوئی فرمائی ہوئی ہے **یتزوج و یولد لہ** ''وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز صاحب اولاد ہوگا''۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ کیوں کہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے، اس میں کچھ خوبی نہیں بل کہ تزوج سے مراد خاص تزوج ہے جو بہ طور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی ہے گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی''۔ (۱۱۴/ ج) لیجئے یہاں مرزا صاحب نے نصرت جہاں بیگم اور ان کی اولاد کا پتہ بالکل کاٹ دیا۔ ان کی یہ تحریر ۱۸۹۶ء کی ہے اور نصرت جہاں بیگم سے ان کا نکاح بارہ سال پہلے ۱۸۸۴ء میں ہو چکا تھا اور اس وقت ان کے اس سے تین بیٹے محمود احمد، بشیر احمد اور شریف احمد زندہ موجود تھے لیکن مذکورہ بالا تحریر کے مطابق ''عام طور پر ہر ایک

شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں''۔ پس یہ ان کا عام نکاح تھا اور اس سے ہونے والی اولاد عام اولاد تھی جس میں کچھ خوبی کی بات نہیں تھی۔ ان کا خاص تزوج محمدی بیگم سے ہونا تھا اور جس خاص اولاد کی وہ پیشین گوئی پر پیشین گوئی کرتے چلے آرہے تھے وہ بھی اسی سے پیدا ہونا تھی۔ اس نکاح کے متعلق انہوں نے یہ اعلان بھی فرما رکھا تھا کہ خدا نے اس سے میرا نکاح آسمان پر پڑھ دیا ہے، چناں چہ (مثلاً) انہوں نے ۲۸ ستمبر ۱۸۹۱ء کے اشتہار میں لکھا ''اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۷ء کی پیش گوئی کا انتظار کریں جس کے ساتھ یہ بھی الہام ہے'' اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے۔ کہہ ہاں مجھے اپنے رب کی قسم ہے کہ یہ سچ ہے اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے نہیں روک سکتے۔ ہم نے خود اس سے تیرا عقد نکاح باندھ دیا ہے۔ میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا''۔ (۱۱۴/ د) ہم اس سے پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنی اس تیسری شادی کے متعلق نصرت جہاں بیگم کو یہ یقین دلا کر شیشے میں اتار لیا تھا کہ میرا دل تو اس تیسرے نکاح کو بالکل نہیں چاہتا لیکن خدا کے حکم کے سامنے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا اور یہ تقدیر مبرم ہے۔ قادیانیوں کی یہ بھولی بھالی ''ام المؤمنین'' رو رو کر صدق دل اور شرح صدر سے دعائیں مانگتی رہی کہ مرزا صاحب کی یہ تیسری شادی ہو جائے اور مخالفین کے طعن وتشنیع سے میرے شوہر نامدار محفوظ رہیں۔ یہ تو بہت اچھا ہوا کہ بیگم صاحبہ کی ان عاجزانہ دعاؤں کو کہیں شرف قبولیت حاصل نہیں ہو گیا، اگر ان کی یہ دعائیں خدانخواستہ قبول ہو جاتیں تو صاف ظاہر ہے کہ محمدی بیگم سے مرزا قادیانی کا تزوج خاص تزوج قرار پاتا۔ وہ ان کی آسمانی منکوحہ ہوتیں جب کہ نصرت بیگم زمینی منکوحہ تھی، ان کی جائیداد کا تیسرا حصہ بھی حسب وعدہ محمدی بیگم کو ملتا۔ محمدی بیگم سے پیدا ہونے والی اولاد خاص اولاد ہوتی اور نصرت جہاں بیگم کی اولاد عام اولاد ہوتی۔ نصرت جہاں بیگم کی زنانہ طبیعت اپنی اور اپنی اولاد کی سبکی کو ٹھنڈے پیٹوں کیسے برداشت کرتی؟ وہ یقیناً احتجاج اور مزاحمت پر اتر آتی اور ''ام المؤمنین'' کے منصب عالیہ سے ایسے ہی ہاتھ دھو بیٹھتی جیسے اس سے پہلے حرمت بی بی سے یہ منصب چھن چکا تھا۔ مرزا صاحب اگر چہ اپنی متوقع تیسری شادی کے لئے نصرت جہاں بیگم کی ذہنی تطہیر (برین واشنگ) فرما چکے تھے لیکن یہ انہیں خاصی مہنگی پڑی۔ قادیانی امت اپنے ''نبی'' کے لئے اپنی لڑکیوں کو لونڈیوں اور بیویوں کے طور پر پیش کرنے میں فخر محسوس کرتی لیکن نصرت جہاں بیگم اپنے شوہر نامدار سے ضرور یہ کہتی ''اے مسیح موعود اور مہدی معہود! پہلے اپنی آسمانی منکوحہ محمدی بیگم کو تو گھر میں لا کر دکھاؤ ورنہ کسی اور عورت کو بہ طور سوکن میں اپنے گھر میں بالکل گھسنے نہیں دوں گی''۔ محمدی بیگم تو مرزا صاحب کو ملنی تھی نہ ہی ملی کسی اور خاتون کو حبالۂ عقد میں لانے کے ان کے تصورات بھی پاش پاش ہو گئے، جیسا کہ ہم سابقہ مباحث میں بھی لکھ چکے ہیں،

اگر وہ تیسری شادی اور پسر موعود کے متعلق اپنے مزعومہ الہامات اور متعلقہ اشتہارات میں یہ بھی لکھ دیا کرتے ''پھر میری آنکھ کھل گئی'' تو ان کی جگ ہنسائی اتنی زیادہ نہ ہوا کرتی اور ایسا لکھنا غلط بھی نہ ہوتا وہ واقعی اس سلسلے میں سہانے خواب بھی دیکھنے لگے تھے مثلاً انہوں نے ۲۵ جولائی ۱۸۹۲ء کو خواب میں دیکھا تھا ''چار بجے خواب میں دیکھا کہ ایک حویلی ہے، اس میں میری بیوی والدہ محمود اور ایک عورت بیٹھی ہے ...... وہ عورت یکا یک سرخ اور خوش رنگ لباس پہنے ہوئے میرے پاس آ گئی، کیا دیکھتا ہوں کہ جوان عورت ہے..... میں نے دل میں خیال کیا یہ وہی عورت ہے جس کے لئے اشتہار دیئے تھے، اس کی صورت میری بیوی کی صورت معلوم ہوئی اس نے کہا میں آ گئی ہوں''۔ (۱۱۵/ الف) ایسے خواب دیکھنے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں لیکن سخت مشکل یہ پیش آ رہی ہے کہ نبی کا خواب بھی تو وحی ہوتا ہے پس ایسے خوابوں کا محض شہوانی خوابوں تک محدود رہنا اور حقیقت کا روپ نہ دھارنا مرزا صاحب کے متنبی ہونے پر ایک اور دلیل ہے یہ سب سپنے یقیناً شیطانی تھے۔ ہم قبل ازیں یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ کی موت کو مرزا قادیانی صاحب نے اپنی پیشین گوئی کا شاخسانہ قرار دیا تو انہیں (مزعومہ) الہامات کی بنا پر اور بھی یقین ہو گیا کہ پیشین گوئی کا دوسرا جزو یعنی مرزا احمد بیگ کے داماد مرزا سلطان محمد کا میری زندگی میں مر جانا اور محمدی بیگم کا بیوہ ہو کر میرے نکاح میں آ جانا تقدیر مبرم ہے۔ چناں چہ انہوں نے انجام آتھم (۱۸۹۶ء) میں اپنے مخالفین کو آڑے ہاتھوں لیا'' چاہیے تھا کہ ہمارے نادان مخالف (اس پیشین گوئی کے) انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سے اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہو جائیں گی تو کیا اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائیں گے۔ ان بیوقوفوں کو بھاگنے کی جگہ نہ رہے گی اور نہایت ہی صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں گے...... یاد رکھو اس پیش گوئی کی دوسری جزو پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا، اے احمقو! یہ انسان کا افترا نہیں نہ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار ہے، یقیناً یہ سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں''۔ (۱۱۵/ ب) اسی انجام آتھم میں انہوں نے مزید لکھا کہ ''میں (مرزا غلام احمد) بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ (مرزا سلطان محمد) کی تقدیر مبرم ہے۔ اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشین گوئی پوری نہیں ہو گی اور میری موت آ جائے گی اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس کو بھی ایسا ہی پورا کر دے گا......''۔ (۱۱۵/ ج) اس سے پہلے ۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے اشتہار میں مرزا صاحب یہ بھی لکھ چکے تھے ''اگر یہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہیں تو میں نامراد، ملعون، مردود، ذلیل

اور دجّال ہوں''۔ (۱۱۶/الف) مرزا صاحب کی متعلقہ پیشین گوئیوں اور الہامات میں سے یہ چند اقتباسات ہی پیش کئے گئے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ مرزا صاحب بالکل جھوٹے ثابت ہوئے، وہ خود مئی ۱۹۰۸ء میں بہ مرض ہیضہ قبر میں اتر گئے، ان کے کام یاب رقیب مرزا سلطان محمد کا انتقال ۱۹۴۸ء میں اور محمدی بیگم کا انتقال لاہور میں ۱۹۶۶ء میں بہ حالتِ اسلام ہوا۔ مرزا صاحب نے اپنے مخالفین کے حق میں اپنے منہ سے جو''موتی'' بکھیرے تھے وہ ان کے اپنے گلے کا ہار بن گئے۔ ایسے نازک مواقع پر ان کو اپنے دام تزویر میں کام یابی سے پھانسنے والے حکیم نورالدین صاحب شیطانی تاویلات میں اپنے فن کا لوہا منوا لیتے تھے، چناں چہ حکیم صاحب ارشاد فرماتے ہیں''اب تمام اہل اسلام کو جو قرآن کریم پر ایمان لائے اور لاتے ہیں ان آیات کا یاد دلانا مفید سمجھ کر لکھتا ہوں کہ جب مخاطبت میں مخاطب کی اولاد اور مخاطب کے جانشین اور اس کے مماثل داخل ہو سکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی یا اس لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہو سکتی اور کیا آپ کے علم فرائض میں بنات البنات (لڑکیوں کی لڑکیوں) کو حکم بنات نہیں مل سکتا اور کیا مرزا کی اولاد مرزا کی عصبہ نہیں۔ میں نے بارہا عزیز میاں محمود (پسر مرزا) کو کہا ہے کہ اگر حضرت کی وفات ہو جاوے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آوے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آ سکتا''۔ (۱۱۶/ب) حکیم نورالدین کی ایسی تاویلات پر ابلیس بھی عش عش کر اٹھتا ہوگا، ان ہی جلیل القدر خدمات کی بنا پر حکیم نورالدین صاحب کو قادیانی امت کا پہلا خلیفہ مقرر کیا گیا تھا۔ حکیم نورالدین صاحب کی مذکورہ عبارت کے اس حصے پر غور فرمائیں''کیا مرزا کی اولاد مرزا کی عصبہ نہیں'' یہاں ایک متنبّی کا امتی جس بے باکی اور بے ادبی سے اپنے نبی کو''مرزا، مرزا'' کہہ رہا ہے اس سے بہ خوبی پتہ چلتا ہے کہ حکیم صاحب مرزا صاحب کی مراق وہسٹیریا پر مبنی پیشین گوئیوں اور الہامات پر زیرلب ضرور مسکراتے اور دل میں لطف اندوز ہوتے ہوں گے لیکن وہ بہ ظاہر ان کی نوک پلک سنوارنے میں لگے رہتے تھے، کیوں کہ انگریز سرکار سے وفاداری بہ شرط استواری دونوں میں قدر مشترک تھی۔

الغرض ۱۸۹۶ء میں مرزا قادیانی نے انجام آتھم میں اپنا دل کھول کر رکھ دیا تھا کہ ان کے مسیح موعود ہونے کا خاص نشان محمدی بیگم سے ان کا متوقع خاص تزوج ہے اور پسر موعود کی پیشین گوئیوں کی مصداق اس خاص تزوج سے ہونے والی خاص اولاد ہے ورنہ عام طور پر ہر شخص شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے لیکن اس میں کچھ خوبی کی بات نہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ نصرت جہاں بیگم کے بطن سے پیدا ہونے والے بشیر اول متوفی کو پسر موعود قرار دینا اور پھر دوسرے بیٹے بشیر الدین محمود احمد کو موہوم اور مبہم انداز میں اس کا مصداق ٹھہرانا لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے تھا۔ جب ۱۸۹۹ء تک بھی محمدی بیگم سے وہ محروم ہی رہے تو ان ہی دنوں نصرت جہاں بیگم سے ۱۴ جون ۱۸۹۹ء کو ان کا بیٹا مبارک احمد پیدا ہو گیا۔ اب

مرزا صاحب نے اسے پسر موعود قرار دے ڈالا، وہ تریاق القلوب (۱۸۹۹ء۔۱۹۰۲ء) میں لکھتے ہیں ''میرا چوتھا لڑکا جس کا نام مبارک احمد ہے اس کی نسبت پیش گوئی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی......سو خدا تعالیٰ نے میری تصدیق کے لئے اور تمام مخالفوں کی تکذیب کے لئے......اسی طرح پسر چہارم کی پیش گوئی کو ۱۴ جون ۱۸۹۹ء میں جو بہ مطابق ۴ صفر ۱۳۱۷ھ تھی بہ روز چہار شنبہ پورا کر دیا......''۔ (۱۱۶/ج) نصرت جہاں بیگم کو خاص بیوی قرار دیتے ہوئے مرزا صاحب نے اربعین (۱۹۰۰ء) میں لکھا ''مجھے بشارت دی گئی کہ تمہاری شادی خاندان سادات میں ہوگی اور اس میں سے اولاد ہوگی تا پیش گوئی حدیث ''یتزوج و یولد لہ'' پوری ہو جائے اور یہ حدیث اشارہ کر رہی ہے کہ خاندان سادات سے تعلق دامادی ہوگا، کیوں کہ مسیح موعود کا تعلق جس سے وعدہ ''یولد لہ'' کے موافق صالح اور طیب اولاد پیدا ہو اعلیٰ اور طیب خاندان سے چاہئے''۔ (۱۱۷/الف) اربعین مرزا صاحب کی ۱۹۰۰ء کی تصنیف ہے، نصرت جہاں بیگم کا تعلق خاندان سادات سے تھا جس سے مرزا صاحب کا نکاح نومبر ۱۸۸۴ء میں ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا بشارت اس سے پہلے کی ہوگی، اب جب انہوں نے نصرت جہاں بیگم سے پیدا ہونے والے مبارک احمد کو پسر موعود قرار دے ڈالا تو حکیم نور الدین کا سکوت تو سمجھ میں آ رہا ہے لیکن سخت حیرت ہے کہ قادیانی امت کے دیگر افراد میں سے کسی کو بھی متنبّی قادیان سے یہ پوچھنے کا ہوش نہ رہا کہ ''اے حضرت جی! اگر نصرت جہاں بیگم سے حضور فیض گنجور کا ۱۸۸۴ء میں ہونے والا عقدِ مبارک آپ کے مسیح موعود ہونے کا نشان تھا اور اس سے پیدا ہونے والی ''صالح اور طیب'' اولاد بھی آپ کی صداقت کا نشان تھی تو آں جناب نے ۸ جون اور ۲۰ جون ۱۸۸۶ء کو حکیم نور الدین صاحب کے نام خطوط میں یہ کیوں لکھا تھا کہ پسر موعود تیسرے نکاح سے پیدا ہوگا؟ اگر یہ تیسرے نکاح سے پیدا ہونا تھا تو آں حضور نے اگست ۱۸۸۷ء میں ''ام المومنین'' نصرت جہاں بیگم سے پیدا ہونے والے بشیر اول کو کیسے پسر موعود قرار دے ڈالا تھا؟ پھر آپ نے ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں محمدی بیگم سے اپنے نکاح کو اس کے باپ احمد بیگ کے لئے رحمت کا نشان قرار دیا اور ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں آپ پسر موعود کو بھی رحمت کا نشان قرار دے چکے تھے تو جولائی ۱۸۸۸ء والے اشتہار میں یہی اشارہ موجود تھا کہ پسر موعود محمدی بیگم سے پیدا ہوگا لیکن آپ نے جنوری ۱۸۸۹ء میں پیدا ہونے والے بشیر الدین محمود احمد کو مبہم اور موہوم انداز میں پسر موعود کا مصداق کیوں قرار دیا؟ پھر آپ نے ۱۸۹۶ء میں انجام آتھم میں محمدی بیگم سے تزوج کو خاص تزوج اور اس سے پیدا ہونے والی متوقع اولاد کو اپنی پیشین گوئیوں کا مصداق اور اپنی صداقت کا نشان قرار دے دیا۔ اس کے بعد آں جناب نے ۱۹۰۰ء میں اربعین میں نصرت جہاں بیگم سے اپنے نکاح کو اپنی صداقت پر نشان کیسے قرار دے ڈالا، حال آں کہ

۱۸۹۶ء کے انجام آتھم کے مضمون کے مطابق اس سے آپ کی شادی عام شادی اور اس سے ہونے والی اولاد کو عام اولاد ٹھہراتے ہوئے محمدی بیگم سے تزوج کو خاص تزوج اور اس سے متوقع اولاد کو آپ نے خاص اولاد باور کرایا تھا؟۔ آں جناب نے ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں ارشاد فرمایا تھا کہ پسر موعود نو سال کے عرصے میں ضرور پیدا ہوگا تو یہ مبارک احمد ۱۸۹۵ء کی بہ جائے ۱۸۹۹ء میں کیوں پیدا ہوا؟ آپ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں پسر موعود کے متعلق یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ یہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔ آپ نے ضمیمہ انجام آتھم (۱۸۹۶ء) میں یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ میرے تین لڑکے موجود ہیں چوتھے کا انتظار ہے جو تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (۱۱۷/ب) تو آپ نے بشیر اول متوفی کو حقیقی پسر موعود اور بشیر الدین محمود احمد کو موہوم پسر موعود کیسے سمجھ لیا تھا؟ جب آپ اسی انجام آتھم میں نصرت جہاں بیگم کی اولاد کو محمدی بیگم کی متوقع اولاد کے مقابلے میں عام اولاد قرار دے رہے تھے اور بہ قول آپ کے عام اولاد میں کچھ خوبی کی بات بھی نہیں تھی تو اسی نصرت جہاں بیگم سے چوتھے بیٹے کا حضور کیوں انتظار فرمانے لگے تھے''۔ جب محمدی بیگم سے مرزا غلام احمد قادیانی کا نکاح نہ ہو سکا اور مرزا سلطان محمد داماد احمد بیگ ان کی زندگی میں نہ مرا تو حکیم نور الدین کی شیطانی تاویلات پر کسی قادیانی نے ان سے یہ نہ پوچھا ''حضرت! ہمارے مسیح موعود نے اسی محمدی بیگم سے اپنے نکاح کو تقدیر مبرم قرار دیا تھا اور مرزا سلطان محمد کے نہ مرنے اور محمدی بیگم کے بیوہ ہو کر مسیح موعود کے نکاح میں نہ آنے کو اپنے جھوٹے ہونے کی علامت قرار دیا تھا۔ انہوں نے ہرگز یہ نہیں فرمایا تھا کہ میرے کسی بیٹے سے محمدی بیگم کی کسی بیٹی کی بیٹی کا نکاح ہو گیا تو میری پیشین گوئی پوری ہو جائے گی، آپ کی اس تاویل کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے''۔ قادیانیوں کا اپنے اکابر سے مذکورہ بالا باتیں نہ پوچھنے کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے'' بے شک آنکھیں نہیں بل کہ وہ دل اندھے ہو جایا کرتے ہیں جو سینوں میں ہیں''۔ (۱۱۷/ج)

الغرض مرزا صاحب نصرت جہاں بیگم سے پیدا ہونے والی اولاد میں پسر موعود کو ناحق تلاش کر رہے تھے اللہ تعالیٰ کو مرزا صاحب کی مزید رسوائی مقصود تھی، ان کا بیٹا مبارک احمد بھی ۱۹۰۷ء میں فوت ہو گیا تو مرزا صاحب نے اس کا قائم مقام بیٹا ہونے کی پیشین گوئی داغ دی لیکن یہ بھی جھوٹی ثابت ہوئی۔ اب بھی کوئی عبرت نہ پکڑے تو یہ مرض لاعلاج ہے، مرزا صاحب کے گھر اس کے بعد کوئی بیٹا پیدا ہی نہ ہوا۔

عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود اور نبی ہونے کا جب دعویٰ کیا تو ان کے مریدوں میں سے باہمت لوگوں نے ان کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد نبوت کا دعویٰ کر ڈالا تو وہ سب کے سب طالع آزما تھے ورنہ یہ بات عجیب سی معلوم ہوتی ہے کہ قادیانیوں میں پاگلوں کی بھرمار

ہو۔تاہم قادیانی امت کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ولد مرزا غلام احمد قادیانی مذکورہ بالا رائے سے اتفاق نہیں کرتے۔وہ ارشاد فرماتے ہیں ''دیکھو! ہماری جماعت میں ہی کتنے مدعی نبوت کھڑے ہو گئے ہیں،ان میں سے سوائے ایک کے سب کے متعلق یہ خیال رکھتا ہوں کہ وہ اپنے نزدیک جھوٹ نہیں بولتے۔واقعے میں ابتدا میں انہیں الہام ہوئے اور کوئی تعجب نہیں اب بھی ہوتے ہوں مگر نقص یہ ہوا ہے کہ انہوں نے اپنے الہاموں کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے۔ان میں سے بعض سے مجھے ذاتی واقفیت ہے اور میں گواہی دے سکتا ہوں کہ ان میں اخلاص پایا جاتا تھا،خشیت اللہ پائی جاتی تھی،آگے خدا تعالی ہی جانتا ہے کہ میرا یہ خیال کہاں تک درست ہے مگر ابتدا میں ان کی حالت مخلصانہ تھی،ان کے الہاموں کا ایک حصہ خدائی الہاموں کا تھا مگر نقص یہ ہو گیا کہ انہوں نے الہاموں کی حکمت کو نہ سمجھا اور ٹھوکر کھا گئے ......''۔ (۱۱۸/ الف) مرزا بشیر الدین محمود یہ بھول گئے کہ ان کے ابا جی کے نزدیک خدائی الہام اور وحی میں کوئی معنوی فرق نہ تھا،مرزا غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ (۱۸۸۰ء۔ ۱۸۸۴ء) میں لکھا ہے ''اور اگر آپ یہ کہیں کہ ہم اولیاء اللہ کے الہام کو مانتے ہیں اور اس کو خاصہ دعوت محمدیہ بھی جانتے ہیں مگر اس الہام کو جو اولیا کو ہوتا ہے علم قطعی کا موجب نہیں سمجھتے تو یہ قول آپ کا وسوسہ ہے جس پر کوئی دلیل عقلی ونقلی قائم نہیں ہوسکتی''۔ (۱۱۸/ ب) مرزا بشیر الدین محمود صاحب یہ وضاحت نہیں فرما سکے کہ جب ان کے والد کے نزدیک اولیاء اللہ کا خدائی الہام ہمیشہ موجب یقین ہوتا ہے اور جب مرزا بشیر الدین محمود کے نزدیک قادیانی جماعت کے مدعیان نبوت سوائے ایک کے سب کے سب ابتدا میں خدائی الہامات سے مشرف ہوا کرتے تھے تو سب کے سب پاگل کیسے ہو گئے جیسا کہ وہ انہیں بین السطور ''از خود رفتہ'' قرار دے رہے ہیں۔اب دو ہی صورتیں عقلاً ممکن ہیں یا تو بہ شمول مرزا غلام احمد قادیانی ان سب مدعیان نبوت کو سچے انبیاء سمجھا جائے کیوں کہ ان پر ''خدائی الہامات'' نازل ہوا کرتے تھے یا بہ شمول مرزا قادیانی سب کو پاگل قرار دیا جائے۔مرزا صاحب اپنے اعتراف کے مطابق مراق اور ہسٹیریا کے ذہنی امراض میں مبتلا تھے۔ڈاکٹر شاہ نواز قادیانی لکھتے ہیں ''جب خاندان میں اس (مراق) کی ابتدا ہو چکی ہو تو پھر اگلی نسل میں بے شک یہ مرض منتقل ہوتا ہے،چناں چہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب) نے فرمایا کہ مجھ کو کبھی کبھی مراق کا دورہ ہوتا ہے''۔ (۱۱۸/ ج) ایسے ہی کسی دورے میں مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے آپ کو پسر موعود کا مصداق قرار دے ڈالا،حال آں کہ ان کے ابا جی مرزا قادیانی کے متواتر الہامات اور کشوف کی رو سے یہ پسر موعود ان کی تیسری ''نیک اور پارسا'' اہلیہ کے بطن سے نمودار ہونا تھا جیسا کہ انہوں نے حکیم نور الدین کے نام اپنے ۸ جون اور ۲۰ جون ۱۸۸۶ء کے خطوط میں لکھا تھا اور جیسا کہ وہ انجام آتھم

میں ۱۸۹۶ء میں نہایت واضح الفاظ میں یہ بیان فرما چکے تھے کہ ان کا یہ خاص پسر موعود محمدی بیگم کے ساتھ ان کے خاص تزوج سے ظہور پذیر ہوگا۔ متعلقہ حوالے اسی مضمون میں اوپر اپنے مقام پر مذکور ہو چکے ہیں۔ جب یہ تیسرا نکاح صرف آسمان پر ہی پڑھا گیا تھا، زمین پر تو اس کا ظہور ہوا ہی نہیں بل کہ محمدی بیگم کا نکاح مرزا سلطان محمد سے ہوا تو صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی صاحب اس پسر موعود کو اپنے پیٹ میں ہی لے کر مئی ۱۹۰۸ء میں قبر میں اتر گئے۔ لیکن بھلا ہو مرضِ مراق کا کہ قادیانی اخبار الفضل مؤرخہ ۱۴ مارچ ۱۹۱۶ء میں مرزا بشیر الدین محمود یوں پسر موعود اور مصلح موعود کے مصداق قرار پائے ''آج ۱۴ مارچ ۱۹۱۶ء وہ مبارک دن ہے جب خدا تعالیٰ اپنی عزت وجلال کے ساتھ نئی تجلی کے ساتھ ہم پر ظاہر ہوا اور وہ کلمۃ اللہ مجسم ہو کر قدرت ثانی کی صورت میں ہمارے سامنے آیا اور جیسا کہ اس نے پیشتر سے اپنے برگزیدہ رسول (مرزا قادیانی) کے ذریعے بشارت دی تھی وہ فرزند دل بند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوا۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ خدا کا نور آیا جس کو خدا نے اپنے رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہے، خدا نے اس میں اپنی روح ڈالی، وہ جلد جلد بڑھا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوا، زمین کے کناروں تک اس نے شہرت پائی اور قومیں اس سے برکت پا رہی ہیں''۔ (۱۱۹/ الف) یہاں یہ یاد رہے کہ ہم گزشتہ جلی عنوان کے تحت مرزا غلام احمد قادیانی کے اپنے ہی قلم سے اپنے مشرک عظیم، کذاب اور مفتری ہونے کے مباحث'' کے تحت مرزا صاحب اور صاحب زادہ بشیر الدین محمود صاحب دونوں کو خود ان کی اپنی تحریروں کی رو سے مشرک عظیم اور شیاطین کا کھلونا ثابت کر چکے ہیں جس کی تردید قادیانی امت ہرگز نہیں کر پائے گی۔ یہاں بھی غور کیجئے کہ نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا یوں قرار دیتے ہیں کہ خدا کی صفتِ کلام بہ قول ان کے حضرت یسوع (عیسیٰ علیہ السلام) میں حلول کر گئی تھی۔ یوں خدا نے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) حضرت یسوع کی شکل میں مجسم صورت اختیار کر لی تھی۔ اخبار الفضل کا مذکورہ مضمون بھی بالکل اسی طرح کا ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود کی صورت میں اللہ گویا آسمان سے اتر پڑا ہے اور کلمۃ اللہ مجسم صورت اختیار کر چکا ہے۔ مراق کے زیر اثر شیخ چلی کی طرح منصوبے باندھنے اور ہوائی قلعے تعمیر کرنے سے کسی از خود رفتہ کو کون روک سکتا ہے؟ مرزا قادیانی صاحب کے پسر موعود نے بہ مطابق الہام زمین کے کناروں تک شہرت پائی تھی اور قوموں نے اس سے برکت پائی تھی۔ اسی خوش فہمی میں مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے ''دور خلافت'' میں یہ بیان داغ دیا ''پس نہیں معلوم (ہمیں) کب خدا کی طرف سے دنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے، اس لئے تمہیں (یعنی قادیانی امت کو۔ ناقل) تیار ہو کر رہنا چاہئے کہ دنیا کو سنبھال سکیں تم نے دنیا کو ادھر نہیں لانا بل کہ لانے والا خدا ہے۔ اس

لئے تمہیں آنے والوں کا معلم بننے کے لئے ابھی سے کوشش کرنی چاہئے''۔ (۱۱۹/ب) موروثی مرض مراق کے زیر اثر مرزا بشیر الدین محمود جس خوش فہمی میں مبتلا تھے اس کا انجام کیا ہوا؟ چودہ سال کے بعد یہی مرزا بشیر الدین محمود جمعے کے ایک خطبے میں ارشاد فرماتے ہیں ''ابھی تو ہم اس شخص کی طرح پریشان پھر رہے ہیں جو بغیر کسی سواری اور کسی ساتھی کے مُہیب اور پُر خطر جنگل میں بھٹک جائے ورا سے اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کا راستہ نہ ملے، ہم بھی حیران و پریشان ایک ایسی زمین میں پھر رہے ہیں جس میں نہ کوئی انیس ہے نہ جلیس، نہ سواری ہے نہ ٹھہرنے کا مقام۔ ایسی حالت کے ہوتے ہوئے خالی عقیدوں کو ہم نے کیا کرنا ہے اور ان سے دنیا میں کیا تغیر ہو سکتا ہے؟''۔ (۱۱۹/ج) یہ آج سے کوئی ۷۵ سال پہلے کی باتیں ہیں، بعد میں قادیانی امت نے یہ بھی دیکھ لیا کہ پاکستان میں ۱۹۷۴ء میں انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، پھر ۱۹۹۹ء میں پنجاب اسمبلی نے قادیانی مرکز ''ربوہ'' کا نام بدل کر چناب نگر رکھا۔ اس وقت کے قادیانی سربراہ پہلے ہی ربوہ سے فرار ہو چکے تھے۔ ان کے نائب مرزا مسرور احمد کو لوگوں نے ۳۰ اپریل ۱۹۹۹ء کو ہتھکڑیوں میں دیکھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے صاحب زادے مرزا بشیر الدین محمود نے قادیانی جماعت کی ترقی کے جو ''الہامی'' دعوے فرمائے تھے تو اگر یہی ترقی ہے تو لغت کی کتب میں لفظ ''ترقی'' کے معانی بدلنا ہوں گے۔ فاعتبروا یاولی الابصار

علمی مباحث میں بحث شخصیات کی بہ جائے نظریات سے ہونی چاہئے لیکن جو شخص نبوت کا مدعی ہو تو اس کی شخصیت کو جانچنے اور پرکھنے کا لوگوں کو پورا پورا حق حاصل ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے (مزعومہ) قصر نبوت میں جھانکتے ہوئے ہم نے جو خیالات پیش کئے ہیں اور جو تبصرہ کیا ہے اس کی بعض جزئیات سے کسی کو اختلاف کی گنجائش ہو سکتی ہے لیکن اس سے اختلاف کا جواز ہرگز کسی کو نہیں ملے گا کہ تیسری شادی، پسر موعود اور ان کے متعلقات کے بارے میں مرزا قادیانی صاحب کے الہامات سب کے سب، شیطانی تھے، کسی پر ایک مرتبہ بھی شیطانی وحی کا نزول ثابت ہو جائے تو ایسا شخص نبی نہیں بل کہ متنبّی ہوتا ہے۔ زیر نظر مضامین کے مطالعے سے ہر غیر جانب دار اور انصاف پسند قاری یہی حتمی اور یقینی رائے قائم کرے گا کہ مرزا صاحب پر شیطانی وحی کی بارش ہوا کرتی تھی۔

۳۔ جھوٹ کی فصل

(الف) بہ حوالہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مزعومہ معجزات ونشانات

ا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے کسی مرغی کی شکستہ ٹانگ بھی ٹھیک کر کے نہیں دکھائی لیکن انہوں نے

براہین احمدیہ حصہ پنجم (۱۹۰۵ء) میں یہ دعویٰ کیا ''میرے نشان دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے اور نشان بھی کھلے کھلے ہیں''۔ (۱۲۰/ الف) اسی براہین احمدیہ میں وہ لکھتے ہیں ''نشان، معجزہ، کرامت، خرق عادت ایک چیز ہے''۔ (۱۲۰/ ب)، اس سے پہلے تحفہ گولڑویہ (۱۹۰۲ء) میں مرزا صاحب لکھ چکے تھے ''تین ہزار معجزات ہمارے نبی ﷺ سے ظہور میں آئے''۔ (۱۲۰/ ج) یعنی مرزا صاحب کے معجزات رسول اللہ ﷺ کے معجزات سے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) نو لاکھ ستانوے ہزار بل کہ اس سے بھی کچھ زیادہ نکلے، کیوں کہ مرزا صاحب کے مبینہ معجزات کی تعداد دس لاکھ سے بھی کچھ زائد ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اس کھلی توہین سے اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کی عقل پر ایسا پردہ ڈالا کہ وہ ۱۹۰۷ء میں شائع ہونے والی اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں ''میری تائید میں اس (خدا) نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ آج کی تاریخ سے جو ۱۶ جولائی ۱۹۰۶ء ہے، اگر میں ان کو فرداً فرداً شمار کروں تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں''۔ (۱۲۱/ الف) مرزا صاحب کی مذکورہ عبارت کا اگر یہ مطلب لیا جائے کہ مرزا صاحب نے (ماشاء اللہ چشم بددور) ۱۶ جولائی ۱۹۰۶ء سے مستقبل کے ان نشانات یا معجزات کو شمار فرمایا ہے جو ابھی ظہور پذیر ہی نہیں ہوئے تھے تو ان کا یہ ارشاد یقیناً مراق اور ہسٹیریا کے زیر اثر ہی ہوسکتا ہے۔ اگر ماضی کے مزعومہ معجزات مراد ہیں تو یہ معجزات جو ۱۹۰۵ء میں دس لاکھ سے بھی کچھ زائد تھے، ۱۶ جولائی ۱۹۰۶ء تک کم ہوتے ہوتے یہ تین لاکھ سے کچھ زائد تک باقی رہ گئے یعنی سات لاکھ معجزات کم ہوگئے۔ یکم جنوری ۱۹۰۵ء سے ۱۶ جولائی ۱۹۰۶ء تک پانچ سو باسٹھ دن ہوتے ہیں جن کے (۵۶۲x ۲۴x ۶۰) آٹھ لاکھ نو ہزار دو سو اسّی منٹ ہوئے یعنی معجزات کے کم ہونے کی رفتار فی منٹ کوئی ۸۶۵ء اور فی گھنٹہ کوئی ۵۲ معجزات ہوئی۔ اور اس حساب سے کوئی ڈیڑھ سال کی مدت میں سات لاکھ معجزات کم ہو گئے۔ اگر بالفرض حقیقۃ الوحی کا سن تالیف براہین احمدیہ حصہ پنجم سے مقدم ہو تو اس مفروضہ صورت میں کوئی ڈیڑھ سال میں مرزا صاحب کے نشانات یا معجزات کی تعداد سات لاکھ بڑھ گئی۔ دونوں صورتیں خاصی مضحکہ خیز ہیں اور مرزا صاحب کے ذہنی مریض ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر رہی ہیں۔ یعنی مرزا صاحب خواہ جاگ رہے ہوں یا سو رہے ہوں، بیوی بچوں کے ساتھ ہوں یا دوستوں سے محو گفت گو ہوں، بیت الخلاء میں ہوں یا باہر کسی کمرے وغیرہ میں ہوں، خاموش ہوں یا کسی سے محو گفت گو ہوں، کوئی کام کر رہے ہوں یا آرام فرما رہے ہوں، حضر میں ہوں یا سفر میں ہوں، کھا رہے ہوں یا پی رہے ہوں، خوش طبعی میں اپنے عقیدت مندوں کی مدح و توصیف کر رہے ہوں یا عالم غیظ وغضب میں مخالفین پر لعنت برسا رہے ہوں، اداس و غمگین ہوں یا خوش وخرم ہوں، تن درست ہوں یا بیمار ہوں وغیرہ ہر حال میں اوسطاً ہر سات

منٹ میں مرزا صاحب کے چھ معجزے جھڑ رہے تھے یا دوسری مفروضہ صورت میں بڑھ رہے تھے۔ قادیانی حضرات پر سخت تعجب ہے کہ انہوں نے ایسے متنبّی کو سچا نبی کیسے سمجھ لیا؟ مرزا صاحب نے اپنے مزعومہ نشانات و معجزات کی تعداد بتاتے ہوئے ایسا کھلا جھوٹ بولا ہے جو خاصا مضحکہ خیز اور سراسر خلاف عقل بھی ہے۔

۲۔ مرزا صاحب کے نشانات و معجزات بہ قول ان کے دس لاکھ سے زائد ہیں۔ حقیقۃ الوحی ان کی ۱۹۰۷ء کی کتاب ہے، اس میں انہوں نے اصل کتاب اور تتمہ حقیقۃ الوحی دونوں حصوں کو ملا کر کل دو سو آٹھ نشانات بیان کئے ہیں جن پر ''کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا'' والی بات صادق آتی ہے بل کہ یہ چوہا بھی مردہ ہی نکلا جیسا کہ آئندہ مباحث سے واضح ہو رہا ہے۔

حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب نے اپنی صداقت کا پہلا نشان یہ لکھا کہ اس امت کا آخری مجدد مسیح موعود ہے اور ہر سو سال کے بعد مجدد آیا کرتا ہے اور یہ آخری زمانہ ہے۔ (۱۲۱/ ب) مرزا صاحب کا یہ پہلا نشان ہی جھوٹا ہے، چودھویں صدی ہجری آخری صدی ثابت نہ ہوئی، اب تو پندرھویں صدی ہجری کے بھی بتیس سال پورے ہو رہے ہیں لہٰذا پندرھویں صدی ہجری کا جو بھی مجدد ہوگا وہ مرزا صاحب کے اپنے آخری مجدد ہونے کے دعوے کو جھوٹا ثابت کر رہا ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے متعلق چودھویں صدی ہجری کا مجدد ہونے کی ایک دل چسپ دلیل اپنی کتاب تریاق القلوب (۱۸۹۹ـ۱۹۰۲ء) میں یہ لکھی ہے ''جس نے دعویٰ کیا اس کا نام بھی یعنی غلام احمد قادیانی اپنے حروف کے اعداد سے اشارہ کر رہا ہے یعنی تیرہ سو کا عدد جو اس نام سے نکلا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر یہی مجدد آیا جس کا نام تیرہ سو کا عدد پورا کرتا ہے۔ (۱۲۱/ ج) یہاں مرزا صاحب نے اپنے نام کے ساتھ ''قادیانی'' لگایا ہے، حال آں کہ یہ ان کے نام کا حصہ نہیں، اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے عقیدت مندوں کو اپنے لئے ''قادیانی'' کا لفظ شرحِ صدر سے قبول کر لینا چاہئے، کیوں کہ مرزا صاحب نے اسے اپنے نام کا حصہ بنا کر اور اس سے اپنی مزعومہ مجددیت اور نبوت پر استدلال کر کے اسے قادیانیوں کے لئے متبرک بنا دیا ہے۔ دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ حروف ابجد کے حساب سے مرزا صاحب کے نام کے اعداد نکالنے کے لئے وصفی اور نسبتی ناموں کو ان کے ذاتی نام کا سابقہ یا لاحقہ بنایا جا سکتا ہے اس لئے ہم ''غلام احمد قادیانی'' کی بہ جائے ''غلام مذاح قادیانی'' کے اعداد برآمد کریں تو کسی کو قطعاً اعتراض کا حق نہیں پہنچتا۔ مرزا صاحب انگریزوں کے غلام بھی تھے اور مذاح تو اس قدر تھے کہ انہیں خود اس امر کا اعتراف ہے کہ انگریزوں سے وفاداری اور پُرخلوص محبت ظاہر کرنے اور ان کے خلاف جہاد کو حرام قرار دینے کے لئے ان کی لکھی ہوئی کتابوں سے پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔ (۲۲۲/ الف) اس لئے بھی کسی کو اعتراض نہیں

ہونا چاہئے کہ غلام مداح قادیانی کے اعداد بھی ٹھیک تیرہ سو ہی برآمد ہوتے ہیں اور یہی اعداد مرزا صاحب کو اپنے استدلال کے لئے مطلوب و مقصود ہیں۔ مرزا صاحب نے محمدی بیگم سے اپنے نکاح کی پیشین گوئی کے سلسلے میں ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے اشتہار میں لکھا تھا ''اگر یہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہیں تو میں نامراد، ملعون، مردود، ذلیل اور دجال ہوں''۔ (۱۲۲/ ب) مرزا صاحب کی یہ پیشین گوئی قطعاً جھوٹی نکلی، اب انہوں نے خود اپنے ہی قلم سے جو القاب اپنے لئے تجویز فرمائے ہیں ان میں ''نامراد، ملعون، ذلیل، دجال'' کے اعداد بہ حساب ابجد بالترتیب ۲۹۶، ۱۹۶، ۷۷۰، ۳۸ ہوتے ہیں جن کا مجموعہ ٹھیک تیرہ سو ہی برآمد ہوتا ہے۔ اگر ابجدی حساب سے کسی کو سچا قرار دیا جاسکتا ہے تو اسی سے اسے جھوٹا کیوں نہیں قرار دیا جا سکتا؟۔ راقم الحروف کے نام ''ظفر احمد'' کے ۱۲۳۳ ہیں اور قرآنی آیت انا فتحنا لک فتحاً مبینا (بے شک ہم نے تجھے کھلی کامیابی عطا فرمائی ہے) کے اعداد بھی ٹھیک ۱۲۳۳ ہی ہیں۔ اگر ابجدی حساب کسی کے سچے اور جھوٹے ہونے کی حتمی دلیل ہے تو راقم الحروف (پروفیسر ظفر احمد) کو بھی اپنے سچے ہونے اور مرزا صاحب کے نامراد، ملعون، ذلیل اور دجال ہونے کا دعویٰ کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ فرض کیجئے کسی کا نام ''غلام الرحمٰن'' ہو اور وہ یہ دعویٰ کرے کہ چوں کہ میرے نام غلام الرحمٰن کے اعداد چودہ سو ہیں اس لئے میں پندرہویں صدی کا مجدد ہوں، بعد میں وہ نبوت کا دعویٰ بھی داغ دے تو جس طرح غلام الرحمٰن کا دعویٰ جھوٹا قرار دیا جائے گا اور اس کے مذکورہ استدلال کو مضحکہ خیز سمجھا جائے گا بعینہٖ اسی طرح ''غلام احمد قادیانی'' بھی سرتاپا جھوٹے مجدد اور جھوٹے نبی تھے۔

یہ تو رہا مرزا صاحب کی مزعومہ صداقت کا پہلا نشان، حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب نے جو پیشین گوئیاں فرمائی ہیں ان میں سے متعدد جھوٹی ثابت ہوئیں، مثلاً اس کتاب میں چوتھا نشان یہ بتایا گیا ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان بہت جلد ریل گاڑی چلنے والی ہے۔ (۱۲۲/ ج) اور تحفہ گولڑویہ (۱۹۰۲ء) میں ہے کہ یہ کام تین سال کے اندر اندر ہو جائے تو تعجب کی بات نہیں۔ (۱۲۳/ الف) اور مثلاً حقیقۃ الوحی میں اکتالیسواں نشان یہ بتایا گیا ہے کہ مرزا صاحب کے مبارک احمد سمیت چاروں بیٹے عمر پاویں گے، حال آں کہ مبارک احمد جسے مرزا صاحب نے پسر موعود بھی قرار دیا تھا بعد میں جلد ہی فوت ہو گیا۔ (۱۲۳/ ب) اور مثلاً نشان نمبر ۱۵۲ میں یہ پیشین گوئی ہے کہ جو مرزا صاحب کی توہین کا ارادہ کرے گا اللہ اسے ذلیل کرے گا۔ (۱۲۳/ ج) حال آں کہ مثلاً ڈاکٹر عبدالحکیم اسسٹنٹ سرجن آف پٹیالہ نے مرزا صاحب کو دجال، کذاب، حرام خور اور مفتری وغیرہ قرار دے کر ان کی سخت توہین کی اور یہ بھی پیشین گوئی کر دی کہ مرزا صاحب اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جائیں گے۔ مرزا صاحب عبدالحکیم کی پیشین گوئی کے

جواب میں پیشین گوئیاں کرتے ہی رہ گئے اور مئی ۱۹۰۸ء میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ محمدی بیگم کا شوہر مرزا سلطان محمد مرزا صاحب کی زندگی میں ان کی آسمانی منکوحہ کو اپنے ساتھ لئے پھرتا رہا اور مرزا صاحب کی پیشین گوئی کے مطابق ان کی زندگی میں نہ مرا اور نہ ہی محمدی بیگم بیوہ ہو کر مرزا صاحب کے نکاح میں آئی، اور جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے مرزا صاحب نے اپنے ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے اشتہار میں لکھا تھا کہ اگر محمدی بیگم سے میرے نکاح کی پیش گوئی خدا کی طرف سے نہیں تو میں نامراد، ملعون، مردود، ذلیل اور دجال ہوں۔ ان حالات میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحب کو خدا نے ذلیل و خوار نہیں کیا؟ اور مثلاً حقیقۃ الوحی میں نشان نمبر ۱۳۸ میں بتایا گیا ہے کہ خدا مرزا صاحب کی دعاؤں کو بہ کثرت قبول کرتا ہے۔ (۱۲۴/ الف) حال آں کہ مثلاً آتھم پادری کی موت کے سلسلے میں مرزا صاحب اور ان کے عقیدت مندوں کی وہ ساری دعائیں اکارت گئیں جو انہوں نے چیخیں مار مار کر اور زار و قطار رو رو کر مانگی تھیں کہ اے اللہ ہمیں رسوا نہ کیجیو۔ مرزا صاحب کا چنوں پر پڑھا جانے والا وہ عمل بھی بے کار گیا جو آتھم پادری کو مارنے کے لئے کیا گیا تھا، تا کہ وہ مرزا صاحب کی پیشین گوئی کے مطابق ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک مر جائے۔ یہ عمل اس تاریخ سے ایک دن پہلے مرزا صاحب نے اپنے عقیدت مندوں میاں حامد علی وغیرہ سے کرایا تھا اور آتھم کی ہلاکت کے لئے یہ چنے مرزا صاحب نے خود اپنے ہاتھ سے ایک ویران کنوئیں میں پھینکے تھے۔ اور مثلاً حقیقۃ الوحی میں نشان نمبر ۱۳۶ میں بتایا گیا ہے کہ مرزا صاحب کے ظہور کی وجہ سے صلیبی عقیدے کی عمر پوری ہو جائے گی اور مرزا صاحب دجال کو یوں قتل کریں گے اور شیطانی فریب کا ایسا استیصال ہو گا کہ تا قیامت کبھی اس کا نشو و نما نہیں ہو سکے گا اور یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ شیطان سے آخری لڑائی ہے جس میں وہ قتل کیا جائے گا یعنی مغلوب ہو جائے گا۔ (۱۲۴/ ب) حال آں کہ مرزا صاحب کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد بھی شیطانی قوتوں کو عموماً اور عیسائی پادریوں کے کاروبار کو خصوصاً خوب خوب ترقی ہوئی حال آں کہ مرزا صاحب ان ہی پادریوں کو دجال قرار دیتے تھے۔ اور مثلاً اسی حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب کی جھوٹی نکلنے والی یہ پیشین گوئی بھی موجود ہے کہ ”پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی کو جس کا نام محمدی بیگم ہے لڑکا پیدا ہو گا اور وہ لڑکا اس بڑے زلزلے کے لئے نشان ہو گا، جو قیامت کا نمونہ ہو گا، مگر ضروری ہے کہ اس سے پہلے اور زلزلے بھی آویں...... وہ خدا کا کلمہ ہو گا جس سے حق کا غلبہ ہو گا۔ تمام دنیا خدا ہی کے کلمے ہیں اس لئے اس کا نام کلمۃ اللہ غیر معمولی بات نہیں ہے۔ وہ لڑکا اب کی دفعہ پیدا نہیں ہوا کیوں کہ خدا نے فرمایا اخرہ اللہ الی وقت مسمّی یعنی وہ زلزلۃ الساعۃ جس کے لئے وہ لڑکا نشانی ہو گا ہم نے اس کو ایک اور وقت پر ڈال دیا“۔ (۱۲۴/ ج) مرزا صاحب کی یہ پیشین گوئی بھی بری طرح جھوٹی

ثابت ہوئی، پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی محمدی بیگم کے بطن سے لڑکے کی بہ جائے لڑکی پیدا ہوئی اور اس کے بعد اس کے بطن سے کوئی لڑکا پیدا ہی نہ ہوا۔ ان سب جھوٹی پیشین گوئیوں کی تفصیل ہم نے سابقہ عنوان ''شیطانی وحی کی بارش'' کے تحت نمبر شمار ۱۸، ۲۰، ۲۵، ۱۷، ۶، ۱۹، ۲۶ کے مباحث میں پیش کر دی ہے۔

پیشین گوئیوں کے سلسلے میں مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ حسابی فارمولا پیش فرمایا ہے ''اگر ثابت ہو کہ میری سو پیشین گوئیوں میں سے ایک بھی جھوٹی نکلی تو میں اقرار کروں گا کہ میں کاذب ہوں''۔ (۱۲۵/ الف) ہم نے اوپر حقیقۃ الوحی میں مذکور کوئی سات جھوٹی پیشین گوئیوں کا ذکر کیا ہے، حقیقۃ الوحی میں نشانات کی کل تعداد دو سو آٹھ ہے، مذکورہ حسابی فارمولے کے تحت مرزا صاحب اگر سات سو نشانات بھی پیش فرماتے تو بھی اپنے ہی قلم کی رو سے کاذب قرار پاتے۔ مرزا صاحب نے ایک اور حسابی فارمولا بھی پیش فرمایا ہے، وہ لکھتے ہیں ''اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدی موعود کو کرنا چاہئے تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مرگیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں، پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علّت نمائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں''۔ (۱۲۵/ ب) مرزا صاحب جس بڑے کام کے لئے بھیجے گئے تھے، وہ اس کی وضاحت حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں یوں فرماتے ہیں ''مسیح موعود صلیبی عقیدے کو توڑ دے گا اور بعد اس کے دنیا میں صلیبی عقیدہ کا نشو ونما نہیں ہوگا۔ ایسا ٹوٹے گا کہ پھر قیامت تک اس کا پیوند نہیں ہوگا۔ انسانی ہاتھ اس کو نہیں توڑیں گے بل کہ وہ خدا جو تمام قدرتوں کا مالک ہے جس طرح اس نے اس فتنے کو پیدا کیا تھا اسی طرح اس کو نابود کرے گا...... وہ مسیح ایک بڑے کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے...... اس کا اقبال صلیب کے زوال کا موجب ہوگا اور صلیبی عقیدے کی عمر اس کے ظہور سے پوری ہوجائے گی''۔ (۱۲۵/ ج) مرزا صاحب کے ہاتھوں کسر صلیب کی یہ پیشین گوئی قطعاً جھوٹی ثابت ہوئی، مرزا صاحب کی موت مئی ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ قادیانی اخبار ''الفضل'' کی ۱۹ جون ۱۹۴۱ء کی رپورٹ کے مطابق مرزا صاحب کی موت کے ۳۳ سال بعد بھی صرف ہندوستان میں ہر سال ۸۱۷۶۰ افراد عیسائی ہو رہے تھے۔ عیسائی مشنریوں کی یہ سرگرمیاں تاحال تسلسل سے جاری ہیں۔ مرزا صاحب بہ زعم خویش جس بڑے کام کے لئے مبعوث ہوئے تھے اس میں وہ بری طرح ناکام رہے، لہٰذا ان کے اپنے الفاظ میں ان سے اگر کروڑ نشان بھی ظاہر ہوتے تو بھی وہ جھوٹے ہی ثابت ہوتے۔ ان کا اپنا پیش فرمودہ حسابی فارمولا ان کے کذاب اور مفتری ہونے پر زبردست دلیل ہے۔

۳۔ پیشین گوئیوں کا تعلق مستقبل کے واقعات سے ہوتا ہے، ماضی اور حال کے متعلق اپنی خبروں کی

صداقت کو جانچنے کے لئے مرزا قادیانی نے جو حسابی فارمولا پیش فرمایا ہے وہ یوں ہے ''ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا''۔ (۱۲۶/ الف) مرزا صاحب کا یہ قول ان کی کتاب چشمۂ معرفت سے لیا گیا ہے جو ان کی ۱۹۰۸ء کی تصنیف ہے۔ حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں نشان نمبر ۶۵ میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ کئی لاکھ آدمی میرے معتقد ہو گئے ہیں۔ نشان نمبر ۹۷ میں مرزا صاحب نے قادیانیوں کی تعداد تین لاکھ سے کچھ زائد بیان کی ہے۔ نشان نمبر ۹۲ میں انہوں نے لکھا ہے کہ کئی لاکھ انسان کو میرے تابع کر دیا۔ نشان نمبر ۱۱۱ میں لکھتے ہیں کہ یہ امر محالات میں سے تھا کہ اس قدر جلدی سے کئی لاکھ انسان میرے ساتھ ہو جائیں اور مخالفوں نے بہتیری کوششیں کیں مگر خدا تعالیٰ کے ارادہ کے مقابل پر ایک پیش نہ گئی۔ نشان نمبر ۱۰۹، ۱۵۹ میں بھی یہ دعویٰ کیا گیا کہ کئی لاکھ انسان میرے تابع ہو گئے۔ (۱۲۶/ ب) تتمہ حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب لکھتے ہیں ''ہر ایک پہلو سے خدا نے مجھے برومند کیا چناں چہ ہزار ہا شکر کا یہ مقام ہے کہ قریباً چار لاکھ انسان اب تک میرے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے اور کفر سے توبہ کر چکے ہیں''۔ (۱۲۶/ ج) مرزا صاحب کا انتقال ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ ان کی موت کے ۲۳ سال بعد ۱۹۳۱ء میں حکومت کی طرف سے مردم شماری ہوئی تو قادیانیوں کی کل تعداد پچپن ہزار نکلی۔ اس تعداد میں مرزائیوں کی لاہوری جماعت کے لوگ بھی شامل ہیں جو مرزا بشیر الدین محمود کو خلیفہ نہیں مانتے تھے۔ لاہوری مرزائی مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مگر مجدد اور مسیح موعود مانتے ہیں۔ قادیانیوں کی تعداد کے متعلق مرزا بشیر الدین احمد محمود نے اپنے ایک خطبے میں ایک حد تک حقیقت کا یوں اعتراف کیا ''ہماری جماعت مردم شماری کی رُو سے پنجاب میں ۵۶ ہزار ہے گو یہ بالکل غلط ہے...... مگر فرض کرلو کہ یہ تعداد درست ہے اور فرض کرلو کہ باقی تمام ہندوستان میں ہماری جماعت کے بیس ہزار افراد رہتے ہیں تب بھی یہ چھہتر چھہتر ہزار آدمی بن جاتے ہیں''۔ (۱۲۷/ الف) مرزا بشیر الدین احمد محمود مزید ارشاد فرماتے ہیں ''جس وقت ہماری تعداد آج کی تعداد سے بہت کم یعنی سرکاری مردم شماری کی رُو سے اٹھارہ سو تھی، اس وقت اخبار بدر کے خریداروں کی تعداد چودہ سو تھی۔ اس وقت سرکاری مردم شماری ۵۶ ہزار ہے اور اگر پہلی نسبت کا لحاظ رکھا جائے تو ہمارے اخبار کے صرف پنجاب میں چالیس ہزار سے زائد خریدار ہونے چاہئیں''۔ (۱۲۷/ ب) یہاں پھر یہ یاد رہے کہ سرکاری رپورٹ کے مطابق ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے لحاظ سے قادیانیوں کی تعداد ۵۶ ہزار نہیں بل کہ ۵۵ ہزار تھی تاہم مرزا بشیر الدین محمود نے قادیانیوں کی فرضی تعداد بیان کی تو چھہتر چھہتر ہزار سے اوپر نہیں جا سکے۔ اعداد کے اس ہیر پھیر میں مرزا غلام احمد قادیانی کو کمال حاصل تھا، چناں چہ وہ براہین احمدیہ حصہ پنجم (۱۹۰۵ء) کے دیباچے میں

ارشاد فرماتے ہیں ''پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چوں کہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطے کا فرق ہے اس لئے پانچ حصوں کا وعدہ پورا ہو گیا''۔ غور کیجئے ایفائے عہد کا کیسا زریں اصول متنبّی قادیان نے پیش فرمایا ہے!!!۔ الغرض مرزا صاحب نے قطعاً جھوٹ لکھا تھا کہ لاکھوں آدمی میری بیعت کر چکے ہیں، تین لاکھ سے بھی زیادہ لوگ مجھ پر ایمان لا چکے ہیں، چار لاکھ اشخاص میرے ہاتھ پر توبہ کر چکے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان کے اس دروغ بے فروغ کی غلاظت حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) کے صفحات پر جابہ جا بکھری پڑی ہے۔ ان لغویات کی تکرار بے شمار کا مقصد یہ دکھائی دیتا ہے کہ کتاب کا حجم اور مزعومہ نشانات کا عدد بڑھ جائے لیکن ساری محنت اس لئے رائے گاں گئی کہ مرزا صاحب خود یہ حسابی فارمولا پیش کر چکے ہیں کہ ''جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس کا اعتبار نہیں رہتا''۔ (۱۲۷/ج) مرزا صاحب کے بلند بانگ دعوے کے مطابق ان کے مزعومہ نشانات صداقت کی تعداد دس لاکھ سے کچھ زائد ہے مگر نہایت محنت، جانفشانی اور کھینچا تانی سے وہ حقیقۃ الوحی میں کوئی دوسو آٹھ نشانات ہی پیش فرما سکے جن میں لایعنی تکرار بھی قابل غور ہے۔ عام قارئین عموماً اور قادیانی حضرات خصوصاً غور فرمائیں کہ مرزا صاحب کے اپنے ہی پیش فرمودہ حسابی فارمولوں کے تحت کیا ان (مزعومہ) نشانات کا اعتبار کیا جا سکتا ہے؟ یہاں ضمناً یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ صرف عقیدت مندوں کی کثرتِ تعداد سے کسی کا سچا ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ سورۂ مائدہ میں رسول اکرم ﷺ کے ذریعے اہل کتاب کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْٓا اَھْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا کَثِیْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ (۱۲۸/ الف)'' (اے پیغمبر!) تو کہہ دے کہ اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو اور زیادتی نہ کرو اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے گم راہ ہو چکے ہیں اور بہت سے لوگوں کو گم راہ کر چکے ہیں اور سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں''۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کے عقیدت مندوں کی تعداد بالفرض چار لاکھ کی بہ جائے چار کروڑ بھی ہوتی تب بھی وہ اور ان کے عقیدت مند سب کے سب گم راہ ہی ٹھہرتے۔

۴۔ حقیقۃ الوحی میں گیارہواں نشان مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ بہ قول ان کے دانیال علیہ السلام نبی کی پیشین گوئی کے مطابق ۱۲۹۰، اور ۱۳۳۵ کے اعداد میں ۱۲۹۰ کا عدد مسیح موعود کی بعثت کے ہجری سال کو ظاہر کر رہا ہے، مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں انہیں اللہ تعالیٰ سے مکالمے و مخاطبے کا شرف حاصل ہو چکا تھا اور ۱۳۳۵ کا عدد بہ قول ان کے مسیح موعود کے آخری زمانے کو ظاہر کر رہا ہے جو بہ

قول مرزا صاحب خدا تعالیٰ کے اس الہام سے مشابہ ہے جو اس نے میری عمر کی نسبت بیان فرمایا ہے۔ (۱۲۸/ ب) اگر مرزا صاحب پر واقعی ۱۲۹۰ھ میں شیطانی وحی کا نہیں بل کہ ربانی وحی کا نزول شروع ہو گیا تھا تو ان کے اپنے بیان کے مطابق ان کی موت ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء کے لگ بھگ ہونی چاہئے تھی لیکن وہ تو ۱۹۰۸ء میں ہی قبر میں اتر گئے۔ مرزا صاحب نے نشان آسمانی (۱۸۹۱ء۔۱۸۹۲ء) میں لکھا ہے ''یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوتِ حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا''۔ (۱۲۸/ ج) اپنے سال ولادت کے متعلق وہ کتاب البریۃ (۱۸۹۸ء) میں لکھتے ہیں ''اب میری ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترہویں برس میں تھا''۔ (۱۲۹/ الف) اس حساب سے چالیسواں برس ۱۸۸۰ء ہوا جو براہین احمدیہ کی تالیف کا ابتدائی زمانہ ہے لیکن حقیقۃ الوحی میں وہ لکھ رہے ہیں کہ مجھے ۱۸۷۳ء/ ۱۲۹۰ھ میں ہی شرف مکالمہ حاصل ہو چکا تھا۔ براہین احمدیہ (۱۸۸۰ء۔۱۸۸۴ء) میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں ''......اور اس برکت کے بارے میں ۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء میں ایک عجیب الہام اردو میں تھا جس کو اسی جگہ لکھنا مناسب ہے''۔ (۱۲۹/ ب) اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب کو ۱۸۷۳ء سے بھی پانچ سال پہلے شرفِ مکالمہ حاصل ہو چکا تھا، یہ تناقض ہی اس نشان کے استیصال کے لئے کافی ہے اور مرزا صاحب اپنے اس قول میں بھی بالکل جھوٹے ہیں کہ مسیح موعود کے ظہور کا زیادہ سے زیادہ وقت چودہویں صدی ہجری ہے۔ احادیث صحیحہ میں قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول کی جو خبریں ہیں، ان میں کہیں بھی نہیں ہے کہ یہ چودہویں صدی ہجری ہو گی۔

۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا مذاق اڑاتے ہوئے مرزا قادیانی نے ازالۂ اوہام (۱۸۹۱ء) میں لکھا ہے ''...... مسیح کے معجزات اور پیش گوئیوں پر جس قدر اعتراضات وشکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں بھی کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔ کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا اور پیش گوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ ابتر ہے۔ کیا یہ بھی کچھ پیش گوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے، مری پڑے گی، لڑائیاں ہوں گی، قحط پڑیں گے''۔ (۱۲۹/ ج)

ضمیمہ انجام آتھم (۱۸۹۶ء) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مرزا قادیانی نے یہ ہرزہ سرائی کی ''اس درماندہ انسان (مسیح) کی پیش گوئیاں کیا تھیں، صرف یہی کہ زلزلے آئیں گے، قحط پڑیں گے، لڑائیاں ہوں گی۔ پس ان دلوں پر خدا کی لعنت جنھوں نے ایسی ایسی پیش گوئیاں اس کی خدائی پر دلیل ٹھہرائیں اور ایک مردے کو اپنا خدا بنا لیا، کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے، کیا ہمیشہ قحط نہیں پڑتے، کیا کہیں نہ

کہیں لڑائی کا سلسلہ شروع نہیں رہتا؟ پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیش گوئی کیوں نام رکھا؟''۔(۱۳۰/ الف) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرنے پر اللہ تعالیٰ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو نقد اسی دنیا میں یہ سزا دی کہ وہ اسی کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں یہ لکھ بیٹھے''یاد رکھو کہ اس پیش گوئی کی دوسری جزو (یعنی محمدی بیگم دختر احمد بیگ کے شوہر مرزا سلطان محمد کا مرزا قادیانی کی زندگی میں مرجانا اور محمدی بیگم کا بیوہ ہوکر مرزا قادیانی کے نکاح میں آنا۔ناقل) پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔اے احمقو! یہ انسان کا افترا نہیں یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں، یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے، وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں، وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا''۔(۱۳۰/ ب) اس سے پہلے ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے اشتہار میں بھی مرزا صاحب محمدی بیگم کے متعلق اس پیشین گوئی کے بارے میں لکھ چکے تھے''اگر یہ پیشین گوئی خدا کی طرف سے نہیں تو میں نامراد، ملعون، مردود، ذلیل اور دجّال ہوں''۔(۱۳۰/ ج) مرزا صاحب کی یہ پیشین گوئی علی الاعلان جھوٹی نکلی اور وہ اپنے ہی قلم سے''بد سے بدتر، خبیث مفتری، نامراد، ملعون، مردود، ذلیل، اور دجال'' ثابت ہوئے۔خیر بات زلزلوں وغیرہ کے متعلق پیشین گوئیوں کی ہو رہی تھی، مرزا صاحب نے براہین احمدیہ (۱۸۸۰ء۔۱۸۸۴ء) میں بھی لکھا تھا ''دنیا میں بہ جز انبیاء کے اور بھی ایسے لوگ بہت نظر آتے ہیں کہ ایسی ایسی خبریں قبل از وقوع بتایا کرتے ہیں کہ زلزلے آویں گے، وباء پڑے گی، لڑائیاں ہوں گی، قحط پڑے گا، ایک قوم دوسری قوم پر چڑھائی کرے گی، یہ ہوگا وہ ہوگا۔اور بارہا کوئی نہ کوئی ان کی خبر بھی سچی نکل آتی ہے''۔(۱۳۱/ الف) مرزا قادیانی کی مذکورہ عبارتوں سے بالکل واضح ہے کہ قحط، زلزلوں، وباؤں، لڑائیوں وغیرہ کی پیشین گوئیاں معمولی باتیں ہیں۔ان معمولی باتوں کو تو پیش گوئی کا نام دینا ہی نہیں چاہئے، ایسی پیشین گوئیاں تو بہت سے لوگ کیا کرتے ہیں اور بارہا کوئی نہ کوئی ان کی خبر بھی سچی نکل آتی ہے لیکن سخت حیرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متنبی قادیان کی عقل پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ وہ حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں اسی طرح کی اپنی پیشین گوئیوں کو اپنی صداقت پر نشانات قرار دیتے ہیں۔اسی کتاب میں انہوں نے لکھا کہ پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی محمدی بیگم کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو قیامت کے زلزلے جیسے آنے والے ایک زبردست زلزلے''زلزلۃ الساعۃ'' کے لئے نشانی ہوگا'' اور وہ لڑکا اس بڑے زلزلہ کے لئے نشان ہوگا جو قیامت کا نمونہ ہوگا......''۔(۱۳۱/ ب) مرزا صاحب کی یہ پیشین گوئی کھلے عام جھوٹی نکلی، محمدی بیگم زوجہ پیر منظور محمد لدھیانوی کے بطن سے کوئی لڑکا اس پیشین گوئی کے بعد سرے سے پیدا ہی نہ ہوا تو وہ قیامت کے نمونے والا زلزلہ جو اس لڑکے کی پیدائش کے ساتھ مشروط تھا کہاں سے آتا؟۔مرزا قادیانی کی زندگی میں کوئی ایسا

قیامت کے نمونے والا زلزلہ نہیں آیا، ان کی موت کے بعد بھی بڑے سے بڑے کسی حقیقی یا مفروضہ زلزلے کو اگر زلزلۃ الساعۃ قرار بھی دیا جائے تو بھی مرزا صاحب جھوٹے ہی رہیں گے کیوں کہ جس خاص زلزلۃ الساعۃ کی انہوں نے پیشین گوئی کی تھی وہ محمدی بیگم سے پیدا ہونے والے لڑکے کے ساتھ مشروط تھا جب شرط کا خارج میں ظہور نہ ہوا تو مشروط بھی باطل ہوا۔ اگر دیگر زلزلوں یا وباؤں وغیرہ کے متعلق ان کی کوئی پیشین گوئی درست بھی نکلی ہو تو وہ خود بھی یہ مان چکے ہیں کہ ایسی بعض پیشین گوئیاں انبیاء کے علاوہ دوسرے بہت سے لوگوں کی بھی سچی نکل آتی ہیں۔ مرزا صاحب کو اپنی ہی مذکورہ بالا عبارتوں کی رو سے قطعاً یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ زلزلوں اور وباؤں وغیرہ کی پیشین گوئیوں کو اپنی مزعومہ صداقت کے نشانات میں شامل کریں۔ پس انہوں نے حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں مثلاً نشان نمبر ۱۲، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۵، ۱۰۷، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۶۸ میں اور تتمہ حقیقۃ الوحی میں نشان نمبر ۷ میں زلزلوں، طاعون اور بارش وغیرہ کے متعلق جو پیشین گوئیاں لکھی ہیں ان میں سے بالفرض کچھ یا اکثر صحیح بھی ثابت ہوئی ہوں تو بھی انہیں مرزا قادیانی کی صداقت پر نشانات ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (۱۳۱/ج) وہ تو خود یہ لکھ چکے ہیں کہ ان معمولی باتوں کا پیشین گوئی نام رکھنا ہی غلط ہے۔ سچے نبی کی تو ایک بھی پیشین گوئی غلط نہیں ہو سکتی، ادھر مرزا صاحب ہیں کہ ان کی غلط پیشین گوئیوں کا ہم نے موجودہ اور سابقہ مباحث میں انبار لگا دیا ہے۔ یہاں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ مرزا صاحب اکثر و بیشتر اپنی نام نہاد الہامی پیشین گوئیوں میں معنیٰ خیز ابہام اور اشتباہ پیدا کرتے تھے تا کہ پیشین گوئی جھوٹی نکلے تو چوہوں کی طرح راہ فرار اختیار کرنے اور شیطانی تاویلات گھڑنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے، مثلاً انہوں ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء کے اشتہار میں لکھا ''مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے خبر ملی کہ ایک زلزلہ اور آنے والا ہے جو قیامت کا نمونہ ہوگا۔ اس خبر کے سنتے ہی میرے بدن پر لرزہ پڑ گیا، مجھے اب تک یہ بھی معلوم نہیں کہ اس زلزلہ سے درحقیقت ظاہری زلزلہ مراد ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے جو زلزلے کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے، بہ ہر حال اس سے خوف کرنا لازم اور احتیاط کرنا ضروری سمجھ کر میں اب تک خیموں میں باہر جنگل میں گزارہ کرتا ہوں اور خیموں کے خریدنے اور عمارتوں کے بنانے میں ایک ہزار روپیہ کے قریب ہمارا خرچ بھی ہو چکا ہے اور اس قدر خرچ کون اٹھا سکتا ہے بہ جز اس کے جو سچے دل سے آنے والے حادثے پر یقین رکھتا ہے مجھے بعد میں زلزلے کی نسبت یہ بھی الہام ہوا تھا کہ پھر بہار آئی، خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ مجھے اس پر غور کرنے سے اجتہادی طور پر یہ خیال گزرتا ہے کہ ظاہر الفاظ وحی الٰہی کے یہ معنی چاہتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی بہار کے ایام میں پوری ہوگی۔ شاید ان تحریکات کے لئے بہار کے ایام کو کچھ خصوصیت ہو اور ممکن ہے کہ اس وحی کے کوئی اور معنی ہوں اور بہار سے مراد کچھ اور ہو''۔

(۱۳۱/د) اس پیشین گوئی کے بعد مرزا صاحب کی زندگی میں ایسا کوئی قیامت خیز زلزلہ یا شدید ترین حادثہ پیش نہیں آیا کیوں کہ یہ شیطانی وحی تھی، شیطانی اور ربانی وحی کا فرق بیان کرتے ہوئے مرزا صاحب ۱۹۰۲ء میں نزول المسیح میں لکھ چکے تھے ''جس دل پر درحقیقت آفتابِ وحی تجلی فرماتا ہے اس کے ساتھ ظن اور شک کی تاریکی ہرگز نہیں رہتی''۔ (۱۳۲/الف) اسی کتاب میں انہوں نے یہ بھی لکھا تھا ''لیکن اگر کوئی کلام یقین کے مرتبے سے کم تر ہو تو وہ شیطانی کلام ہے نہ ربانی''۔ (۱۳۲/ب) اور اس سے پہلے ۱۸۹۴ء میں وہ نور الحق میں یہ بڑ بھی ہانک چکے تھے ان اللہ لا یترکنی علی خطأ لمحۃ عین و یعصمنی من کل مین (۱۳۲/ج) ''اللہ مجھے کسی غلطی پر آنکھ جھپکنے کے برابر بھی نہیں رہنے دیتا اور ہر لغزش سے وہ مجھے محفوظ رکھتا ہے''۔ اس کے بعد بھی مزعومہ الہامات میں ''شاید یہ مطلب ہو، شاید یہ مراد ہو، میں نے اجتہادی طور پر یہ سمجھا شاید کوئی اور مطلب ہو، مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ الہام کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں یا اس کے ہم رنگ کوئی اور چیز مراد ہو وغیرہ'' جیسی جھک مارنے سے مرزا صاحب کے متنبی ہونے اور ان کی مزعومہ وحی کے شیطانی کلام ہونے میں خود ان کے اپنے بیانات کے مطابق قطعاً کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ مرزا صاحب نے پسر موعود کے متعلق جو پیشین گوئیاں فرمائی تھیں، ان کے متعلق سابقہ عنوان ''شیطانی وحی کی بارش'' کے تحت نمبر شمار ۷ تا ۱۲، ۲۵، ۳۳ کے مضامین میں مفصل بحث گزر چکی ہے۔

''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' کے مؤلف پروفیسر سید محمد الیاس برنیؒ نے کیا ہی خوب لکھا ہے ''مرزا قادیانی اپنی پیشین گوئی کو کس قدر چکر دیتے تھے، کتنے پیچ دیتے تھے، اگر مگر لگاتے تھے، کتنے پہلو نکالتے تھے تاکہ پیش گوئی پوری نہ ہونے کی صورت میں گریز اور تاویل کی راہ ملے اور بات گرفت میں نہ آئے بلکہ خود پڑھنے والا ہی حیران اور عاجز ہو جائے، اس کی مثال وہ پیش گوئی ہے جو مرزا قادیانی نے مصلح موعود کے تعلق سے کی ہے''۔ (۱۳۳/الف) وہ مزید لکھتے ہیں ''پسرِ موعود کی بشارت کی تفصیلات درج کرنے کا منشا یہ ہے کہ مشتے نمونہ از خروارے اندازہ ہو جائے کہ مرزا صاحب کی عظیم الشان پیش گوئیاں کس انداز سے پیش ہو کر کس طرح پوری ہوتی تھیں، ابہام، التباس، تاویل اور تضاد کی بہترین مثالیں ہیں اور اس لحاظ سے ضرور قابل یادگار ہیں''۔ (۱۳۳/ب) صاف ظاہر ہے کہ ایسی نام نہاد الہامی پیشین گوئیوں کو اپنی مزعومہ صداقت پر بہ طور دلیل اور نشان پیش کرنا اپنے آپ کو اور دوسروں کو دھوکہ دینے کے سوا کچھ نہیں۔

۶۔ نشان نمبر ۱۵۷، نشان نمبر ۱۵۸ میں کابل میں عبد اللطیف قادیانی کے سنگ سار کئے جانے کو مرزا قادیانی نے حقیقۃ الوحی میں اپنی صداقت کا نشان ٹھہرایا ہے کیوں کہ اس نے جواں مردی سے جان دی تھی اور جھوٹے بزدل ہوا کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کے اس نشان (مزعومہ معجزے) کو قبول کر لیا جائے تو مثلاً

مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں نے نہایت شجاعت و پامردی کا مظاہرہ کیا تھا، اس نے مسلمانوں کے خلاف خود جنگوں کی کمان کی تھی، ادھر مرزا صاحب کا یہ حال تھا کہ مرغی کا بچہ بھی ذبح نہیں کر سکتے تھے۔ (۱۴۳/ج) تو مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کو بھی (معاذ اللہ) سچا سمجھنا ہوگا۔ جہاں تک مسیلمہ کے جنگ میں مارے جانے کا تعلق ہے تو اس سے بھی اس کی مفروضہ صداقت متاثر نہیں ہونی چاہئے۔ بنی اسرائیل میں حضرت زکریا، حضرت یحییٰ علیہما السلام اور دوسرے بہت سے انبیاء علیہم السلام دشمنوں کے ہاتھوں مقتول ہوئے تھے۔ غزوۂ اُحد میں مشرکین کے جھنڈے کے دس علم بردار نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے مارے گئے تو صواب نامی ایک حبشی غلام نے جھنڈا اٹھالیا، وہ ایسی پامردی سے لڑا کہ اپنے آقاؤں سے بھی بازی لے گیا۔ وہ لگاتار لڑتا رہا یہاں تک کہ اس کے دونوں بازو کٹ گئے اس کے باوجود اس نے جھنڈا گرنے نہ دیا بل کہ گھٹنے کے بل بیٹھ کر سینے اور گردن کی مدد سے اسے کھڑا کئے رکھا یہاں تک کہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا، پھر بھی مرتے وقت وہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ! اب تو میں نے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ (۱۴۴/الف) اگر کسی شخص کے کسی عقیدت مند کی شجاعت ہی اس کی صداقت کی دلیل ہے تو کیا قریش مکہ کے سردار ابوسفیان کو بھی نبوت کا دعویٰ داغ دینے کا حق حاصل تھا؟ ہم مان لیتے ہیں کہ عبداللطیف قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کا بہادر امتی تھا لیکن خود مرزا صاحب تو مزعومہ فرائض نبوت کی تکمیل میں نہایت ہی بزدل ثابت ہوئے مثلاً انہوں نے جے۔ ایم۔ ڈوئی ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کی عدالت میں ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو ایک طویل توبہ نامہ لکھ کر دیا جس کی شق نمبر ۵ یہ تھی ''میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے لئے بلاؤں کہ وہ خدا کے پاس مباہلے کی درخواست کریں تا کہ وہ ظاہر کرے کہ فلاں مباحثے میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے''۔ اس کے بعد شق نمبر ۶ میں یہ بھی لکھا تھا ''جہاں تک میرے احاطۂ طاقت میں ہے میں تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دوں گا کہ وہ بھی بہ جائے خود اس طریق پر عمل کریں جس طریق پر کاربند ہونے کا میں نے دفعہ نمبر ۱، دفعہ نمبر ۲، دفعہ نمبر ۳، دفعہ نمبر ۴، اور دفعہ نمبر ۵ میں اقرار کیا ہے''۔ (۱۴۴/ب) اس اقرار نامے سے بھی مرزا صاحب متنبی ثابت ہوتے ہیں ورنہ اگر وہ مباہلے اللہ تعالیٰ کے حکم پر کر رہے تھے تو ہرگز حکام سے خوف زدہ ہو کر توبہ نامہ لکھ کر نہ دیتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے خلفا کا لوگوں کو دھوکہ دینے اور بہ زعم خویش انہیں بیوقوف بنانے کی غرض سے اپنے مخالفین کو مباہلے کے لئے بلانا اور پھر اس پر پورا بھی نہ اترنا مرزا صاحب کے مذکورہ بالا توبہ نامے کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نہایت بزدل بھی تھے ورنہ حکام سے ہرگز خوف زدہ نہ ہوتے اور نہایت ذلت و خواری سے یہ توبہ نامہ لکھ کر

نہ دیتے۔ مرزا صاحب اس قدر کم زور دل کے تھے کہ مرغی کا ایک بچہ ذبح کرنے بیٹھے تو اپنی ہی انگلی کاٹ بیٹھے۔ مرزا صاحب کے بیٹے بشیر احمد نے سیرۃ المہدی میں لکھا ہے'' ......ایک دفعہ گھر میں ایک مرغی کے چوزے کے ذبح کرنے کی ضرورت پیش آئی اور اس وقت گھر میں کوئی اور اس کام کو کرنے والا نہ تھا، اس لئے حضرت (مرزا) صاحب اس چوزہ کو ہاتھ میں لے کر خود ذبح کرنے لگے مگر بہ جائے چوزے کی گردن پر چھری پھیرنے کے غلطی سے اپنی انگلی کاٹ ڈالی جس سے بہت خون گیا اور آپ توبہ توبہ کرتے ہوئے چوزے کو چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے، پھر وہ چوزہ کسی اور نے ذبح کیا...... حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چوں کہ کبھی جانور وغیرہ ذبح نہ کئے تھے، اس لئے بہ جائے چوزے کی گردن کے انگلی پر چھری پھیر لی''۔

(۱۳۴/ج) مولوی عبد الکریم قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کے نہایت قریبی عقیدت مند تھے، ان کے مرض الموت کے متعلق مرزا قادیانی کے صاحب زادے مرزا بشیر احمد اپنی اسی کتاب سیرۃ المہدی میں لکھتے ہیں'' بیان کیا مجھ سے بیوہ مرحومہ مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم نے کہ جب مولوی عبد الریم صاحب بیمار ہوئے اور ان کی تکلیف بڑھ گئی تو بعض اوقات شدت تکلیف کے وقت نیم غشی کی سی حالت میں وہ کہا کرتے تھے کہ سواری کا انتظام کرو، میں حضرت (مرزا) صاحب سے ملنے کے لئے جاؤں گا، گویا وہ سمجھتے تھے کہ میں کہیں باہر جا رہا ہوں اور حضرت صاحب قادیان میں ہیں اور بعض اوقات کہتے تھے اور ساتھ ہی زار و قطار روپڑتے تھے کہ دیکھو میں نے اتنے عرصے سے حضرت (مرزا) صاحب کا چہرہ نہیں دیکھا تم مجھے حضرت صاحب کے پاس کیوں نہیں لے جاتے، ابھی سواری منگواؤ اور مجھے لے چلو۔ ایک دن جب ہوش تھا کہنے لگے، جاؤ حضرت صاحب سے کہو کہ میں مر چلا ہوں۔ مجھے صرف دور سے کھڑے ہو کر اپنی زیارت کرائیں اور بڑے روئے اور اصرار کے ساتھ کہا کہ ابھی جاؤ، میں نیچے حضرت صاحب کے پاس آئی کہ مولوی صاحب اس طرح کہتے ہیں۔ حضرت (مرزا قادیانی) صاحب فرمانے لگے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کیا میرا دل مولوی صاحب کے ملنے کو نہیں چاہتا۔ مگر بات یہ ہے کہ میں ان کی تکلیف کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مولویانی صاحبہ کہتی تھیں کہ اس وقت تمہاری والدہ (مرزا صاحب کی اہلیہ نصرت جہاں بیگم) پاس تھیں، انہوں نے حضرت (مرزا) صاحب سے کہا کہ جب وہ اتنی خواہش رکھتے ہیں تو آپ کھڑے کھڑے ہو آئیں، حضرت صاحب نے فرمایا کہ اچھا میں جاتا ہوں مگر تم دیکھ لینا کہ ان کی تکلیف کو دیکھ کر مجھے دورہ ہو جائے گا...... خاک سار (مرزا بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ حضرت والد صاحب (مرزا قادیانی) کو مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم سے بہت محبت تھی اور یہ اس محبت کا تقاضا تھا کہ آپ مولوی صاحب کی تکلیف کو نہ دیکھ سکتے تھے، چناں چہ باہر مسجد میں کئی دفعہ فرماتے تھے کہ مولوی صاحب کی ملاقات کو بہت

دل چاہتا ہے مگر میں ان کی تکلیف کو نہیں دیکھ سکتا۔ چناں چہ آخر مولوی صاحب اسی مرض میں فوت ہو گئے مگر حضرت صاحب ان کے پاس نہیں جا سکے بل کہ حضرت صاحب نے مولوی صاحب کی بیماری میں اپنی رہائش کا کمرہ بھی بدل لیا تھا۔ کیوں کہ جس کمرے میں آپ رہتے تھے وہ چوں کہ مولوی صاحب کے مکان کے بالکل نیچے تھا اس لئے وہاں مولوی صاحب کے کراہنے کی آواز پہنچ جاتی تھی جو آپ کو بے تاب کر دیتی تھی اور مولوی صاحب مرحوم چوں کہ مرض کاربنکل میں مبتلا تھے، اسی لئے ان کا بدن ڈاکٹروں کی چیر پھاڑ سے بالکل چھلنی ہو گیا تھا اور وہ اس کے درد میں بے تاب ہو کر کراہتے تھے''۔ (۱۳۵/ الف) مذکورہ بالا طویل اقتباس سے یہ معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح ان کے قریبی ساتھیوں کا اس دنیا میں بھی انجام نہایت ہی عبرت ناک ہوا۔ پروفیسر محمد الیاس برنیؒ مؤلف ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' بالکل بجا فرماتے ہیں''......خود مرزا صاحب کی وفات تو یوں (بہ مرض ہیضہ) واقع ہوئی، اس کے سوا قادیانی اکابر اور مخلصین جو مرزا صاحب کے بڑے بڑے صحابہ شمار ہوتے تھے، مثلاً مولوی عبدالکریم صاحب، حکیم نور الدین صاحب، میاں عبداللہ سنوری صاحب یہ بھی جن حالات میں اور جن امراض میں فوت ہوئے، وہ خالی از عبرت نہیں تھے...... قادیانی صاحبان کا یہ قدیم مسلک ہے کہ کوئی مسلمان جو ان کی آنکھ میں کھٹکتا ہو، اگر اسے کوئی معمولی حادثہ بھی پیش آ جائے تو اس کو بڑھا چڑھا کر مشتہر کرتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں کہ گویا ان کو آسمانی نصرت حاصل ہوئی۔ چناں چہ اس ذہنیت کا اکثر مظاہرہ ہوتا رہتا ہے جو ہمیشہ مضحکہ خیز ہوتا ہے، قادیانی صاحبان جو مسلمانوں کو بہت عبرت دلانا چاہتے ہیں کبھی تو انصاف سے دل میں سوچیں کہ خود ان کو عبرت حاصل کرنے کی کس درجے کی ضرورت ہے اور کس درجے عبرت آموز واقعات ان کو پیش آ چکے ہیں اور پیش آ رہے ہیں.....''۔ (۱۳۵/ ب) مرزا بشیر احمد قادیانی مؤلف سیرۃ المہدی کے مذکورہ بالا طویل بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبوت و مسیحیت کے جھوٹے مدعی ان کے ابا جی مرزا غلام احمد قادیانی اس قدر بزدل اور کم زور برداشت والے تھے کہ وہ اپنے مخلص و جانثار مرید جو ان کا سچا اور پکا عاشق بتایا جاتا ہے، کی عیادت کی ہمت ہی نہ کر سکے، حال آں کہ اس سادہ لوح مرید کی شدید ترین خواہش اور پرزور استدعا برابر جاری رہی تھی کہ اس کا (بزدل) نبی ایک مرتبہ ہی اسے اپنے مبارک چہرے کی زیارت کرا دے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے کسی بزدل اور کم ہمت متنبی کا اپنے کسی بہادر امتی کی مبینہ شجاعت و پامردی کو اپنی صداقت کی دلیل بل کہ نشان اور معجزہ ٹھہرانا شرم ناک اور مضحکہ خیز استدلال ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ ہر نبی بہادر اور باہمت ہوتا ہے لیکن یہ ہرگز ضروری نہیں کہ جو بہادر ہو وہ لازماً نبی بھی ہو ورنہ مسیلمہ کذاب اور غزوۂ اُحد کے علم بردار مشرکین مکہ وغیرہ کو بھی یہ حق دیا جانا چاہئے کہ وہ نبوت کا دعویٰ

کر دیتے ۔ مرزا صاحب اگر چہ بزدل تھے لیکن اگر بالفرض شیر دل بھی ہوتے تو بھی ان کی مزعومہ نبوت و مسیحیت کے باطل ہونے پر ٹھوس دلائل موجود ہیں ۔ صاحب زادہ بشیر احمد کے مذکورہ بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولوی عبدالکریم کی عبرت ناک موت سے مرزا صاحب اور ان کے عقیدت مند کوئی عبرت حاصل نہ کر سکے اور بہ ظاہر حالتِ کفر میں ہی اس دنیا سے رخصت ہوئے ۔ کاش دورِ حاضر کے قادیانی حضرات ہی کوئی عبرت پکڑیں ۔

۷ ۔ مرزا قادیانی نے اپنی جس کتاب حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں پورا زور لگا کر اپنی مزعومہ صداقت پر کوئی دو سو آٹھ نشانات بیان کئے ہیں اسی کتاب میں وہ لکھتے ہیں ''اور اگر تقویٰ کا تخم ان (میرے مخالفین) کے اندر ہوتا تو یہ لوگ سوچتے کہ جن پیشین گوئیوں پر انہوں نے اعتراض کیا ہے وہ تو صرف دو تین ہیں اور ان کے مقابل پر وہ پیشین گوئیاں جو اپنی سچائی دکھلا کر ان کے منہ پر طمانچے مار رہی ہیں وہ تو سیکڑوں بل کہ ہزاروں اور لاکھوں تک پہنچ گئی ہیں ، یہ تو سوچنے کا کا مقام تھا کہ کثرت کس طرف ہے'' ۔ (۱۳۵/ ج) مرزا قادیانی شیطانی تاویلات میں ید طولیٰ رکھتے تھے ، جب مخالفین کے خلاف ان کی متعدد پیشین گوئیاں جھوٹی نکلیں تو یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ توبہ اور رجوع کے ساتھ مشروط تھیں اس لئے ان کا معینہ وقت ٹل گیا کیوں کہ میرے مخالفین اندر سے ڈر گئے تھے ۔ لیکن محمدی بیگم سے نکاح کی پیشین گوئی ، اپنے چوتھے بیٹے مبارک احمد کی عمر پانے کی پیشین گوئی ، پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی محمدی بیگم کے بطن سے لڑکے کی پیدا ہونے کی پیشین گوئی ، مرزا صاحب کے اپنے متعلق مکہ یا مدینہ میں مرنے کی پیشین گوئی ، مکے اور مدینے کے درمیان بہت جلد ریل چل جانے کی پیشین گوئی ، مرزا صاحب کی اپنے متعلق ایک بیوہ سے نکاح کی پیشین گوئی ، اپنی موت کے متعلق ڈاکٹر عبدالحکیم اسسٹنٹ سرجن آف پٹیالہ کی پیشین گوئی کے غلط ہونے کی مرزا صاحب کی پیشین گوئی ، اپنے متعلق ۸۰ سال یا اس کے لگ بھگ عمر پانے کی پیشین گوئی ، مبارک احمد کے مرنے کے بعد اپنے لئے پانچویں بیٹے کی پیشین گوئی ، قادیان کے دار الامان ہونے کی پیشین گوئی ، قادیان کے لاہور تک جا پہنچنے اور لوگوں کی زبان پر یہ بات جاری ہونے کی پیشین گوئی کہ لاہور بھی کبھی تھا ، قادیان کے طاعون سے محفوظ رہنے کی پیشین گوئی ، یہ پیشین گوئی کہ مرزا صاحب کی جو بھی توہین کرے گا تو خدا مرزا کو بچائے گا ، عیسائیت کے نیست و نابود ہونے اور دجال پادریوں کا زور ٹوٹ جانے کی پیشین گوئی ، مرزا صاحب کی یہ پیشین گوئی کہ چودھویں صدی ہجری آخری صدی ہے اور وہ آخری زمانے کے آخری مجدد ہیں ، اپنے صاحب کن فیکون ہونے کی پیشین گوئی ، نصرت جہاں بیگم سے نکاح کے بعد مزید زنانِ مبارکہ سے نکاح ہونے کی پیشین گوئی ، ان مبارک عورتوں سے مرزا صاحب کی نسل چلنے کی پیشین

گوئی، ان میں سے کوئی بھی انذاری یا وعیدی پیشین گوئی نہیں جن میں مرزا صاحب کی یہ فاسد تاویل چل سکے کہ یہ شرائط کے ساتھ مشروط تھیں۔ اب غور کیجئے مرزا صاحب کا یہ لکھنا کہ مخالفین کو ان کی صرف دو تین پیشین گوئیوں پر ہی اعتراض ہے کس قدر شرم ناک جھوٹ اور فریب ہے۔ یہ بھی سوچنا چاہئے کہ طمانچے مرزا صاحب کے منہ پر لگ رہے ہیں یا ان کے مخالفین کے منہ پر پڑ رہے ہیں۔ مرزا صاحب منہ پھٹ، بے حیا اور بے شرم ہونے کے ساتھ ساتھ جھوٹے اور عہد شکن بھی نکلے، اگر یہ مان لیا جائے کہ صرف دو تین پیشین گوئیاں ہی ان کی غلط نکلی ہیں تو وہ یہ کیوں بھول گئے کہ وہ اربعین میں ۱۹۰۰ء میں یہ لکھ چکے تھے ''اگر ثابت ہو کہ میری سو پیشین گوئیوں میں سے ایک بھی جھوٹی نکلی تو میں اقرار کروں گا کہ میں کاذب ہوں''۔ (۱۳۶/ الف) اس حساب سے جب خود ان کے اپنے اعتراف کے مطابق ان کی دو تین پیشین گوئیوں پر لوگوں کا اعتراض ہے تو کیا ان کی دو تین سو پیشین گوئیاں کالعدم نہ ہو گئیں؟ حقیقۃ الوحی ان کی ۱۹۰۷ء کی کتاب ہے، مئی ۱۹۰۸ء میں وہ فوت ہو گئے، اپنی موت سے کوئی ایک سال پہلے لکھی جانے والی اس کتاب میں وہ کل دو سو آٹھ کے قریب نشانات بیان کر رہے ہیں اور یہ سب کے سب پیشین گوئیوں کے متعلق ہی نہیں ہیں۔ بالفرض ان سب کو پیشین گوئیاں ہی قرار دیا جائے تو بھی یہ سب کے سب نام نہاد نشانات ان کے اپنے حسابی فارمولے کے تحت کالعدم ہو گئے اور انہیں اپنے وعدے کے مطابق لوگوں کے سامنے اپنے کاذب ہونے کا اقرار کر لینا چاہئے تھا۔ اس عہد شکنی کے باوجود وہ نہایت ڈھٹائی سے لکھ رہے ہیں کہ ان کی پیشین گوئیاں سیکڑوں نہیں بل کہ ہزاروں اور لاکھوں تک پہنچ گئی ہیں جو بہ قول ان کے مخالفین کے منہ پر طمانچے مار رہی ہیں۔ اگر مرزا صاحب کی ایسی ہزاروں اور لاکھوں سچی پیشین گوئیاں ہوتیں تو وہ صرف دو سو آٹھ نشانات ہی کھینچا تانی اور لایعنی تکرار سے کام لیتے ہوئے پیش نہ کرتے۔ جھوٹا ہونے کے باوجود کوئی منہ پھٹ بھی ہو تو بات اسی پر ختم ہوتی ہے، فلعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ محمدی بیگم دختر مرزا احمد بیگ کے شوہر مرزا سلطان محمد کے مرنے اور محمدی بیگم کے بیوہ ہو کر مرزا غلام احمد قادیانی کے نکاح میں آنے کو مرزا قادیانی نے نہ صرف تقدیر مبرم قرار دیا تھا بل کہ یہ بھی لکھا تھا کہ ''اگر یہ پیشین گوئی خدا کی طرف سے نہیں تو میں نامراد، ملعون، مردود، ذلیل اور دجال ہوں''۔ (۱۳۶/ ب)، یہی مرزا قادیانی تریاق القلوب (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۰۲ء) میں لکھ چکے تھے ''کسی انسان کا اپنی پیشین گوئیوں میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے''۔ (۱۳۶/ ج) حقیقۃ الوحی تو ان کی ۱۹۰۷ء کی تصنیف ہے۔ اس سے یہ فیصلہ کر لینا کسی سلیم الطبع اور عقل مند شخص کے لئے قطعاً مشکل نہیں کہ جب مثلاً مرزا سلطان محمد کے مرنے اور اس کی بیوی محمدی بیگم کے بیوہ ہو کر مرزا صاحب کے نکاح میں آنے کی وہ پیشین گوئی جس کے مطابق وہ اس نکاح کو آسمانی

نکاح قرار دے چکے تھے اور جسے وہ تقدیر مبرم ٹھہرا چکے تھے، قطعاً پوری نہ ہوئی تو وہ خود اپنے ہی قلم سے نامراد، مردود، ملعون، ذلیل اور دجال ہو گئے۔ پس لعنت کے طمانچے مرزا صاحب کے مخالفین پر نہیں بل کہ خود ان ہی کے منہ پر پڑ رہے ہیں۔ مرزا صاحب کو ان کے بدزبان اور منہ پھٹ ہونے کی نقد سزا اللہ تعالیٰ نے ایسے دی کہ انہوں نے اپنے ہی قلم اور اپنے ہی منہ سے اپنے آپ کو نامراد، ملعون، مردود، ذلیل اور دجال ٹھہرالیا۔ ہے کوئی قادیانی جو عبرت پکڑے؟۔ مرزا صاحب نے آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں بھی لکھا تھا ''بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشین گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا''۔ (۱۳۷/الف) مرزا صاحب کی بہت سی پیشین گوئیاں اور خبریں جو حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں مذکور ہیں اس طرح کی ہیں کہ فلاں فلاں جگہ سے، فلاں شخص سے، فلاں افراد سے، اتنا چندہ ملے گا، اتنی رقم منی آرڈر سے وصول ہوگی وغیرہ، حال آں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام پر اس طرح کی خسیس وحی نازل نہیں ہوا کرتی کہ فلاں دن فلاں شخص سے اتنی رقم ملے گی یا فلاں شخص فلاں ہدیہ اور تحفہ پیش کرے گا۔ مرزا صاحب کی کچھ پیشین گوئیاں اور خبریں اس طرح کی ہیں کہ فلاں کو فلاں بیماری لگی، میرے دم کرنے سے یا میری پیشین گوئی کے مطابق ٹھیک ہوگئی یا میری پیشین گوئی کے مطابق ٹھیک نہیں ہوئی۔ میں نے مباہلے کا اشتہار دیا تھا، فلاں نے اس پر لکھ دیا لعنۃ اللہ علی الکاذبین چناں چہ وہ اس طرح شریک مباہلہ ہوگیا اور وہ یوں یوں مرگیا حال آں کہ مباہلے میں تو کھلے عام کسی میدان میں فریقین ایک دوسرے پر بددعا کرتے ہیں۔ فلاں کے اتنے بچے مر گئے وغیرہ حال آں کہ باپ کے گناہ کا بوجھ معصوم بچوں پر نہیں ڈالا جاتا۔ اگر ماشاءاللہ یہی معجزات ہیں تو مرزا صاحب کی جو پیشین گوئیاں جھوٹی نکلیں یا مرزا صاحب کے مخالفین کی جو باتیں ان کے خلاف درست نکلیں ان کے متعلق کیا کہا جائے گا؟ ان مخالفین کو مثلاً ڈاکٹر عبدالحکیم اسسٹنٹ سرجن آف پٹیالہ کو بھی (معاذ اللہ) نبی تسلیم کر لینا چاہئے۔ مرزا صاحب کی کچھ بل کہ اکثر پیشین گوئیاں بالفرض صحیح بھی نکلی ہوں تو نجومیوں، دست شناسوں، سڑکوں اور شاہراہوں پر بیٹھے طوطا پال قسم کے غیب بین ''پروفیسروں'' کی بھی بہت سی باتیں صحیح نکل آتی ہیں۔ ان کا کیا قصور ہے کہ انہیں (معاذ اللہ) منصب نبوت پر فائز نہ کیا جائے؟ بعض یا اکثر پیشین گوئیوں کے صحیح نکل آنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ایسے لوگوں کو نبی سمجھ لیا جائے۔ ایسی پیشین گوئیاں شیطانی بھی ہوسکتی ہیں اور ایسے لوگ اس طرح کے بھی ہوسکتے ہیں کہ انہیں عام شریف انسان کے برابر بھی قرار نہ دیا جا سکے۔ اسی حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب لکھتے ہیں ''ممکن ہے کہ ایک خواب سچا بھی ہو اور پھر بھی وہ شیطان کی طرف سے ہو کیوں کہ اگرچہ شیطان بڑا جھوٹا ہے لیکن کبھی سچی بات بتلا کر دھوکہ دیتا ہے تا کہ ایمان چھین لے''۔

(۱۳۷/ب) ضرورت الامام (۱۸۹۸ء) میں مرزا صاحب نے لکھا ہے ''واضح ہو کہ شیطانی الہامات کا ہونا حق ہے''۔ (۱۳۷/ج) حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں انہوں نے اعتراف کیا ہے ''افسوس کہ اکثر لوگ ایسے ہیں کہ ابھی شیطان کے پنجے میں گرفتار ہیں مگر پھر بھی اپنے خوابوں اور الہاموں پر بھروسہ کر کے اپنے نادرست اعتقادوں اور ناپاک مذہبوں کو ان خوابوں اور الہاموں سے فروغ دینا چاہتے ہیں، بل کہ بہ طور شہادت ایسی خوابوں اور الہاموں کو پیش کرتے ہیں......اور بعض ایسے بھی ہیں کہ چند خوابوں یا الہام جو ان کے نزدیک سچے ہو گئے ہیں ان کی بنا پر وہ اپنے تئیں اماموں، پیشواؤں یا رسولوں کے رنگ میں پیش کرتے ہیں''۔ (۱۳۸/الف) اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ کیا مرزا صاحب اپنی ہی بعض تحریروں کی رُو سے شیطان کے پنجے میں ساری عمر گرفتار رہے یا نہیں۔ اسی حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) کے حصہ الاستفتاء میں وہ لکھتے ہیں **فمن سوء الادب ان یُقال انّ عیسیٰ ما مات و ان هو الاّ شرك عظیم یأكل الحسنات و یُخالف الحصاة بل هو توفی كمثل اخوانه و مات كمثل اهل زمانه** (۱۳۸/ب) ''یہ کہنا بے ادبی کی بات ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو موت نہیں آئی ایسا کہنا تو شرک عظیم ہے جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے اور عقل کے خلاف ہے بل کہ وہ اپنے بھائیوں کی طرح وفات پا چکے ہیں اور اپنے زمانے کے لوگوں کی طرح موت سے ہم کنار ہو چکے''۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر ان کے نزول کا عقیدہ مرزا صاحب کے نزدیک ایسا شرکِ عظیم ہے جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے اور سراسر خلافِ عقل بھی ہے۔ مرزا صاحب کے صاحب زادے اور قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے اس سلسلے میں اپنا فلسفۂ توحید و شرک یوں بیان کیا ہے ''آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) نے شرک کو پورے طور پر ردّ کیا اور توحید کو اپنے پورے جلال کے ساتھ ظاہر کیا۔ علماء تسلیم کرتے ہیں کہ کسی میں خدائی صفات تسلیم کرنا بھی شرک ہے مگر یہ صرف منہ سے کہتے تھے۔ بڑے سے بڑے توحید پرست وہابی بھی حضرت مسیح علیہ السلام کو ایسی صفات دیتے ہیں جو خدا ہی سے تعلق رکھتی ہیں، مثلاً یہ کہتے ہیں کہ وہ آسمان پر کئی سو سال سے بیٹھے ہیں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ ان پر کوئی تغیر ہوتا ہے''۔ (۱۳۸/ج) یہی میاں بشیر الدین محمود جمعہ کے اپنے ایک خطبے میں اپنے مزعومہ فلسفۂ توحید و شرک کی مزید وضاحت یوں کرتے ہیں ''کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص موحّد کہلائے خدا تعالیٰ کو ایک سمجھے اور پھر یہ بھی عقیدہ رکھے کہ سیکڑوں سالوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر بغیر کسی جسمانی تغیر کے جوں کے توں بیٹھے ہیں''۔ (۱۳۹/الف) اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے صاحب زادے میاں بشیر الدین محمود حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کو جو شرک عظیم

قرار دے رہے ہیں تو کیا خود مرزا صاحب بھی سال ہا سال بہ قول خود اس ''مشرکانہ عقیدے'' پر قائم رہے تھے یا نہیں۔ براہین احمدیہ (۱۸۸۰ء۔۱۸۸۴ء) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ ہونا وہ یوں تسلیم کررہے ہیں ''سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے''۔(۱۳۹/ب) اعجاز احمدی (۱۹۰۲ء) میں مرزا صاحب اعتراف کرتے ہیں کہ میں بارہ سال تک اس عقیدے پر قائم رہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آسمان پر زندہ ہیں قیامت کے قریب زمین پر ان کی دوبارہ آمد ہوگی، چناں چہ وہ لکھتے ہیں ''باوجودیکہ براہین احمدیہ میں صاف اور روشن طور پر میں مسیح موعود ٹھہرایا گیا تھا مگر پھر بھی بوجہ اس ذہول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا، پس میری کمال سادگی اور ذہول پر یہ دلیل ہے کہ وحی الٰہی مندرجہ براہین تو مجھے مسیح موعود بناتی تھی مگر میں نے اس رسمی عقیدے کو براہین (احمدیہ) میں لکھ دیا۔ میں خود تعجب کرتا ہوں کہ میں نے باوجود کھلی کھلی وحی کے جو براہین احمدیہ میں مجھے مسیح موعود بتاتی تھی کیوں کر اس کتاب میں یہ رسمی عقیدہ لکھ دیا، پھر میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شدومد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے رسمی عقیدے پر جما رہا''۔ (۱۳۹/ج) مرزا صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام اور قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زمین پر آمد ثانی کے جس ''رسمی'' عقیدے کو وہ ۱۹۰۷ء میں جا کر الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی میں شرک عظیم، نیکیوں کو کھا جانے والا اور خلاف عقل قرار دے رہے ہیں وہ بہ قول خود اس ''مشرکانہ'' عقیدے پر خود بھی سال ہا سال تک قائم رہنے کی وجہ سے مشرک عظیم، ماکول الحسنات (جس کی نیکیاں کھائی جارہی ہوں) اور بدعقل رہے۔ مرزا بشیر الدین محمود نے یہ جو فلسفۂ توحید و شرک بیان کیا تھا کہ کسی کو آسمان پر یوں زندہ تسلیم کرنا شرک ہے کہ وہ وہاں سیکڑوں برس سے بغیر کھائے پیئے زندہ ہے اور اس پر کوئی جسمانی تغیر وارد نہیں ہوتا تو اس وقت وہ یہ بالکل فراموش کر بیٹھے کہ مسیحیت و نبوت کے مدعی ان کے ابا جی مرزا غلام احمد قادیانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ مرزا صاحب نے حمامۃ البشریٰ (۱۸۹۳ء) میں لکھا بل حیاۃ کلیم اللہ ثابت بنص القرآن ألا تقرأ فی لقرآن ما قال اللہ تعالیٰ عز وجل، فلاتکن فی مریۃ من لقائہ؟ و انت تعلم انّ ھٰذہ الأیۃ نزلت فی موسیٰ فھی دلیل صریح علی حیاۃ موسیٰ علیہ السلام لانّہ لقی رسول اللہ ﷺ وّ الاموات لا یلاقون الاحیاء و لا تجد مثل ھٰذا الأیات فی شان عیسیٰ علیہ لسلام نعم جاء ذکر وفاتہ فی مقامات شتّی۔ (۱۴۰/الف) ''بل کہ کلیم اللہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کی

زندگی نص قرآنی سے ثابت ہے کیا تو قرآن میں وہ نہیں پڑھتا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (اے محمد ﷺ!) تو اس (موسیٰ) سے ملاقات کے بارے میں شک میں نہ رہ۔ اور تو جانتا ہے کہ یہ آیت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو یہ موسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے پر صریح دلیل ہے، کیوں کہ انہوں نے (معراج کے موقع پر) رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی تھی حال آں کہ مردوں کی زندوں سے ملاقات نہیں ہوا کرتی اور تو اس طرح کی آیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نہیں پائے گا۔ ہاں! ان کی وفات کا ذکر مختلف مقامات پر آیا ہے''۔ نور الحق (۱۸۹۳ء۔۱۸۹۴ء) میں بھی مرزا قادیانی نے لکھا :**ھٰذا موسیٰ فتی اللہ الذی اشار اللہ فی کتابہ الیٰ حیاتہ و فرض علینا ان تؤمن بانہ حتی فی السماء و لم یمیت و لیس من المیتین** ''یہ وہی موسیٰ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہوگیا کہ ہم اس بات پر ایمان لاویں کہ وہ زندہ آسمان میں موجود ہے اور مردوں میں سے نہیں''۔ (۱۴۰/ب)

یہاں یہ تاویل بھی کارگر نہیں ہوسکتی کہ مذکورہ عبارتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صرف روحانی زندگی مراد ہے کیوں کہ روحانی زندگی تو سب ہی حضرات انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے پھر اس میں کیا تخصیص رہی کہ آسمان میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے پر ایمان لانا بہ قول مرزا صاحب لوگوں پر فرض ہوگیا ہے۔ نیز مرزا صاحب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا تقابل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی (مزعومہ) موت سے کیا ہے حال آں کہ روحانی زندگی تو بالاتفاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حاصل ہے، پس لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ مذکورہ عبارتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آسمان میں جسمانی حیات بہ طریقِ اولیٰ ثابت ہو رہی ہے۔ اب چوں کہ مرزا بشیر الدین محمود کے خانہ ساز فلسفۂ توحید و شرک کے تحت کسی کو بھی آسمان میں زندہ ماننا شرک ہے، لہٰذا اگر مرزا صاحب آسمان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے کے بہ زعم خویش مشرکانہ عقیدے سے دست بردار ہوئے تو انہوں نے آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے کے ''مشرکانہ'' عقیدے کو گلے لگا لیا۔ یوں وہ عمر بھر مشرک عظیم، ماکول الحسنات، بدفہم اور بدعقل رہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آسمان میں کسی کے زندہ ہونے کا عقیدہ مرزا بشیر الدین محمود کے نزدیک تب شرک ہے جب کہ یہ سمجھا جائے کہ ایسا زندہ شخص بغیر کھائے پیئے سیکڑوں برس سے زندہ ہے اور اس کے جسم میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوتا۔ تو قادیانیوں کے خیال میں جو غذا آسمانوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کھا رہے ہیں اور جس طرح ان کا جسم ہزاروں برس سے کسی تغیر سے محفوظ ہے تو یہی غذا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے کیوں ممنوع سمجھتے ہیں اور انہوں نے یہ خیال کیسے قائم کرلیا کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم تغیر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ پس کسی طرح کی بھی فاسد تاویل یہاں نہیں چل سکتی اور لازماً یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ صاحب زادہ بشیر الدین کے خود ساختہ تصور توحید وشرک کے تحت مرزا غلام احمد قادیانی آسمان میں پہلے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے اور پھر اسے چھوڑ کر حیاتِ موسیٰ علیہ السلام کے قائل ہو کر عمر بھر کے لئے مشرکِ عظیم رہے۔ اب آگے چلئے مرزا صاحب نے ۱۸۹۳ء میں آئینہ کمالاتِ اسلام میں لکھا تھا **او من تفوۃ بکلمۃ لیس لہ اصل صحیح فی الشرع ملھما کان او مجتھداً فیہ الشیاطین متلاعبۃ** ''جو شخص کوئی ایسا کلمہ منہ سے نکالے جس کی کوئی صحیح اصل شرع میں موجود نہ ہو تو خواہ ایسا شخص ملہم (الہام یافتہ) ہو یا مجتہد ہو تو اس کے اندر شیاطین کھیل رہے ہوتے ہیں''۔ (۱۴۰/ج)

اب عام حضرات عموماً اور قادیانی حضرات خصوصاً خوب غور فرمائیں کیا شرک اور وہ بھی جو نیکیاں کھا جانے والا اور خلافِ عقل ہو تو ایسے شرک عظیم کی کوئی صحیح اصل شرع میں موجود ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو نا قابل تردید انداز سے ثابت ہو گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی جو اپنی اور اپنے صاحب زادے کی تحریروں کی رو سے عمر بھر مشرک عظیم رہے تو ان کے اندر عمر بھر شیاطین بھی کھیلتے رہے۔ ظاہر ہے کہ جس شخص کے اندر عمر بھر شیاطین کھیلتے رہے ہوں وہ شیطان اکبر ابلیس لعین کے پنجے میں گرفتار ہی تو ہوتا ہے۔ پس مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں یہ جو لکھا ہے کہ کچھ لوگ شیطان کے پنجے میں گرفتار ہوتے ہیں مگر اپنے خوابوں اور الہاموں کی بنا پر اپنے تئیں اماموں، پیشواؤں یا رسولوں کے رنگ میں پیش کرتے ہیں، اس کا پورا پورا پکا اور سچا مصداق خود مرزا صاحب بھی ہیں۔ وھو المطلوب، ہم یہی نا قابل تردید انداز سے پیش کرنا چاہتے تھے۔ **واللہ یھدی من یشآء الی صراطٍ مستقیم**

یہاں کسی اجتہادی غلطی کا بھی عذر قطعاً نہیں چل سکتا، کیوں کہ مرزا صاحب آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں لکھ چکے ہیں کہ خلافِ شرع بات خواہ کسی مُلہَم (الہام یافتہ) شخص کے منہ سے نکلے یا کسی مجتہد نے ایسی کوئی بات کہی ہو تو ایسے مُلہَم اور ایسے مجتہد کے اندر شیاطین کھیل رہے ہوتے ہیں۔ اجتہادی غلطی وغیرہ کا عذرِ لنگ اس لئے بھی خارج از بحث ہے کہ مرزا صاحب تو اپنی اور اپنے بیٹے کی تحریروں کی رو سے عمر بھر کے لئے مشرک عظیم اور شیاطین کا کھلونا بنے رہے، اس سے نجات تو انہیں لمحے بھر کے لئے بھی حاصل نہیں ہوئی۔ یہاں متشابہات وغیرہ کا عذر بھی نہیں سنا جا سکتا، کیوں کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں مذکور اپنی جس مزعومہ وحی کا ذکر کیا ہے اسے ''صاف، روشن، اور کھلی کھلی'' وحی قرار دیا ہے۔ کھلی کھلی، صاف اور روشن وحی متشابہ نہیں ہوا کرتی۔ ہم نے ان تمام امور کو قادیانیت پر اپنے ان مباحث کے پہلے جلی عنوان ''مرزا غلام احمد قادیانی کے اپنے ہی قلم سے اپنے مشرک عظیم، کذاب اور مفتری ہونے کے

مباحث'' کے تحت نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے اور تمام متعلقہ تاویلات وشبہات کی بہ حمد اللہ پوری طرح بیخ کنی کردی ہے۔ یہاں مذکورہ چند باتیں بہ طور یاد دہانی دوبارہ بیان کی گئی ہیں۔ مذکورہ مباحث سے بشیر الدین محمود کا بھی مشرک عظیم اور شیاطین کا کھلونا ہونا بہ خوبی ثابت ہوگیا۔ کیوں کہ اگر وہ اپنے اباجی مرزا قادیانی کو سچا نبی سمجھتے ہیں تو ان کا موٴقف تسلیم نہ کرنے سے کافر ٹھہریں گے اور اگر آسمان میں حیاتِ موسیٰ علیہ السلام والا مرزا صاحب کا موٴقف تسلیم کرتے ہیں تو بشیر الدین محمود صاحب اپنے ہی وضع کردہ فلسفۂ توحید وشرک کی بنا پر مشرک عظیم قرار پاتے ہیں بل کہ کفر وشرک کا یہ معاملہ باپ بیٹے تک ہی محدود نہیں رہتا تمام قادیانی اس کی لپیٹ میں بری طرح آتے ہیں۔ اگر وہ مرزا بشیر الدین محمود کو مرزا غلام احمد قادیانی کا خلیفۂ راشد مانتے ہیں تو اس خلیفے کے مذکورہ بالا فلسفۂ توحید وشرک کو ماننے کے بھی پابند ہوں گے۔ خلیفۂ راشد کے صحیح عقائد سے انحراف بھی تو کفر ہے اگر وہ اس فلسفہ توحید وشرک پر دل وجان سے ایمان رکھتے ہیں تو جس طرح آسمان میں حیاتِ موسیٰ علیہ السلام کا قائل ہونے کی وجہ سے مذکورہ فلسفے کے تحت مرزا غلام احمد قادیانی مشرک عظیم، ماکول الحسنات، بدعقل اور شیاطین کا کھلونا قرار پاتے ہیں تو بعینہٖ یہی اوصاف ان کے عقیدت مندوں پر بھی پوری طرح چسپاں ہوں گے۔ اس کفر وشرک سے نجات کا واحد راستہ یہی باقی رہ جاتا ہے کہ قادیانی حضرات، مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا نبی تسلیم کرلیں اور اپنے کفر سے توبہ کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہوجائیں، ہمارا یہ مخلصانہ مشورہ ان کے بہترین مفاد میں ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک مرید قاضی یار محمد صاحب نے لکھا ہے ''حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا، سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے''۔ (۱۴۱/الف) ہم اوپر مرزا صاحب کی اپنی تحریروں سے ناقابل تردید انداز سے بہ خوبی ثابت کر چکے ہیں کہ ان کے اندر شیاطین کھیلا کرتے تھے، اس کی تائید قاضی یار محمد قادیانی کی مذکورہ عبارت سے بھی ہو رہی ہے۔ مرزا صاحب کو عورت بنا کر جس نے ان پر رجولیت کی قوت کا اظہار کیا تھا وہ شیطان تھا جسے مرزا صاحب نے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ سمجھ لیا۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسا خبیث قول بدترین کفر ہے۔ ممکن ہے قاضی یار محمد قادیانی کو قادیانی حضرات مجنون قرار دیں کیوں کہ مرزا صاحب کے بہت سے مریدوں نے بھی نبوت کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ میاں بشیر الدین محمود فرماتے ہیں ''دیکھو! ہماری جماعت میں ہی کتنے مدعی نبوت کھڑے ہوگئے ہیں، ان میں سے سوائے ایک کے سب کے متعلق یہ خیال رکھتا ہوں کہ وہ اپنے نزدیک جھوٹ نہیں بولتے۔ واقعے میں ابتدا میں انہیں الہام ہوئے اور کوئی تعجب نہیں کہ اب بھی ہوتے

ہوں مگر نقص یہ ہوا ہے کہ انہوں نے اپنے الہاموں کو سمجھنے میں غلطی کھائی ہے۔ ان میں سے بعض سے مجھے ذاتی واقفیت ہے اور میں گواہی دے سکتا ہوں کہ ان میں اخلاص پایا جاتا تھا، خشیت اللہ پائی جاتی تھی۔ آگے خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ میرا یہ خیال کہاں تک درست ہے مگر ابتدا میں ان کی حالت مخلصانہ تھی، ان کے الہاموں کا ایک حصہ خدائی الہاموں کا تھا مگر نقص یہ ہو گیا کہ انہوں نے الہاموں کی حکمت کو نہ سمجھا اور ٹھوکر کھا گئے......''۔ (۱۴۱/ب) دیکھئے میاں بشیر الدین محمود کے نزدیک ان جھوٹے مدعیان نبوت کو جو الہامات ہوا کرتے تھے ان میں ایک حصہ خدائی الہاموں کا ہی تھا مگر نقص یہ ہو گیا کہ وہ ان الہامات کو سمجھنے میں ٹھوکر کھا گئے۔ ہم ان زیر بحث مباحث میں اوپر مرزا صاحب کا ان کی کتاب اعجاز احمدی (۱۹۰۲ء) سے یہ اعتراف نقل کر چکے ہیں کہ اگر چہ میں براہین احمدیہ (۱۸۸۰ء۔۱۸۸۴ء) کے ایام ہی میں کھلی کھلی، صاف اور روشن وحی کی بنا پر مسیح موعود بنا دیا گیا تھا لیکن میں بارہ سال تک اس وحی کو صحیح طور پر نہ سمجھ سکا اور کمال سادگی سے براہین احمدیہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا رسمی عقیدہ غلطی سے لکھ بیٹھا اور مجھے اس پر سخت تعجب بھی ہے کہ میں نے ایسا کیوں کیا تھا۔ مرزا صاحب بعد میں بھی اس طرح کی ٹھوکریں کھاتے رہے مثلاً مرزا احمد بیگ کی نوخیز لڑکی محمدی بیگم سے ان کا نکاح خدا نے آسمان پر پڑھ دیا تھا اور محمدی بیگم کا خواہ کنواری خواہ بیوہ ان کے نکاح میں آنا متواتر مزعومہ الہامات کی بنا پر تقدیر مبرم تھا اور مثلاً ڈاکٹر عبدالحکیم اسسٹنٹ سرجن آف پٹیالہ نے اگست ۱۹۰۸ء تک مرزا صاحب کی ہلاکت کی پیشین گوئی کی تو مرزا صاحب نے اپنے اوپر نازل ہونے والی مزعومہ وحی کے مطابق لوگوں کو مطلع کیا تھا کہ میری عمر دراز ہو جائے گی اور خود ڈاکٹر عبدالحکیم ہی ہلاک ہو گا۔ لیکن مرزا صاحب ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشین گوئی کے عین مطابق مئی ۱۹۰۸ء میں قبر میں اتر گئے۔ محمدی بیگم بھی ان کے نکاح میں نہ آسکی اور مثلاً اپنے بیٹے مبارک احمد کو مرزا صاحب نے پسر موعود قرار دیا تھا جس نے زمین کے کناروں تک شہرت پانی تھی اور جس سے قوموں نے برکت حاصل کرنی تھی لیکن وہ نوعمری ہی میں فوت ہو گیا تو مرزا صاحب نے اپنے اوپر نازل ہونے والی مزعومہ وحی کے تحت اعلان فرمایا کہ مبارک احمد کے قائم مقام بیٹا مجھے عطا کیا جائے گا لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ اس طرح کے بہت سے امور اور واقعات کا ذکر ہم ''شیطانی وحی کی بارش'' کے عنوان کے تحت سابقہ عنوان میں کر چکے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ مرزا صاحب تادم آخر اپنی مزعومہ وحی کو سمجھنے میں ٹھوکریں کھاتے رہے اس کے باوجود مرزا بشیر الدین محمود کے نزدیک ان کے ابا جی مرزا قادیانی کی نبوت تو پکی اور سچی رہی لیکن ان کی جماعت کے مدعیان نبوت کی نبوت انہیں اس لئے قبول نہیں کہ بہ قول بشیر الدین محمود صاحب اگر چہ ان مدعیان نبوت کے الہامات کا ایک حصہ خدائی الہامات پر مشتمل تھا

لیکن یہ اپنے الہامات کو ٹھیک سمجھ نہیں پائے تھے۔ یعنی مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے حوصلہ مند مدعیان نبوت مریدان باصفا اگر چہ مزعومہ الہامات کو سمجھنے میں یک ساں ٹھوکریں کھاتے رہے لیکن مرزا صاحب تو سچے نبی تھے اور دوسرے سب بدفہمی کا شکار تھے۔ کیا مرزا بشیر الدین نے یہ فیصلہ صادر فرماتے وقت انصاف سے کام لیا ہے یا پدر نوازی کا ثبوت دیا ہے؟ قادیانی حضرات کو چاہئے کہ یا تو وہ بہ شمول مرزا غلام احمد قادیانی سب ہی مدعیان نبوت کو سچا سمجھیں یا سب ہی کو جھوٹا قرار دیں۔ انصاف کا تقاضا تو یہی ہے، پہلی صورت میں وہ چوں کہ پہلے ہی حالت کفر و شرک میں ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا مباحث سے ثابت ہو چکا ہے لہٰذا سب ہی کو سچا سمجھ لینے سے گو ان کا کفر تو برقرار رہے گا لیکن سب ہی مدعیان نبوت کے ساتھ انصاف تو ہو جائے گا۔ دوسری صورت میں اگر وہ بہ شمول مرزا قادیانی سب ہی کو جھوٹا قرار دیتے ہیں تو چشم ما روشن دل ماشاد۔ اس صورت میں قادیانی حضرات کو کفر چھوڑ کر اسلام قبول کر لینا چاہئے وماعلینا الا البلاغ۔

یہاں یہ بھی سوچنا چاہئے کہ دوسرے مدعیان نبوت کے تفصیلی حالات تو ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے اپنے مجنون اور ازخود رفتہ ہونے کا کوئی اعتراف کبھی کیا تھا یا نہیں لیکن مرزا صاحب تو اپنے مراقی اور ہسٹیریائی ہونے کا کھلا اعتراف فرماتے ہیں۔ صاحب زادہ مرزا بشیر احمد سیرۃ المہدی میں لکھتے ہیں ''ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے کہ مجھے ہسٹیریا ہے بعض اوقات آپ مراق بھی فرمایا کرتے تھے''۔ (۱۴۱/ ج) مرزا صاحب کہتے ہیں ''......تاہم آج کل مصروفیت کا یہ حال ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کر کے بڑی بڑی رات تک بیٹھا اس کام کو کرتا رہتا ہوں حال آں کہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے اور دوران سر کا دورہ زیادہ ہو جاتا ہے''۔ (۱۴۲/ الف) مکان کے دروازے بند کر کے بڑی بڑی رات تک کام کرتے رہنے سے مرزا صاحب کا مرض مراق بھی ترقی پذیر رہا اور ان ہی مراقی کیفیات میں انہوں نے آسمان میں حیات عیسیٰ علیہ السلام اور پھر حیات موسیٰ علیہ السلام کے تذکرے میں اپنے آپ کو اپنے ہی قلم سے مشرک عظیم، ماکول الحسنات، بدعقل اور شیاطین کا کھلونا ثابت کر دکھایا اور محمدی بیگم دختر احمد بیگ سے نکاح کی اپنی پیشین گوئیوں کے ضمن میں اپنے اوپر اپنے ہی قلم سے نامراد، ملعون، مردود، ذلیل اور دجّال کے القاب بہ خوبی چسپاں کر لئے۔

۸۔ مرزا قادیانی نے حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں اپنی مزعومہ صداقت پر نشان نمبر ۲ دار قطنی کی اس روایت کو قرار دیا ہے: عن عمرو بن شمر عن جابر عن محمد بن علی قال انّ لمهدینا آیتین لم تکونا منذ خلق الله السموٰت و الارض تنکسف القمر لاول لیلة من رمضان و

تنکسف الشمس فی النصف منہ و لم تکونا منذ خلق اللہ السمٰوٰت و الارض (۱۴۲/ ب)
''عمرو بن شمر نے جابر اور اس نے محمد بن علی سے روایت کیا ہے کہ ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں جب سے اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ایسی نشانیاں کبھی ظاہر نہیں ہوئیں، رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن اور اس (رمضان) کے نصف میں سورج گرہن ہوگا اور جب سے اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، یہ دونوں نشان ظاہر نہیں ہوئے''۔

مرزا صاحب کے زمانے میں چاند گرہن ۱۳ رمضان ۱۳۱۴ھ/ ۱۱ مارچ ۱۸۹۵ء اور سورج گرہن ۲۸ رمضان ۱۳۱۴ھ/ ۲۶ مارچ ۱۸۹۵ء کو ہوا تھا، اس کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہیں ''اور ایسا واقعہ ابتدائے دنیا سے کسی رسول یا نبی کے وقت میں کبھی ظہور میں نہیں آیا صرف مہدی معہود کے وقت اس کا ہونا مقدر ہے ...... اور چاند گرہن کی پہلی رات جو خدا کے قانونِ قدرت کے مطابق ہے وہ قمری مہینے کی تیرھویں رات ہے اور سورج گرہن کے لئے تین دن خدا کے قانونِ قدرت میں مقرر ہیں یعنی قمری مہینے کا ستائیسواں، اٹھائیسواں اور انتیسواں دن۔ اور سورج کے تین دن گرہن میں سے قمری مہینے کی رو سے اٹھائیسواں دن بیچ کا دن ہے اور عرب کے محاروے میں پہلی رات کا چاند کبھی قمر نہیں کہلاتا بل کہ تین دن تک اس کا نام ہلال ہوتا ہے ...... حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رمضان کے مہینے میں کبھی یہ دونوں گرہن جمع نہیں ہوئے بل کہ یہ مطلب ہے کہ کسی مدعی نبوت یا رسالت کے وقت کبھی یہ دونوں گرہن جمع نہیں ہوئے ...... بلا شبہ یہ واقعہ خارق عادت ہے، کیوں کہ خارق عادت اسی کو تو کہتے ہیں جس کی نظیر نہ پائی جائے ...... ائمہ اہل بیت کا یہی طریق تھا کہ وہ بہ وجہ اپنی وجاہتِ ذاتی کے سلسلۂ حدیث کا نام بہ نام آں حضرت ﷺ تک پہنچانا ضروری نہیں سمجھتے تھے ...... خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت مہدی موعود ظاہر ہوگا اس کے زمانے میں رمضان کے مہینے میں چاند گرہن تیرہویں رات کو ہوگا اور اسی مہینے میں سورج گرہن اٹھائیسویں دن ہوگا اور ایسا واقعی کسی مدعی کے زمانے بہ جز مہدی موعود کے زمانے میں پیش نہیں آئے گا ...... اور اس حدیث سے بڑھ کر اور کون سی حدیث صحیح ہوگی جس کے سر پر محدثین کی تنقید کا بھی احسان نہیں بل کہ اس نے اپنی صحت کو آپ ظاہر کر کے دکھلا دیا کہ وہ صحت کے اعلیٰ درجے پر ہے ......''۔

(۱۴۲/ ج) مرزا صاحب نے بہ زعم خویش بڑا تیر مارا ہے، ہم قادیانی حضرات کی دل جوئی کے لئے مذکور بالا روایت اور مرزا صاحب کی طرف سے مذکورہ من گھڑت وضاحت کو کچھ دیر کے لئے قبول کر بھی لیں تو بھی متعدد وجوہ کی بنا پر ان کا جھوٹا ہونا بہ خوبی واضح ہو رہا ہے۔ اوّلاً مرزا صاحب کے نزدیک مہدی اور مسیح دو الگ الگ شخصیات ہیں۔ تحفۂ گولڑویہ (۱۹۰۰ء۔۱۹۰۲ء) میں وہ لکھتے ہیں ''...... اس لئے ماننا پڑے گا کہ

مسیح موعود اور مہدی اور دجال تینوں مشرق ہی میں ظاہر ہوں گے''۔ (۱۴۳/الف) اس عبارت میں لفظ ''تینوں'' صاف طور پر واضح کررہا ہے کہ یہ تینوں الگ الگ شخصیات ہیں۔ اگر امام مہدی اور مسیح موعود ایک ہی شخصیت کے دو نام ہوتے تو مرزا صاحب ''تینوں'' کی بہ جائے ''دونوں'' لکھتے۔ یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ سنن ابن ماجہ کی راویت لامھدی الاّ عیسیٰ بہ لحاظ سند ساقط الاعتبار ہے بل کہ مرزا صاحب کے اپنے مذکورہ بالا قول کے خلاف ہے اور قادیانی حضرات کے لئے اپنے نبی کا قول ہی قابل قبول ہو سکتا ہے۔ احادیث صحیحہ میں جس مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے ان کا نام عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ہے۔ مرزا صاحب نے شیطانی تاویلات سے کام لیتے ہوئے دعویٰ کر رکھا تھا کہ یہ مسیح عیسیٰ ابن مریم دراصل میں ہی ہوں اور ساتھ ہی انہوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ بھی کر رکھا تھا۔ پس مرزا صاحب کے مہدی معہود اور مسیح موعود ہونے کے دونوں بہ یک وقت دعوے عقلاً درست نہیں ہو سکتے کیوں کہ ان کے اپنے مذکورہ اعتراف کے مطابق یہ دونوں الگ الگ شخصیات ہیں۔ اگر مرزا صاحب سچے امام مہدی ہوں تو وہ ہرگز سچے مسیح موعود نہیں ہو سکتے اور اگر وہ سچے مسیح موعود ہوں تو ہرگز سچے امام مہدی نہیں ہو سکتے لہٰذا وہ اپنے ان دونوں دعووں میں صاف جھوٹے ثابت ہوئے۔ یہاں لفظ مہدی سے اصطلاحی امام مہدی مراد ہیں ورنہ لغوی معنی کے اعتبار سے ہر نبی بل کہ لوگوں کی صحیح رہ نمائی کرنے والا ہر نیک شخص ہادی ہے اور مہدی بھی ہے۔ رہا مرزا صاحب کا یہ نہایت لچر اور مضحکہ خیز استدلال کہ اگر چہ اس طرح کے چاند گرہن اور سورج گرہن پہلے بھی ہوتے رہے ہیں لیکن چوں کہ اس طرح کے گرہنوں کے زمانے میں سب سے پہلے میں نے مہدی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے لہٰذا میں سچا مہدی اور سچا مسیح موعود ہوں، تو ہم ان کے اس استدلال اور دعوے کا تیا پانچہ کئے دیتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو خوش خبری دی تھی کہ میرے بعد ایک رسول آنے والا ہے جن کا نام احمد ہوگا۔ عیسائیوں کی مذہبی کتب کا جب عبرانی سے یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تو اس دور کے رواج کے مطابق ناموں کا بھی ترجمہ کر دیا جاتا تھا۔ مترجمین نے ''احمد'' کا یونانی ترجمہ ''پیرکلوطوس'' کر دیا جسے بعد میں عربی زبان میں ''فارقلیط'' کر دیا گیا۔ مسلمان اہل علم کی ناقابل تردید تحقیق کے مطابق فارقلیط سے یقیناً خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ ہی مراد ہیں کیوں کہ مسلمانوں کے اجماعی عقیدے کے مطابق احمد بھی آپ ہی کا اسم گرامی ہے۔ ہم نے بھی عیسائیت پر اپنے مضامین میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ (۱۴۳/ب) مرزا صاحب کا ایک جھوٹا دعویٰ یہ بھی ہے کہ اس احمد سے مراد میں غلام احمد قادیانی ہوں۔ اربعین (۱۹۰۰ء) میں وہ لکھتے ہیں ''خوب توجہ کر کے سن لو کہ اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں..... سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں۔ اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے

اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں''۔ (۱۴۳/ج) مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو احمد کا مصداق ٹھہراتے ہوئے جس شیطانی ہیر پھیر سے کام لیا تھا ان کے فرزندار جمند مرزا بشیر الدین محمود نے اس تکلف کو بھی برطرف کرتے ہوئے صاف صاف لکھا''...... میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت (مبشراً برسول یأتی من بعدہ اسمہ احمد) مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم ﷺ کا ہے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی ہتک ہے لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا لفظ جو قرآن میں آیا ہے، وہ حضرت مسیح موعود کے متعلق ہے''۔ (۱۴۴/الف) اب دیکھئے کچھ لوگوں نے ظہور محمدی ﷺ سے پہلے یہ دعویٰ کیا تھا کہ لفظ فارقلیط (احمد) کا مصداق ہم لوگ ہیں، مثلاً دوسری صدی عیسوی میں عیسائی مونٹینس (Montanus) نے یہ دعویٰ کر رکھا تھا کہ جس فارقلیط (احمد) کے آنے کا وعدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا وہ میں ہی ہوں، یہ شخص بہ ظاہر بڑا عابد وزاہد، متقی و پرہیز گار اور سخت ریاضتیں کرنے والا تھا اس لئے اس کے دعوے کو قبول عام حاصل ہو گیا۔ (۱۴۴/ب) اب اگر فارقلیط (احمد) ہونے کا دعویٰ سب سے پہلے مذکورہ شخص نے یا اس سے بھی پہلے اور کسی شخص نے کیا ہو تو مرزا صاحب کی بھونڈی منطق کی رو سے چوں کہ وہ سب سے پہلا مدعی تھا لہٰذا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) وہی سچا احمد تھا۔ اس سے نہ صرف سچے احمد یعنی رسول اللہ ﷺ کی تکذیب ہوتی ہے بل کہ مرزا صاحب کے اپنے بارے میں ''احمد'' ہونے کے دعوے کا بھی دھڑن تختہ ہو جاتا ہے۔ پس مرزا صاحب کا یہ دعویٰ کہ چوں کہ اس طرح کے گرہنوں پر سب سے پہلے میں نے ہی مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا ہے لہٰذا میں سچا ہوں، نہ صرف لغو، بے ہودہ، اور جھوٹا ہے بل کہ خاصا مضحکہ خیز بھی ہے۔ سچے مدعی رسالت کی اپنے حق میں کوئی دلیل بھی ہرگز ہرگز جھوٹی نہیں ہوا کرتی۔ زیر بحث روایت میں اگر محمد بن علی سے واقعی امام محمد باقرؒ ہی مراد ہیں تو کیا انہوں نے کسی جھوٹے مہدی، کسی جھوٹے مسیح اور کسی جھوٹے احمد کے لئے چاند گرہن اور سورج گرہن والی دو علامات بیان فرمائی تھیں؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو مرزا صاحب اس روایت کے ہرگز مصداق نہیں ہو سکتے۔ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس احمد کی آمد آمد کی بشارت دی تھی، اس کا مصداق صرف اور صرف (پھر دہرایئے) صرف اور صرف خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ ہیں اور یہ بھی ان کا اجماعی عقیدہ ہے کہ آپ کی بعثت جو ہو چکی سو ہو چکی ہرگز کسی اور شخص کی صورت میں آپ کی بعثت ثانیہ نہیں ہو گی، جو ایسا دعویٰ کرتا ہے وہ موذیٔ رسول اور پکا کافر ہے۔ اجماع امت کی اہمیت کے متعلق مرزا قادیانی نے انجام آتھم (۱۸۹۶ء) میں لکھا تھا ''گواہ رہو کہ میرا تمسک قرآن شریف ہے اور رسول اللہ کی حدیث جو کہ چشمۂ

حق و معرفت ہے، کی میں پیروی کرتا ہوں اور تمام باتوں کو قبول کرتا ہوں جو کہ اس خیر القرون میں باجماع صحابہ قرار پاتی ہیں۔ نہ ان پر کوئی زیادتی کرتا ہوں اور نہ ان میں کوئی کمی۔ اور اسی اعتقاد پر میں زندہ رہوں گا اور اسی میں میرا خاتمہ اور انجام ہوگا اور جو شخص ذرہ بھر بھی شریعت محمدیہ میں کمی وبیشی کرے یا کسی اجماعی عقیدے کا انکار کرے اس پر خدا اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو"۔ (۱۴۴/ ج) اسی انجام آتھم میں انہوں نے یہ بھی لکھا تھا "کیا ایسا بد بخت مفتری جو رسالت و نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت **و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین** کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آں حضرت ﷺ کے بعد رسول اور نبی ہوں"۔ (۱۴۵/ الف) دنیا جانتی ہے بعد میں اسی مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کر کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس احمد ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت دی تھی اس کا اپنے آپ کو مصداق ٹھہرا کر اجماع امت کی نہایت بے باکی سے خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے ہی قلم سے اپنے آپ کو بد بخت مفتری، ملعون من اللہ، ملعون الملائکہ اور ملعون الناس ثابت کر دکھایا۔ یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ اللہ کا سچا نبی نا تو کسی اجماع امت کا محتاج ہوا کرتا ہے اور نہ ہی اس کی پابندی کا عہد کرتا ہے۔ وہ تو خود مہبط وحی ہونے کی بنا پر مرجع خلائق ہوتا ہے، اجماع کی ضرورت تو افراد امت کو پیش آتی ہے اور وہ بھی جب کہ نبی اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہو جیسا کہ عقل کا تقاضا بھی ہے اور کتب اصول میں بھی لکھا ہے۔ اول تو مرزا قادیانی کا اجماع کی پابندی کرنے کا عہد ہی واضح کر رہا ہے کہ ان کی نبوت کا دعویٰ جھوٹا اور خالص فریب ہے، پھر اس عہد کو خود ہی توڑ کر وہ اپنے ہی قلم سے ملعونوں میں شامل ہو گئے۔ کیا امام باقرؒ نے سچے امام مہدی کے لئے چاند گرہن اور سورج گرہن کی دو نشانیاں بتائی تھیں یا کسی بد بخت مفتری اور ملعون کی آمد کی انہوں نے خبر دی تھی؟ ثانیاً کیا امام محمد باقرؒ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ قیامت کے قریب ظاہر ہونے والے امام مہدیؑ صاحبِ وحی بھی ہوں گے؟ مرزا صاحب نے تو نبوت اور رسالت کا دعویٰ بھی کیا ہے تو وہ اس روایت کے مصداق کیسے ہو گئے؟ ثالثاً مرزا صاحب کا متعدد حیثیتوں سے جھوٹا ہونا ہم ان مضامین میں واضح کرتے چلے آرہے ہیں، مثلاً ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ انہوں نے اپنے ہی قلم سے اپنے آپ کو مشرک عظیم، ماکول الحسنات، بد عقل اور شیاطین کا محبوب کھلونا ثابت کر دکھایا ہے۔ انہوں نے محمدی بیگم سے اپنے نکاح کی پیشین گوئی کو خدا کی طرف سے نہ ہونے کی صورت میں اپنے آپ کو نامراد، ملعون، مردود، ذلیل اور دجال بھی اپنے ہی قلم سے ثابت کر دکھایا ہے کیوں کہ محمدی بیگم سے ان کا نکاح نہیں ہوا اور پیشین گوئی بر سر عام جھوٹی نکلی اور مثلاً "شیطانی وحی کی بارش" کے جلی عنوان کے تحت ہم نے لکھا ہے کہ مرزا

صاحب شاعری بھی فرماتے تھے، ان پر اجنبی زبانوں میں بھی مزعومہ وحی نازل ہوا کرتی تھی، حال آں کہ نبی ہرگز شاعر نہیں ہوا کرتا اور کوئی نبی بھی ایسا نہیں ہوا جس پر صرف اس کی قومی زبان میں ہی وحی نازل نہ ہوئی ہو، کسی نبی پر اجنبی زبان میں وحی نازل نہیں ہوا کرتی پس مرزا صاحب پر اجنبی زبانوں میں نازل ہونے والی وحی یقیناً شیطانی وحی تھی۔ کسی نبی پر کبھی کوئی ایسی ناقابل فہم اور مشتبہ وحی نازل نہیں ہوا کرتی جس کا مطلب وہ کفار سے پوچھتا پھرتا ہو اور اپنے ان امتیوں سے پوچھتا ہو جو بعد میں اس سے منحرف ہو کر اسے مفتری، کذاب اور دجال قرار دینے لگیں، مرزا صاحب پر تو یہ تمام حالات پیش آئے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کرتا کہ کسی پر کبھی تو شیطانی وحی اور کبھی رحمانی وحی نازل ہو۔ اور مثلاً کسی نبی کی کوئی بھی پیشین گوئی ہرگز جھوٹی نہیں ہوا کرتی۔ مرزا صاحب کی جھوٹی پیشین گوئیوں کا تو ہم نے انبار لگا دیا ہے اور مثلاً کسی نبی کی زبان پر جھوٹے اقوال جاری نہیں ہوا کرتے۔ ہم مرزا صاحب کے کچھ جھوٹے اقوال بیان کر چکے ہیں اور آئندہ مباحث میں بھی ہم ان شاء اللہ العزیز ان کے جھوٹے اقوال کا انبار لگا دیں گے۔ جھوٹی پیشین گوئیوں کے متعلق مرزا صاحب نے تریاق القلوب (۱۸۹۹ء-۱۹۰۲ء) میں لکھا ''کسی انسان کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے''۔ (۱۴۵/ ب) اربعین (۱۹۰۰ء) میں انہوں نے لکھا ''اگر ثابت ہو کہ میری سو پیش گوئی میں سے ایک بھی جھوٹی نکلی تو میں اقرار کروں گا کہ میں کاذب ہوں''۔ (۱۴۵/ ج) مرزا صاحب کے جھوٹے اقوال بھی خاصی بڑی تعداد میں ہیں مثلاً یہ جھوٹ کہ لاکھوں یا تین لاکھ سے زائد یا چار لاکھ آدمیوں نے میری بیعت کی اور قادیانی ہو گئے۔ حال آں کہ ان کی موت کے ۲۳ سال بعد کی سرکاری مردم شماری میں قادیانیوں کی کل تعداد پچپن ہزار نکلی۔ ان کے اس جھوٹ کی غلاظت ان کی کتاب حقیقۃ الوحی کے متعدد صفحات پر بکھری پڑی ہے اور مثلاً مرزا صاحب نے ایک دو مرتبہ نہیں بل کہ بارہا اور تسلسل سے یہ دعویٰ جاری رکھا تھا کہ محمدی بیگم دختر مرزا احمد بیگ کنواری یا بیوہ ہونے کی حالت میں ضرور بالضرور بالآخر میرے نکاح میں آ کر رہے گی، کیوں کہ خدا نے اس کا نکاح میرے ساتھ آسمان پر پڑھا ہے اور یہ تقدیر مبرم ہے حال آں کہ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ مرزا صاحب اس سلسلے میں لگاتار اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے رہے، جھوٹ کے متعلق بھی مرزا صاحب کے اقوال سن لیجیے۔ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ (۱۹۰۰ء-۱۹۰۲ء) میں وہ لکھتے ہیں ''جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں''۔ (۱۴۶/ الف) حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں وہ لکھتے ہیں ''تکلف سے جھوٹ بولنا گوہ (پاخانہ) کھانا ہے''۔ (۱۴۶/ ب) ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم (۱۹۰۵ء) میں انہوں نے لکھا ''ایسا آدمی جو ہر روز خدا پر جھوٹ بولتا ہے تو کتوں اور سوروں اور بندروں سے بھی بدتر ہوتا ہے''۔ (۱۴۶/ ج) شحنۂ حق میں انہوں نے لکھا ''وہ کنجر جو

ولد الزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں''۔ (۱۴۷/ الف) لیجئے مرزا صاحب نے اپنے ہی قلم سے اپنے آپ کو رُسوا، کاذب، مرتد، گوہ خور، کتوں سوروں اور بندوں سے بدتر، ولد الزنا کنجروں سے بھی زیادہ جھوٹ بولنے والا بے شرم بھی قرار دے ڈالا۔ کیا امام باقرؒ نے ایسی ہی صفات والے کسی مہدی کے لئے چاند گرہن اور سورج گرہن والی دونشانیاں بیان فرمائی تھیں؟۔ رابعاً مرزا صاحب نے اپنے کلام میں تناقض پائے جانے کا جو اعتراف حقیقۃ الوحی میں کیا ہے، اسے بیان کردینا ہی ہم کافی سمجھتے ہیں، وہ لکھتے ہیں''اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمد (۱۸۸۰ء۔۱۸۸۴ء) میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگر چہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی ہے مگر چوں کہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا۔ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا لیکن بعد اس کے اس بارے میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا، تو ہی ہے''۔ (۱۴۷/ ب) تناقض کے متعلق مرزا صاحب نے ست بچن (۱۸۹۵ء) میں لکھا تھا''کسی سچیار اور عقل مند اور صاف دل انسان کے کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا ہاں اگر کوئی پاگل یا مجنون یا ایسا منافق ہو کہ خوشامد کے طور پر ہاں میں ہاں ملاتا ہو اس کا کلام میں بے شک متناقض ہو جاتا ہے''۔ (۱۴۷/ ج) حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں انہوں نے لکھا''اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے''۔ (۱۴۷/ د) لیجئے مرزا صاحب نے اپنے ہی قلم سے اپنے آپ کو پاگل، مجنون، منافق، خوشامدی اور مخبوط الحواس بھی ثابت کر دیا، کیوں کہ ان کے اپنے ہی اعتراف کے مطابق ان کے کلام میں تناقض موجود ہے، کیا امام محمد باقرؒ نے ایسی ہی صفات کے حامل کسی مہدی کے لئے چاند گرہن اور سورج گرہن والی دونشانیاں بیان فرمائی تھیں؟ کیا انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ آنے والا مہدی صرف امام مہدی ہی نہیں بل کہ مسیح موعود بھی ہوگا؟ یاد رہے کہ مرزا صاحب امام مہدی اور مسیح موعود کو دو الگ الگ شخصیات تسلیم کر چکے ہیں۔ کیا امام محمد بن باقرؒ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ آنے والے امام مہدی پر وحی بھی نازل ہوا کرے گی اور (معاذ اللہ) وہ ایسا کند ذہن اور غبی ثابت ہوگا کہ اس وحی کو سمجھنے سے سال ہا سال تک قاصر رہے گا؟ کیا آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ معہدی معہود وحی کی سال ہا سال تک غلط تشریح کرتا رہے گا اور پھر کہے گا کہ یہ سب کچھ میری کمال سادگی ہے؟

خامساً مرزا صاحب انتہائی بدزبان اور فحش پسند بھی تھے، ان کی دریدہ دہنی کے کچھ نمونے قارئین گزشتہ مباحث میں پڑھ چکے ہیں اور آئندہ مباحث میں بھی ان شاء اللہ پیش کئے جائیں گے، سردست ان کے سال وفات ۱۹۰۸ء کی ان کی کتاب چشمۂ معرفت کی یہ عبارت ہی کافی رہے گی۔ ’’آریوں کا پرمشیر ناف سے دس انگل کے فاصلے پر ہے‘‘۔ (۱۴۸/ الف) کیا امام باقرؒ نے ایسی ہی صفات والے کسی مہدی کے لئے چاند گرہن اور سورج گرہن کی نشانیاں بتائی تھیں؟ سادساً مرزا صاحب کے گوناگوں دعاوی ایسے مضحکہ خیز، لایعنی اور خلاف عقل ہیں کہ کسی کے لئے یہ معلوم کرنا ممکن ہی نہیں کہ یہ حضرت جی ہیں کیا؟ یہ خدا ہیں، انسان ہیں، مرد ہیں یا عورت ہیں، لکڑی ہیں، اینٹ ہیں، پتھر ہیں یا کیڑا مکوڑا قسم کی کوئی چیز ہیں؟ مہدی اور مسیح موعود ہونے کے ان کے دعاوی تو مشہور ومعروف ہیں۔ مزید کئی دعوے کچھ اس طرح کے ہیں کہ وہ حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں لکھتے ہیں ’’میں آدم ہوں، شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں، اور آں حضرت ﷺ کے نام کا مظہر اتم ہوں یوں ظلی طور پر میں محمد اور احمد ہوں‘‘۔ (۱۴۸/ ب) اسی حقیقۃ الوحی میں ہے ’’پہلے خدا نے میرا نام مریم رکھا اور بعد اس کے ظاہر کیا کہ اس مریم میں خدا کی طرف سے روح پھونکی گئی ہے اور پھر فرمایا کہ روح پھونکنے کے بعد مریمی مرتبہ عیسوی مرتبے کی طرف منتقل ہو گیا اور اس طرح مریم سے عیسیٰ پیدا ہو کر ابن مریم کہلایا‘‘۔ (۱۴۸/ ج) اربعین (۱۹۰۰ء) میں لکھا ’’یہ لوگ خون حیض تجھ میں دیکھنا چاہتے ہیں یعنی ناپاکی اور پلیدی اور خباثت کی تلاش میں ہیں......اور خون حیض سے تجھے کیوں کر مشابہت ہو......تجھ میں پانی ہے، پاک تغیرات نے اس خون کو خوب صورت لڑکا بنا دیا اور وہ لڑکا جو اس خون سے بنا میرے ہاتھ سے پیدا ہوا‘‘۔ (۱۴۹/ الف) تتمہ حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں مرزا صاحب نے لکھا ’’...... بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بل کہ وہ بچہ ہو گا، ایسا بچہ جو بہ منزلہ اطفال اللہ ہے‘‘۔ (۱۴۹/ ب) مرزا صاحب کے ایک مرید قاضی یار محمد نے لکھا ہے ’’حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا، سمجھنے والے لئے اشارہ کافی ہے‘‘۔ (۱۴۹/ ب) اربعین میں مرزا صاحب نے لکھا ’’یکے پائے من بوسید و من می گفتم کہ حجر اسود منم ......خدا نے الہامات میں میرا نام بیت اللہ رکھا‘‘۔ (۱۵۰/ الف) حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں وہ لکھتے ہیں ’’آریہ لوگ کرشن کا ظہور ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہوں ......خدا نے بار بار

میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانے میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے، آریوں کا بادشاہ‘‘۔ (۱۵۰/ب) البشریٰ (۱۸۹۳ء) میں وہ سکھوں کے لئے اپنے آپ کو جے سنگھ بہادر ظاہر کرتے ہیں۔ (۱۵۰/ج) کتاب البریہ (۱۸۹۸ء) اور آئینہ کمالاتِ اسلام (۱۸۹۳ء) میں لکھتے ہیں ’’اور میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں ......اور اس کی الوہیت مجھ پر موج زن ہے‘‘۔ (۱۵۱/الف) براہین احمدیہ پنجم (۱۹۰۵ء) میں وہ اپنے متعلق لکھتے ہیں ’’کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں= ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار‘‘۔ (۱۵۱/ب) اسی کتاب میں انہوں نے اپنے معجزات کی تعداد دس لاکھ سے زائد بیان کی ہے اور اس کے بعد ۱۹۰۷ء میں انہوں نے حقیقۃ الوحی میں ان کی تعداد تین لاکھ سے کچھ زائد بیان کی ہے یعنی درمیانی عرصے میں سات لاکھ معجزات رحلت فرما گئے۔ مرزا صاحب کے مذکورہ بالا بلند بانگ عالی شان (جھوٹے) دعووں کے مقابل ان (سچے) القابات قبیحہ اور اوصافِ رذیلہ کو بھی مدنظر رکھئے جو انہوں نے اپنے ہی قلم سے اپنے اوپر چسپاں کر رکھے ہیں، مثلاً مشرک عظیم، شیاطین کا کھلونا، نامراد، ذلیل، ملعون، مرتد، بدبخت مفتری، کذاب اور دجال وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان کے سب کے سب بلند بانگ دعووں کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں ان کے سب ہی اوصاف رزیلہ کو نہیں بل کہ صرف مشرک عظیم اور شیاطین کا کھلونا یا ان میں سے بھی کسی ایک کو رکھا جائے تو کون سا پلڑا اوپر فضا میں جھولے گا اور کون ساز مین بوسی کے لئے نیچے جھکنے میں بے قرار و بے تاب ہوگا، اسے سمجھنے کے لئے بہت زیادہ فہم وفراست کی ضرورت نہیں۔ کیا امام محمد باقرؒ نے رمضان میں چاند گرہن اور سورج گرہن کی دو نشانیاں سچے امام مہدیؒ کے لئے بیان فرمائی تھیں یا فاتر العقل اور معجون مرکب قسم کی کوئی مراقی وہسٹیریائی شخصیت ان کے پیش نظر تھی؟ سابعاً جب مرزا صاحب ہر طرح سے اور ہر طرف سے جھوٹے ثابت ہو رہے ہیں تو اگر امام محمد باقر رحمہ اللہ کی طرف منسوب زیر بحث روایت صحیح سمجھ لی جائے تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ سچے امام مہدیؒ کے زمانے میں ۱۳ رمضان کو چاند گرہن اور ۲۸ رمضان کو سورج گرہن ہوگا کیوں کہ اہل ہیئت کے نزدیک بعض اوقات ۲۳۵ قمری مہینوں (دور میطونی Metonic cycle) کے بعد گرہنوں کا اعادہ ہوتا ہے اور ۲۲۳ قمری مہینوں (دورِ سروسی Saros Cycle) کے بعد تو اکثر و بیشتر ان کا اعادہ ہوتا ہے۔ اور یہ عرصہ دراز تک چلتے رہتے ہیں، اس مقصد کے لئے انسائیکلوپیڈیا جیسی حوالے کی کتب کی طرف مراجعت کی جا سکتی ہے۔ اس لئے کسی چاند گرہن یا سورج گرہن کی پیشین گوئی کرنا قوانین فطرت کے تحت حسابی اصولوں اور قواعد کے مطابق ہوتا ہے اس سے کسی کی نبوت یا ولایت ثابت نہیں ہوا کرتی۔ کسی بھی گرہن کے موقع پر

نبوت و رسالت وغیرہ کا جھوٹا دعویٰ داغ دینا ایک اختیاری عمل ہے اسے خارق عادت قرار دینا پر لے درجے کی حماقت اور بدفہمی ہے۔ پس اگر امام محمد باقرؒ کی طرف منسوب روایت سچی بھی ہو تو امام مہدیؒ کے ظہور سے پہلے کسی زمانے کے ۱۳ رمضان کو چاند گرہن اور ۲۸ رمضان کو سورج گرہن کے موقع پر کوئی شخص نبوت و رسالت یا مہدی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر دے تو اس میں کون سا عقلی اشکال ہے؟ مرزا غلام احمد قادیانی کے زمانے کے ایسے چاند گرہن اور سورج گرہن کو آخری گرہن سمجھ لینا محض سینہ زوری ہے اور یہ دعویٰ بھی قطعاً بلا دلیل ہے کہ اس طرح کے زمانۂ ماضی کے گرہنوں کے کسی بھی مواقع پر کبھی بھی کسی نے مہدی یا مسیح موعود یا نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ عدم علم، عدم ثبوت اور عدم ذکر سے کسی چیز اور کسی واقعے کے وجود کی نفی ہرگز لازم نہیں آتی۔ ایسے گرہنوں کے موقع پر کسی کا مہدی وغیرہ ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر دینا اس امر سے مانع نہیں کہ سچے امام مہدی کے وقت میں اس طرح کے گرہن نہ لگیں، یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی بھی نبی بدصورت اور بدوضع نہیں ہوا کرتا بل کہ وہ ہمیشہ باوقار اور خوب صورت ہوتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کوئی خوب صورت شخص نبوت کا جھوٹا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ بالفرض ایسے گرہنوں کے موقع پر مرزا قادیانی سے پہلے کبھی کسی نے مہدی یا نبی وغیرہ ہونے کا دعویٰ نہ بھی کیا ہو تو بھی مرزا صاحب کا یہ کہنا ایک لطیفہ ہی سمجھا جائے گا کہ خارقِ عادت وہ چیز ہوتی ہے جس کی کبھی کوئی نظیر نہ پائی گئی ہو۔ فرض کیجئے محمد بوٹا نام کا کوئی شخص کسی اسلامی ملک کا سربراہ مملکت بن جاتا ہے اور نبوت کا دعویٰ اس دلیل پر کر بیٹھتا ہے کہ کبھی بھی اس نام کا کوئی شخص مسلمانوں میں خلیفہ، امیر المؤمنین، سلطان، صدر یا وزیر اعظم نہیں ہوا اور ایسی کوئی نظیر مجھ سے پہلے نہیں ملتی۔ پس میرا سربراہ مملکت ہونا خارق عادت ہے، اور میں سچا پیغمبر ہوں۔

ظاہر ہے کہ اس کا دعویٰ جھوٹا اور دلیل مضحکہ خیز سمجھی جائے گی۔ مرزا صاحب کا معاملہ بھی بالکل اسی طرح کا ہے۔ خارق عادت کی تعریف یہ نہیں کہ اس کی نظیر نہ پائی جاتی ہو، بل کہ خارق عادت چیز وہ ہوتی ہے جو قوانین فطرت کے تابع نہ ہو بل کہ انہیں کاٹ رہی ہو مثلاً آگ کا کام قانون فطرت کے تحت ہمیشہ جلانا ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے یہ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوگئی۔ کسی کا چاند گرہن یا سورج گرہن کے زمانے میں نبوت وغیرہ کا جھوٹا دعویٰ کر دینا ہرگز خارق عادت نہیں بل کہ اسباب عامہ کے تحت سراسر ایک اختیاری عمل ہے۔ البتہ امام باقرؒ کی طرف منسوب روایت کے ظاہری اور متبادر الی الفہم (فوراً بلا تکلف سمجھ میں آنے والے) مفہوم کو لیا جائے تو کسی بھی قمری مہینے کی پہلی رات کو چاند گرہن ہونا اور پندرہ تاریخ کو سورج گرہن ہونا قانون فطرت کو کاٹنے کی وجہ سے خارقِ عادت (عادت کے کاٹنے اور

پھاڑنے والا) کہلائے گا لیکن مرزا صاحب اس روایت کو من گھڑت معانی پہنا کر اسے اپنے اوپر ناحق چسپاں کر رہے ہیں اور اس میں بھی بری طرح ناکام ہو رہے ہیں۔ وہ یہ بھی بھول گئے کہ امریکہ میں ۱۳ رمضان ۱۳۱۱ھ/ ۲۱ مارچ ۱۸۹۴ء کو چاند گرہن اور ۲۸ رمضان ۱۳۱۱ھ کو سورج گرہن ہوا تھا اور اس وقت مسٹر ڈوئی نے وہاں مسیحیت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا تھا۔ اگرچہ چاند کا یہ گرہن جزوی تھا لیکن امام محمد باقرؒ کی طرف منسوب زیر بحث روایت میں مطلق گرہن کا ذکر ہے اس کے ساتھ کلی یا جزوی کی قید نہیں ہے۔ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ بھی جھوٹا ہے کہ چاند کی پہلی تین تواریخ میں چاند کو قمر کہا ہی نہیں جا سکتا بل کہ صرف ''ہلال'' ہی کہا جا سکتا ہے۔ اہل ہیئت پہلی رات کے چاند کے طلوع کو اصطلاح میں ''ولادتِ ہلال'' نہیں بل کہ ''ولادتِ قمر'' سے موسوم کرتے ہیں۔ ہلال یا بدر وغیرہ چاند (قمر) ہی کی مختلف ہیئتیں ہیں۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ خوارق اور معجزات میں منطقی لحاظ سے عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔ ہر معجزہ یقیناً خارق عادت ہوتا ہے لیکن ہر خارق عادت نظر آنے والی چیز کا معجزہ ہونا ضروری نہیں۔ کفار اور فساق و فجار پر بہ ظاہر خوارق کا ظہور ہو تو انہیں معجزات کے عنوان کے تحت نہیں لایا جاتا بل کہ ''استدراج'' کے عنوان کے تحت لایا جاتا ہے۔ قیامت کے قریب جس دجال اکبر کا ظہور ہوگا جو پہلے نبوت کا اور پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا اس کے ہاتھ پر بہت سے بہ ظاہر خوارق بھی ظاہر ہوں گے۔ جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے ان کی زمینوں پر بارش ہوگی اور وہ سرسبز ہوں گی۔ ان کے مویشی چراگاہ سے لوٹیں گے تو ان کی کوکھیں بھری ہوئی ہوں گی اور جو لوگ دجال کا انکار کریں گے وہ مفلس و نادار ہوں گے۔ دجال ایک ویرانے پر سے گزرتے ہوئے زمین کو اپنے خزانے اگل دینے کا حکم دے گا چناں چہ یہ خزانے نکل کر اس کے ساتھ ہو جائیں گے، وہ شعبدے بازی سے مردوں کو زندہ کر کے دکھائے گا وغیرہ۔ (۱۵۱/ ج) استدراج کے شیطانی اسباب لوگوں سے مخفی ہوتے ہیں لیکن پیغمبر کا معجزہ بلا اسباب ہوتا ہے اور وہ بہ راہ راست اللہ کا فعل ہوتا ہے جو پیغمبر پر ظاہر ہو تو معجزہ کہلاتا ہے اور اگر کسی ولی اللہ پر ظاہر ہو تو کرامت کہلاتا ہے۔ مرزا صاحب تو خیر سے مافوق الاسباب یا معجزانہ طریقے سے کسی مرغی کی ٹوٹی ٹانگ بھی سیدھی کر کے نہیں دکھا سکے۔ حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں مذکور ان کے نام نہاد دو سو آٹھ نشانات کی بڑی اکثریت کا تعلق روزمرہ کے ظاہر ہونے والے عام امور (عادیات) سے ہے، چند ایک کو زیادہ سے زیادہ، عجائبات کے تحت لایا جا سکتا ہے ان میں سے کوئی بھی خارق عادت چیز نہیں ہے۔ بالفرض دجال اکبر کی طرح مرزا قادیانی سے ہزاروں ظاہری خوارق کا بھی ظہور ہوتا تو بھی جب ان کا اپنی ہی تحریروں سے شیاطین کا کھلونا ہونا ناقابل تردید طریقے سے ثابت ہو چکا تو ایسے ظاہری خوارق ''استدراج'' کے ذیل میں ہی شمار ہوتے نہ کہ مرزا

صاحب کے جھوٹ اور فریب کو سچ میں تبدیل کر دیتے۔ ثامناً جب یہ قطعیت سے ثابت ہو چکا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ہرگز ہرگز سچے مہدی نہیں ہو سکتے تو وہ ہرگز امام محمد باقرؒ کی طرف منسوب زیر بحث روایت کا مصداق بھی نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ان کا یہ زعم بھی باطل ہے کہ چوں کہ روایت نے خارجی حقیقت کے اعتبار سے یہ قول ان کے اپنی سچائی کو ثابت کر دیا ہے لہٰذا محدثین کی تنقید کو خاطر میں نہیں لایا جائے گا۔ جب روایت کا صحیح ہونا خارجی حقائق سے ثابت ہی نہیں ہوا تو لازماً محدثین کرام کے اصول روایت و درایت کے پیش نظر اسے پرکھا جائے گا۔ روایت کے پہلے راوی عمرو بن شمر کو میزان الاعتدال میں کذاب، رافضی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سبّ وشتم کرنے والا اور ثقہ حضرات کی طرف جھوٹی روایات منسوب کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔ (۱۵۲/الف) دوسرا راوی جابر مجہول الحال ہے کیوں کہ اس نام کے بہت سے راوی ہیں، اگر یہ جابر جعفی ہے تو اسے بھی اسماء الرجال کی کتب میں کذاب ٹھہرایا گیا ہے۔ تیسرا راوی محمد بن علی ہے اس نام کے بہت سے راوی ہیں لہٰذا وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس سے امام محمد باقرؒ ہی مراد ہیں لہٰذا کسی بھی بہانے سے اسے رسول اللہ ﷺ کی حدیث قرار دینا آپ پر بہتان کے زمرے میں آتا ہے۔ روایت میں صاف طور پر رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن کا اور پندرہویں تاریخ (نصف ماہ رمضان) کو سورج گرہن کا ذکر ہے تاکہ گرہنوں کے اس واقعے کو خارق عادت سمجھا جا سکے۔ مرزا قادیانی کا اسے ۱۳ رمضان اور ۲۸ رمضان قرار دینا محض سینہ زوری ہے۔ اٹھائیسویں تاریخ، ستائیسویں اور انتیسویں کے وسط (درمیان) میں ہوتی ہے۔ اٹھائیسویں تاریخ تینوں تواریخ ۲۷، ۲۸، ۲۹ کا نصف ہرگز نہیں ہے۔ نصف اور وسط میں اگر واضح فرق کو مرزا صاحب سمجھ نہ پائے ہوں تو الگ بات ہے۔ بالفرض اگر روایت میں نہایت صراحت کے ساتھ ۱۳ رمضان اور ۲۸ رمضان کی تواریخ کا ذکر ہوتا تو بھی جھوٹے راویوں کی وجہ سے روایت کا ہرگز یہ مقام نہیں کہ اس سے اہم امور میں استدلال کیا جا سکے۔

۹۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی مزعومہ صداقت پر ایک اور نام نہاد دلیل اس بے سند اور جھوٹی روایت کو قرار دیا ہے کہ مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام ''کدعہ'' ہے۔ پھر مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ یہ قادیان کے نام کا معرب ہے۔ (۱۵۲/ب) مرزا صاحب بہ زعم خویش بہت دور کی کوڑی لائے ہیں۔ قادیانی حضرات کی دل جوئی کے لئے اس روایت کو تھوڑی دیر کے لئے اگر صحیح بھی سمجھ لیا جائے تو بھی بات نہیں بنتی۔ اوّلاً اس سلسلے میں وہ تمام پیچیدہ سوالات اور لاینحل اشکالات پیش آئیں گے جن کا ذکر اوپر نمبر شمار ۸ کے تحت ہو چکا ہے۔ ثانیاً مرزا صاحب نے اپنے نام ''غلام احمد قادیانی'' کے اعداد بہ حساب ابجد تیرہ سو برآمد کر کے یہ استدلال کیا ہے کہ تیرہ سو ہجری سال پورے ہونے پر میں چودھویں صدی کا

مجدد ہوں۔ (۱۵۲/ج) حال آں کہ اس صورت میں کدعہ کو قادیان کا نہیں بل کہ ''کادیان'' کا معرب ہونا چاہئے، یوں ان کے نام ''غلام احمد کادیانی'' کے اعداد تیرہ سو نہیں رہیں گے۔ جب دو دلیلوں میں باہم تعارض پیدا ہو جائے تو دونوں ہی باطل قرار پاتی ہیں اور کالعدم ہو جاتی ہیں۔ اگر بالفرض کسی مدعیٔ نبوت کی کوئی دلیل بہ ظاہر صحیح نظر آتی ہو لیکن دوسری دلیل یقینی اور قطعی پر جھوٹی ثابت ہو جائے تو اس کے سچے نظر آنے والے دلائل بھی دھوکہ ہوں گے کیوں کہ کسی بھی نبی کی زبان پر اپنے خلاف جھوٹی دلیل ہرگز جاری نہیں ہوا کرتی۔ اگر ''قادیان'' کا لفظ صحیح ہے تو اس کا معرب ''کدعہ'' نہیں بل کہ ''قدعہ'' ہو سکتا ہے وہ بھی جب کہ اس کے معرب ہونے کے افسانے کو بلا دلیل حقیقت قرار دینے پر ناحق اصرار کیا جائے۔

۱۰۔ سورۃ الحاقۃ میں ہے: وَ لَوتَقَوَّلَ عَلَيۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِيۡلِ۝ لَاَخَذۡنَا مِنۡهُ بِالۡيَمِيۡنِ۝ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ (۱۵۳/الف) ''اگر یہ پیغمبر ہم پر کوئی بات اپنی طرف سے بنا کر لاتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے''۔ مرزا قادیانی نے ان قرآنی آیات کو حقیقۃ الوحی میں اپنی مزعومہ صداقت پر اٹھارہواں نشان قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دورِ رسالت ۲۳ سال کا ہے، کوئی جھوٹا نبی بہ قول مرزا صاحب ۲۳ سال تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ (۱۵۳/ب) یہ بھونڈا استدلال بھی بہ وجوہ باطل ہے۔ اولاً مرزا صاحب سال ہا سال تک اپنے رسول اور نبی ہونے کا نہایت شد و مد سے انکار کرتے رہے مثلاً حمامۃ البشریٰ (۱۸۹۳ء) میں انہوں نے لکھا ''مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے جا ملوں''۔ (۱۵۳/ج) اس سے پہلے انہوں نے آسمانی فیصلہ (۱۸۹۱ء) میں لکھا تھا ''اے لوگو!...... دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو اور اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے''۔ (۱۵۴/الف) آیئے ہم اب مرزا صاحب کے بیٹے مرزا البشیر الدین محمود خلیفۂ قادیان سے ہی پوچھتے ہیں کہ ان کے ابا جی کب نبوت کا دعویٰ کر کے اپنے ہی قلم سے اسلام سے خارج ہو کر کافروں کی جماعت سے جا ملے، وہ کب دشمنِ قرآن بنے اور خاتم النبیین کے بعد نبوت کا نیا سلسلہ جاری کر کے اس خدا سے بالکل بے شرم ہو گئے جس کے سامنے دوسرے لوگوں کے ساتھ وہ خود بھی حاضر کئے جائیں گے۔ مرزا البشیر الدین محمود لکھتے ہیں'' ۱۹۰۱ء میں آپ (مرزا صاحب) نے اپنے عقیدے میں تبدیلی کی ہے اور ۱۹۰۰ ایک درمیانی عرصہ ہے جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر حدِ فاصل ہے...... پس یہ ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے، اب منسوخ ہیں، اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے''۔ (۱۵۴/ب) یعنی مرزا صاحب نے ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۸ء میں وہ قبر میں اتر گئے لہٰذا

نبوت کے دعوے کے بعد وہ ۲۳ سال پورے نہ کر سکے اور اپنے ہی بنائے ہوئے معیار کے مطابق جھوٹے ثابت ہوگئے۔ ثانیاً مرزا بشیر الدین محمود کا اپنے ابا جی کی کتاب کے ۱۹۰۱ء سے پہلے کے متعلقہ حوالوں کو منسوخ قرار دینا نہایت دل چسپ لطیفہ ہے، نسخ صرف احکام میں ہوسکتا ہے، عقائد کبھی منسوخ نہیں ہوا کرتے۔ مرزا صاحب اگر ۱۹۰۱ء سے پہلے کے اپنے اقوال اور عقائد میں سچے تھے تو بعد میں جھوٹے ہو گئے۔ اگر وہ بعد کے اقوال وعقائد میں سچے سمجھے جائیں تو وہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے اپنے اقوال وعقائد میں یقیناً جھوٹے ہی قرار پاتے ہیں۔ پھر ان کے جھوٹے ہونے کی اور بھی تو بہت سی حیثیتیں ہیں جن کی طرف ہم اوپر نمبر شمار ۷، اور ۸ کے تحت نشان دہی کر چکے ہیں۔ پس زیر نظر قرآنی آیات کا تعلق سچے نبیوں سے ہے، جھوٹے نبیوں سے ہرگز نہیں۔ سچے نبی بھی بہ فرض محال اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے لگیں تو ان کی بعثت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے اور لوگوں کے لئے سچے اور جھوٹے نبی میں امتیاز کی کوئی راہ ہی باقی نہیں رہے گی، اس کے برعکس جھوٹے نبی جب اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہیں تو ان کے کذاب اور مفتری ہونے کے جلی اسباب اللہ تعالیٰ بہت جلد پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ اس نے متنبی قادیان مرزا غلام احمد کو خود اس کے اپنے قلم سے مشرک عظیم، شیاطین کا کھلونا، اسلام سے خارج ہو کر کافروں سے جا ملنے والا، دشمن قرآن، نبوت کا خاتم النبیین کے بعد نیا سلسلہ جاری کر کے خدا سے بے شرم ہو جانے والا، نامراد، ملعون، ذلیل، مردود اور دجال وغیرہ وغیرہ خوب خوب ظاہر فرما دیا ہے۔ ثالثاً اگر مرزا صاحب کے مفروضہ معیار کو تسلیم کر لیا جائے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسے شہید انبیاء کو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) جھوٹے قرار دینا ہوگا جو نبوت کے دعوے کے جلد بعد قتل کر دیئے گئے اور بہاء اللہ ایرانی وغیرہ جھوٹے نبیوں کو (معاذ اللہ) سچا تسلیم کرنا ہوگا جو صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود چالیس سال تک زندہ رہا۔ (۱۵۴/ ج) اور مثلاً انتہائے مغرب میں برغواطہ قوم کا ایک شخص صالح بن طریف جھوٹا مدعی گزرا ہے جو یہ دعویٰ بھی کرتا تھا کہ اس پر ایک قرآن بھی اترتا ہے، اس کی بعض سورتوں کے نام سورۃ الدیک، سورۃ الحمر، سورہ آدم، سورہ ہاروت وماروت، سورہ غرائب الدنیا وغیرہ وغیرہ تھے۔ اسے اتنا عروج حاصل ہوا کہ وہ اپنے پورے علاقے کا حکمران بن گیا اور اس نے چوالیس برس حکومت کی۔ یہ اموی خلیفہ ہشام بن عبد الملک کا زمانہ تھا، وہ اپنے آپ کو قیامت کے قریب ظاہر ہونے والا مہدی اکبر کہلاتا تھا اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے ساتھی ہوں گے اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ عرب میں اس کا نام صالح، سریانی میں مالک، عجمی میں عالم، عبرانی میں روبیا اور بربری زبان میں وَرَب تھا جس کا معنی ہے کہ اس کے بعد کوئی اور نبی نہ ہوگا۔ پھر اس کے جانشینوں نے اس مذہب کو بہت ترقی دی، اس کے بعد برغواطہ کے ساتویں حکمران ابو

منصور عیسیٰ نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا، اس کی حکومت مضبوط تھی اور مغرب کے تمام قبائل اس کے مطیع تھے۔

(۱۵۵/ الف) رابعاً جس طرح اللہ پر جھوٹ باندھنے والا اخروی کامیابی یعنی فلاح نہیں پاتا اسی طرح اللہ کے نبیوں اور اس کی آیات کا انکار کرنے والا کوئی بھی کافر فلاح نہیں پائے گا۔ مثلاً سورہ انعام میں ہے کہ ''اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے بے شک یہ ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے''۔ (۱۵۵/ ب) اب اگر مرزا صاحب کا مفروضہ معیار صحیح سمجھ لیا جائے تو جو لوگ نبوت کا جھوٹا دعویٰ نہیں کرتے لیکن اللہ کی آیتوں کا انکار کر کے کافر ہوتے ہیں، انہیں بھی طبعی عمر نہیں پانی چاہئے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ ہرگز ضروری نہیں کہ جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ طبعی عمر بھی نہ پائے۔

ہم ان مباحث کے شروع میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ مرزا قادیانی کے بیان کردہ اپنے ہی حسابی فارمولوں کے تحت ان کے مزعومہ نشاناتِ صداقت کا قلع قمع ہو جاتا ہے، اس کے باوجود ہم نے ان پر مفصل بحث اس لئے کی کہ حق سے فرار اور باطل کے شاطرانہ اثبات کے لئے مرزا صاحب کے کھولے ہوئے تمام پُرفریب شیطانی چور دروازے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائیں اور عام قارئین کرام عموماً اور قادیانی حضرات خصوصاً حق و باطل کے درمیان امتیاز میں کوئی دشواری محسوس نہ فرمائیں۔ اللہ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلائے اور اسی پر قائم و دائم رکھے۔ آمین

مرزا قادیانی کے بعض مزید مزعومہ نشانات پر بحث اگلے عنوان کے تحت بھی ہوگی۔ (جاری ہے)

حوالہ جات

۳۹۔ (الف) الانعام: ۱۲۱ (ب) نزول المسیح، ص ۸۹، رخ (روحانی خزائن) ۱۸/ ۴۶۷ (ج) ایضاً، ص ۱۰۸، رخ ۱۸/ ۴۸۶

۴۰۔ (الف) آئینہ کمالات اسلام، ص ۲۱، رخ ۵/ ۲۱ (ب) چشمہ معرفت، ص ۲۰۹، رخ ۲۳/ ۲۱۸ (ج) براہین احمدیہ در رخ ۱/ ۲۶۴ حاشیہ در حاشیہ

۴۱۔ (الف) نزول المسیح، ص ۵۷، رخ ۱۸/ ۴۳۵ (ب) ابراہیم: ۴ (ج) النحل: ۴۴

۴۲۔ (الف) النحل: ۶۴ (ب) القیامۃ: ۱۶۔۱۹ (ج) مکتوباتِ احمدیہ (مکتوبات مرزا قادیانی) ۱/ ۶۸۔۶۹

۴۳۔ (الف) حقیقۃ الوحی، ص ۳۰۳ رخ ۲۲/ ۳۱۷ (ب) براہین احمدیہ در رخ ۱/ ۲۶۴ (ج) حقیقۃ الوحی، ص ۳۰۴

۴۴۔ (الف) الدھر: ۴ (ب) النمل: ۲۲ (ج) النجم: ۲۔۴

۴۵۔ (الف) براہین احمدیہ در رخ ۱/ ۵۳۶ حاشیہ (ب) ازالۂ اوہام ۲/ ۷۹۰، رخ ۳/ ۵۲۷۔ ۵۲۸ (ج) اشتہار مرزا قادیانی مندرجہ تبلیغ رسالت ۲/ ۸۷۔ ۸۲ مؤلفہ میر قاسم علی قادیانی، مجموعہ اشتہارات، ۱/ ۲۹۳۔ ۲۹۸

۴۶۔ (الف) حقیقۃ الوحی ص ۲۹۴ (ب) اشتہار مرزا قادیانی بہ عنوان ''خدا سچے کا حامی ہو'' مؤرخہ ۱۶ اگست ۱۹۰۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت، ۱۰/ ۱۱۳۔ ۱۱۶، مجموعہ اشتہارات، ۳/ ۵۵۷۔ ۵۶۰ (ج) اشتہار مرزا قادیانی مؤرخہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت ۱۰/ ۱۳۱، مجموعہ اشتہارات ۳/ ۵۹۱

۴۷۔ (الف) چشمۂ معرفت، ص ۳۲۱۔ ۳۲۲، رخ ۲۳/ ۳۳۶۔ ۳۳۷ (ب) ابراہیم: ۴۷

۴۸۔ (الف) کتاب البریۃ، ص ۷۸، ۷۹، آئینہ کمالات اسلام، ص ۵۶۴، اخبار الحکم مؤرخہ ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء (ب) حقیقۃ الوحی، ص ۷۴، رخ ۲۲/ ۷۷ (ج) تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۴۳، رخ ۲۲/ ۵۸۱

۴۹۔ (الف) ٹریکٹ نمبر ۳۴، اسلامی قربانی، ص ۱۲ مصنفہ قاضی یار محمد قادیانی، ریاض الہند پریس امرتسر (ب) کشتی نوح، ص ۴۷، رخ ۱۹/ ۵۰ (ج) البشریٰ (مجموعہ الہامات مرزا) ۲/ ۷۹

۵۰۔ (الف) حقیقۃ الوحی، ص ۸۶، رخ ۲۲/ ۸۹ (ب) البشریٰ ۲/ ۷۹، تذکرہ (مجموعہ الہامات مرزا) ص ۴۶۲ طبع سوم ربوہ (ج) اربعین ۴ ص ۲۵، رخ ۱۷/ ۴۶۱

۵۱۔ (الف) جنگ مقدس، ص ۲۰۹۔ ۲۱۱، رخ ۶/ ۲۹۱۔ ۲۹۳ (ب) سیرۃ المہدی مؤلفہ صاحب زادہ بشیر احمد ۱/ ۱۵۹۔ ۱۶۰ (ج) قادیانی اخبار الفضل مؤرخہ ۲۰ جولائی ۱۹۴۰ء بیان مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ قادیان

۵۲۔ (الف) سیرت مسیح موعود مؤلفہ شیخ یعقوب علی عرفانی قادیانی ص ۷، (ب) مکتوبات احمدیہ، ۵/ ۱۲۸ نمبر ۳ مؤلفہ یعقوب علی قادیانی (ج) مکتوب نواب محمد علی خان قادیانی بہ نام مولوی نور الدین مندرجہ آئینہ حق نما، ص ۱۰۰۔ ۱۰۱ مؤلفہ یعقوب علی عرفانی قادیانی

۵۳۔ (الف) سیرۃ المہدی، ۲/ ۵۳ روایت نمبر ۳۶۷ (ب) الاعراف: ۱۷ (ج) الزخرف: ۳۳۔ ۳۷

۵۴۔ (الف) حمامۃ البشریٰ، ص ۱۴، رخ ۷/ ۱۹۲ (ب) ایک غلطی کا ازالہ در رخ ۱۸/ ۲۱۶ (ج) ملفوظ مرزا قادیانی، اخبار الحکم مؤرخہ ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء

۵۵۔

۵۶۔

۵۷۔ (الف) عبد اللہ آتھم پادری کا خط مندرجہ اخبار وفادار لاہور ستمبر ۱۸۹۴ء منقول از راست بیانی بر شکست قادیانی صفحہ ۶۵ مؤلفہ مولوی امام الدین گجراتی (ب) مکتوبات احمدیہ جلد پنجم، حصہ اول مکتوب نمبر ۶۷ (ج)

انجام آتھم ص ۳۱، رخ ۱۱/۳۱ حاشیہ

۵۸۔ (الف) ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳، رخ ۱۱/ ۳۳۷ (ب) ایضاً ص ۵۴، رخ ۱۱/ ۳۳۸ (ج) حقیقۃ الوحی، ص ۱۸۷

۵۹۔ (الف) انجام آتھم ص ۲۸ حاشیہ طبع قادیان (ب) الاعراف: ۱۳۳۔۱۳۴ (ج) الانعام: ۴۲۔۴۳

۶۰۔ (الف) النساء: ۴۸ (ب) الرعد: ۳۹ (ج) الکہف: ۲۴

۶۱۔ (الف) تفسیر ابن کثیرؒ، آیت ۲۴ سورہ کہف ۳/ ۱۷ امجد اکیڈمی لاہور (ب) جنگ مقدس، ص ۲۰۹۔۲۱۱، رخ ۶/ ۲۹۱۔۲۹۳ (ج) کتاب البریۃ در رخ ۱۳/ ۱۹۶

۶۲۔ (الف) انجیل متیٰ ۵: ۳۳۔۳۷ (ب) تبلیغ رسالت ۱/ ۵۸، مجموعہ اشتہارات ۱/ ۱۰۰۔۱۰۲ (ج) اشتہار مرزا قادیانی ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء مجموعہ اشتہارات ۱/ ۱۱۳، تبلیغ رسالت ۱/ ۷۲

۶۳۔ (الف) اشتہار مرزا قادیانی ۸ اپریل ۱۸۸۶ء مجموعہ اشتہارات ۱/ ۱۱۶۔۱۱۷، تبلیغ رسالت ۱/ ۷۵، ۷۶ (ب) اشتہار مرزا قادیانی ۷ اگست ۱۸۸۷ء مجموعہ اشتہارات ۱/ ۱۴۱، تبلیغ رسالت، ۱/ ۹۹ (ج) مکتوبات احمدیہ، ۵/ ۱۲۸ نمبر ۲ (مکتوب ۴ نومبر ۱۸۸۸ء)

۶۴۔ (الف) تریاق القلوب ص ۴۳، رخ ۱۵/ ۲۲۱ (ب) اشتہار مرزا قادیانی ۵ نومبر ۱۹۰۷ء، مجموعہ اشتہارات ۳/ ۵۸۷، تبلیغ رسالت ۱۰/ ۱۲۷ (ج) سیرۃ المہدی ۱/ ۵۹ روایت نمبر ۹۲

۶۵۔ (الف) نزول المسیح ص ۱۰۸، رخ ۱۸/ ۴۸۶ (ب) ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳، رخ ۱۱/ ۳۳۷ حاشیہ (ج) اشتہار محک اخیار واشرار مؤرخہ یکم ستمبر ۱۸۸۶ء، تبلیغ رسالت ۱/ ۸۹، مجموعہ اشتہارات ۱/ ۱۳۰

۶۶۔ (الف) الہام مرزا قادیانی مؤرخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت ۱/ ۶۰، مجموعہ اشتہارات ۱/ ۱۰۲ (ب) اشتہار مرزا قادیانی یکم ستمبر ۱۸۸۶ء، تبلیغ رسالت ۱/ ۸۴۔۸۵، مجموعہ اشتہارات ۱/ ۱۲۵۔۱۲۶ (ج) ایضاً

۶۷۔ (الف) ایضاً تبلیغ رسالت، ۱/ ۸۹، مجموعہ اشتہارات ۱/ ۱۳۰ (ب) مکتوبات احمدیہ ۵/ ۵، ۶ نمبر ۲ مکتوب مؤرخہ ۸ جون ۱۸۸۶ء (ج) مکتوبات احمدیہ ۵/ ۸ نمبر ۲ (مکتوب مؤرخہ ۲۰ جون ۱۸۸۶ء)

۶۸۔ (الف) اربعین نمبر ۳۶، رخ ۱۷/ ۳۸۵ (ب) سیرۃ المہدی، ۱/ ۵۷۔۵۸ (ج) تریاق القلوب ص ۳۴ رخ ۱۵/ ۲۰۱

۶۹۔ (الف) تذکرہ (مجموعہ الہامات مرزا) ص ۸۳۱ (ب) آئینہ کمالات اسلام در رخ ۵/ ۳۲۵ (ج) اشتہار مرزا قادیانی مؤرخہ ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء، تبلیغ رسالت ۳/ ۱۸۶، مجموعہ اشتہارات ۲/ ۱۱۵۔۱۱۶

۷۰۔ (الف) اشتہار مرزا قادیانی ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء، تبلیغ رسالت ۳/ ۱۱۵۔۱۱۶، (ب) اشتہار مرزا قادیانی ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء، تبلیغ رسالت ۱/ ۱۱۱۔۱۱۶ (ج) ازالۂ اوہام ص ۳۸۹، رخ ۳/ ۳۰۶

۷۱۔ (الف) یونس: ۹۴۔۹۵ (ب) معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ ۳/ ۵۰۶، طبع سوم مئی ۱۹۸۲ء مکتبہ اشرفیہ جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ، لاہور (ج) جمع الفوائد جلد دوم حدیث رقم ۶۶۰۶ للبخاری وابی داؤد

۷۲۔ (الف) یوسف: ۱۱۰ (ب) تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۲، رخ ۲۲/ ۵۷۰ (ج) الاعراف: ۴۰

۷۳۔ (الف) الانبیاء: ۱۰۱۔۱۰۲ (ب) قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ پروفیسر محمد الیاس برنیؒ، ص ۸۷۴ (جدید ایڈیشن) اشاعت دوم جنوری ۲۰۰۱ء، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان (ج) الانعام: ۹۳

۷۴۔ (الف) ضمیمہ انجام آتھم ص ۳۱ حاشیہ، رخ ۱۱/ ۳۱ (ب) حقیقۃ الوحی ص ۳۴۰

۷۵۔ (الف) اشتہارات مرزا قادیانی ۱۶ اکتوبر، ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء (ب) حقیقۃ الوحی ص ۱۹۳ (ج) ایضاً ص ۳۱۲

۷۶۔ (الف) قادیانی اخبار الفضل مؤرخہ ۱۹ جون ۱۹۴۱ء ص ۵ (ب) مکتوب مرزا قادیانی بہ نام قاضی نذر حسین مندرجہ قادیانی اخبار البدر مؤرخہ ۱۹ جولائی ۱۹۰۲ء (ج) حقیقۃ الوحی، ص ۲۱۸

۷۷۔ (الف) تحفہ گولڑویہ ص ۱۰۳، رخ ۱۷/ ۱۹۵ (ب) دافع البلاء ص ۱۰، رخ ۱۸/ ۲۳۰ (ج) مکتوبات احمدیہ ۵/ ۱۱۶ نمبر ۴ (د) حقیقۃ الوحی ص ۲۳۲، رخ ۲۲/ ۲۴۴، ایضاً ص ۸۴، رخ ۲۲/ ۸۷ (ھ) حقیقۃ الوحی ص ۲۳۲

۷۸۔ (الف) مکتوب مرزا قادیانی مؤرخہ ۱۶ اپریل ۱۹۰۴ء (ب) تذکرہ ص ۵۱۲، اخبار الحکم ۲۴ اپریل ۱۹۰۴ء (ج) تذکرہ ص ۵۱۲

۷۹۔ (الف) براہین احمدیہ حصہ پنجم در رخ ۲۱/ ۱۲۴ (ب) حقیقۃ الوحی ص ۲۱۸ (ج) حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۱۰۶، رخ ۲۲/ ۱۰۳

۸۰۔ (الف) البشریٰ ص ۱۵۵، تذکرہ ص ۵۹۱ مطبوعہ ربوہ (ب) حقیقۃ الوحی، ص ۱۹۹۔۲۰۰ (ج) ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۷، ۹۸، رخ ۲۱/ ۲۵۸۔۲۵۹

۸۱۔ (الف) نشان آسمانی ص ۱۴ طبع چہارم اگست ۱۹۳۴ء (ب) کتاب البریۃ ص ۵۹، رخ ۱۳/ ۷۷ احاشیہ (ج) تریاق القلوب ص ۶۸، رخ ۱۵/ ۲۸۳

۸۲۔ (الف) تحفہ گولڑویہ ص ۹۵ حاشیہ (ب) مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۸۰ (ج) کشتی نوح ص ۱۵

۸۳۔ (الف) ازالۂ اوہام ص ۱۷۴، رخ ۳/ ۳۵۲ (ب) حقیقۃ الوحی ص ۳۱۳ (ج) التوبہ: ۸۴

۸۴۔ (الف) ایام الصلح ص ۱۶۸ (ب) ازالۂ اوہام ص ۸۱ (ج) بخاری ۱/ ۴۹۰

۸۵۔ (الف) حمامۃ البشریٰ ص ۱۴، رخ ۷/ ۱۹۲ (ب) مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۷۳، (ج) حٰم السجدۃ: ۲۹

۸۶۔ (الف) یقین: ۶۹ (ب) نزول المسیح، ص ۷۰ (ج) ایضاً ص ۶۳

۸۷۔ (الف) آئینہ کمالات اسلام: ص ۶۵۱ (ب) نزول المسیح ص ۱۷۵، رخ ۱۸/۵۵۳ (ج) سراج منیر، ص ۲۳

۸۸۔ (الف) انجام آتھم ص ۳۲، رخ ۱۱/۳۱ (ب) ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۶، رخ ۱۱/۳۳۰

۸۹۔ (الف) ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴ رخ ۱۱/۳۳۸ (ب) ملفوظات احمدیہ، ۹/۲۴۰ (ج) اشتہار مکتوب مرزا ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء، مجموعہ اشتہارات ۳/۵۷۹

۹۰۔ (الف) میر ناصر قادیانی خسر مرزا قادیانی کے خودنوشت حالات مندرجہ حیات ناصر ص ۱۴، مرتبہ یعقوب علی عرفانی قادیانی (ب) سیرۃ المہدی، ۱/۱۱، روایت نمبر ۱۲ (ج) قادیانی اخبار بدر مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء

۹۱۔ (الف) تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۵۹ (ب) انجام آتھم ص ۱۴۳ مکتوب عربی مرزا قادیانی بہ نام مشائخ ہند (ج) ملفوظات احمدیہ مرتبہ منظور الٰہی قادیانی ۲/۳۷۲

۹۲۔ (الف) سیرۃ المہدی ۲/۶۳ مطبوعہ کتاب گھر قادیان، طبع ۱۹۳۵ء (ب) سیرۃ المہدی ۱/۲۶، روایت نمبر ۴۱ (ج) منقول از رسالہ نوشتۂ غیب ص ۱۰۰ مرتب ایم ایس خالد وزیر آبادی (قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ص ۴۵۶) (د) کتاب البریہ ص ۱۵۹، رخ ۱۳/۱۷۷ حاشیہ

۹۳۔ (الف) منقول از رسالہ فضل رحمانی ص ۱۲۳ مؤلفہ قاضی فضل احمد (ب) آئینہ کمالات اسلام ص ۵۷۳، رخ ۵/۵۷۳، ۵۷۴ (ج) فضل رحمانی ص ۱۲۵۔۱۲۷ (قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ص ۴۶۱۔۴۶۲) (د) نوشتہ غیب ص ۱۲۶۔۱۲۸ (قادیانیت کا علمی محاسبہ ص ۴۶۳) (ھ) ایضاً ص ۱۳۱۔۱۳۲ (قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، ص ۴۶۴۔۴۶۵) (و) سیرۃ المہدی، مکتوب مرزا قادیانی مورخہ ۲۱ مارچ ۱۸۹۱ء مکتوبات احمدیہ ۵/۱۰۲، ۱۰۳، مکتوب نمبر ۷۳ (ز) سیرۃ المہدی ۱/۵۷۔۵۸

۹۴۔ (الف) سیرۃ المہدی ۲/۱۱۱ (ب) رئیس قادیان ۱/۸۶ مولانا ابوالقاسم محمد رفیق دلاوریؒ (ج) قادیانی اخبار الفضل مورخہ ۲ نومبر ۱۹۲۲ء (د) اصحاب احمد ص ۳۱۔۳۳ مؤلفہ صلاح الدین قادیانی

۹۵۔ (الف) سیرۃ المہدی ۱/۳۵ روایت نمبر ۵۰ (ب) تریاق القلوب، ص ۳۵۔۳۶، رخ ۱۵/۲۰۳۔۲۰۴ (ج) مکتوبات احمدیہ، ۵/۲۱ نمبر ۲

۹۶۔ (الف) حقیقۃ الوحی ص ۳۰۶ (ب) مکتوبات احمدیہ ۵/۱۲ نمبر ۲ (ج) ایضاً ۵/۱۰۵ نمبر ۴

۹۷۔ (الف) خطوط امام بہ نام غلام ص ۶ حکیم محمد حسین قریشی مالک دواخانہ رفیق الصحت لاہور (ب) ایضاً ص ۶ (ج) ایضاً ص ۶

۹۸۔ سیرۃ المہدی ۳/ ۱۳۷، روایت نمبر ۴۴۴ (ب) حقیقۃ الوحی ص ۲۴۲ (ج) مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ اول مکتوب نمبر ۶۷

۹۹۔ (الف) ایضاً مکتوب نمبر ۶۸ (ب) خطوط امام بہ نام غلام ص ۸ حکیم محمد حسین قریشی (ج) ایضاً ص ۹

۱۰۰۔ (الف) مضمون بشیر الدین محمود خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل مؤرخہ ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء ص ۲ (ب) خطوط امام بہ نام غلام ص ۵ ،حکیم محمد حسین قریشی (ج) قادیانی اخبار الفضل ۱۵ جون ۱۹۳۵ء ص ۵

۱۰۱۔ (الف) بیان شیخ نور احمد قادیانی مالک مطبع ریاض ہند مندرجہ اخبار الفضل مؤرخہ ۲۰ اگست ۱۹۴۰ء (ب) سیرۃ المہدی ۲/ ۷۷، روایت نمبر ۴۰۳، ۴۰۴ (ج) ڈاکٹر کلارک/ ڈکشنری آف پریکٹیکل میٹریا میڈیکا ۲/ ۶۷۰، میڈیکل بک سینٹر، اردو بازار لاہور ۲

۱۰۲۔ (الف) ڈاکٹر جے ۔ٹی ۔کینٹ/ لیکچرز آن ہومیو پیتھک میٹریا میڈیکا طبع چہارم ص ۷۰۰، میڈیکل پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور ۲ (ب) ولیم ایچ برٹ/ فزیولاجیکل میٹریا میڈیکا طبع ۱۹۸۷ء ص ۶۷۹، بی جین پبلشرز نیو دہلی (ج) ڈاکٹر کلارک/ ڈکشنری آف پریکٹیکل میٹریا میڈیکا جلد دوم ص ۵۰۳

۱۰۳۔ (الف) ڈاکٹر ہیوجز/ فارماکوڈائنامکس طبع ششم، ص ۶۷۳، بی جین پبلشرز نیو دہلی (ب) حقیقۃ الوحی ص ۳۰۶ (ج) ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص ۵۰، رخ ۲۱/ ۶۳

۱۰۴۔ (الف) براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۶، رخ ۲۱/ ۷۲ (ب) حقیقۃ الوحی، ص ۶۷، رخ ۲۲/ ۷۰ (ج) ستارہ قیصریہ، ص ۹۔۱۰، رخ ۱۵/ ۱۹۔۲۰

۱۰۵۔ (الف) سیرۃ المہدی ۱/ ۱۶۳، روایت نمبر ۱۶۷ (ب) ایضاً ۲/ ۱۳۲، روایت نمبر ۴۴۴ (ج) ضمیمہ اربعین نمبر ۳۔۴ ص ۴، رخ ۱۷/ ۴۷۰۔۴۷۱

۱۰۶۔ (الف) سیرۃ المہدی ۱/ ۲۷۶ (ب) ایضاً ۱/ ۴۰، (ج) تبلیغ رسالت، ۱/ ۶۰، مجموعہ اشتہارات ۱/ ۱۰۲

۱۰۷۔ (الف) اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء، تبلیغ رسالت ۱/ ۶۱، مجموعہ اشتہارات ۱/ ۱۰۲ (ب) تبلیغ رسالت ۱/ ۵۸، مجموعہ اشتہارات ۱/ ۱۰۰۔۱۰۲ (ج) اشتہار مرزا قادیانی ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء، تبلیغ رسالت ۱/ ۷۲، مجموعہ اشتہارات ۱/ ۱۱۳

۱۰۸۔ (الف) اشتہار مرزا قادیانی ۱۸ اپریل ۱۸۸۶ء، تبلیغ رسالت ۱/ ۷۵۔۷۶، مجموعہ اشتہارات ۱/ ۱۱۶۔۱۱۷ (ب) اشتہار مرزا قادیانی ''محک اخیار و اشرار'' یکم ستمبر ۱۸۸۶ء، تبلیغ رسالت ۱/ ۸۴۔۸۵، مجموعہ اشتہارات، ۱/ ۱۲۵۔۱۲۶ (ج) مکتوبات احمدیہ، ۵/ ۵۔۶ نمبر ۲

۱۰۹۔ (الف) مکتوبات احمدیہ، ۵/ ۸ نمبر ۲ (ب) سیرۃ المہدی ۱/ ۲۷۷، روایت نمبر ۲۹۰ (ج) اشتہار یکم ستمبر

۱۸۸۶ء

۱۱۰۔ (الف) مجموعہ اشتہارات ۱/۱۴۱، تبلیغ رسالت ۱/۹۹ (ب) مکتوبات احمدیہ، ۵/۱۲۸ نمبر ۲ (ج) ردّ قادیانیت کے زریں اصول ص ۱۸۶، مؤلفہ مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ اشاعت اول جنوری ۲۰۰۱ء، ادارہ مرکزیہ دعوت و ارشاد چنیوٹ

۱۱۱۔ (الف) سیرۃ المہدی ۱/۱۵۴۔۱۵۸ (ب) براہین احمدیہ درر خ ۱/۶۲۱ حاشیہ (ج) ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴، ۵۵، رخ ۱۱/۳۳۸

۱۱۲۔ (الف) مکتوبات احمدیہ ۵/۸۴۔۸۵، مکتوب ۲۴ جنوری ۱۸۹۱ء (ب) سیرۃ المہدی ۳/۱۶۷ (ج) ایضاً ۳/۳۰۵

۱۱۳۔ (الف) قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، پروفیسر محمد الیاس برنیؒ ص ۱۰۱۰۔۱۰۲۷ (ب) مسیح دجال کا سربستہ راز، ص ۲ مصنفہ حکیم مولوی محمد نذیر احسن بہاری (ج) اشتہار مرزا قادیانی یکم دسمبر ۱۸۸۸ء، مجموعہ اشتہارات ۱/۱۷۹ حاشیہ

۱۱۴۔ (الف) اشتہار مرزا قادیانی ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء، تبلیغ رسالت ۱/۱۵۵۔۱۵۶، مجموعہ اشتہارات، ۱/۱۵۷۔۱۵۸ (ب) مجموعہ اشتہارات ۱/۱۹۱۔۱۹۲ (ج) انجام آتھم، ص ۵۳، رخ ۱۱/۳۳۷ (د) الہام مرزا قادیانی مؤرخہ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۱ء، تبلیغ رسالت ۲/۸۵، مجموعہ اشتہارات ۱/۳۰۱

۱۱۵۔ (الف) تذکرہ ص ۱۳۱۸ (ب) ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴، رخ ۱۱/۳۳۷ (ج) انجام آتھم، ص ۳۱، رخ ۱۱/۳۱

۱۱۶۔ (الف) اشتہار ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء (ب) مضمون حکیم نور الدین بہ عنوان وفات مسیح موعود مندرجہ ریویو آف ریلیجنز جون، جولائی ۱۹۰۸ء ص ۲۷۹ (ج) تریاق القلوب ص ۴۳، رخ ۱۵/۲۲۱

۱۱۷۔ (الف) اربعین نمبر ۳۶، رخ ۱۷/۳۸۵ (ب) ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۵، رخ ۱۱/۲۹۸۔۲۹۹ (ج) الحج: ۴۶

۱۱۸۔ (الف) تقریر مرزا بشیر الدین محمود مندرجہ اخبار الفضل ۲۷۔۳۰، مارچ ۱۹۲۸ء ص ۵، ۶ (ب) براہین احمدیہ درر خ ۱/۲۵۴ حاشیہ (ج) مضمون ڈاکٹر شاہ نواز قادری مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان بابت ماہ اگست ۱۹۲۹ء ص ۱۱

۱۱۹۔ (الف) قادیانی اخبار الفضل مؤرخہ ۱۴ مارچ ۱۹۱۶ء (ب) الفضل ۲۷ فروری، ۲ مارچ ۱۹۲۲ء (ج) الفضل ۲ جون ۱۹۳۶ء

۱۲۰۔ (الف) براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۶، رخ ۲۱/۷۲ (ب) ایضاً ص ۵۰، رخ ۲۱/۶۳ (ج) تحفہ گولڑویہ ص ۶۳، رخ ۱۷/۱۵۳

۱۲۱۔ (الف) حقیقۃ الوحی ص ۶۷، رخ ۲۲/۷۰ (ب) حقیقۃ الوحی، ص ۱۹۳۔۱۹۴ (ج) تریاق القلوب، ص ۱۶ رخ ۱۵/۱۵۷۔۱۵۸

۱۲۲۔ (الف) تریاق القلوب ص ۱۵، رخ ۱۵/۱۵۵۔۱۵۶ (ب) اشتہار مرزا قادیانی مؤرخہ ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء (ج) حقیقۃ الوحی ص ۱۹۸

۱۲۳۔ (الف) تحفہ گولڑویہ ص ۱۰۳، رخ ۱۷/۱۹۵ (ب) حقیقۃ الوحی ص ۲۱۸ (ج) ایضاً ص ۳۴۰

۱۲۴۔ (الف) ایضاً ص ۳۲۱ (ب) ایضاً ص ۳۱۳ (ج) ایضاً ص ۱۰۰

۱۲۵۔ (الف) اربعین نمبر ۴ ص ۲۵، رخ ۱۷/ ۴۶۱ (ب) مکتوب مرزا قادیانی بہ نام قاضی نذر حسین مندرجہ اخبار بدر ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء (ج) حقیقۃ الوحی ص ۳۱۲

۱۲۶۔ (الف) چشمۂ معرفت ص ۲۲۲، رخ ۲۳/۲۳۱ (ب) حقیقۃ الوحی ص ۲۲۴، ۲۲۹، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۳۸، ۲۶۰، ۳۳۳، ۳۳۵، ۳۵۳ (ج) تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۱۷، رخ ۲۲/۵۵۳

۱۲۷۔ (الف) بیان مرزا بشیر الدین محمود مندرجہ اخبار الفضل مؤرخہ ۲۱ جون ۱۹۳۴ء (ب) بیان بشیر الدین محمود مندرجہ اخبار الفضل مؤرخہ ۱۵ اگست ۱۹۳۴ء (ج) چشمہ معرفت ص ۲۲۲، رخ ۲۳/۲۳۱

۱۲۸۔ (الف) المائدہ: ۷۷ (ب) حقیقۃ الوحی ص ۱۹۹۔۲۰۰ (ج) نشان آسمان ص ۱۳ طبع چہارم اگست ۱۹۳۴ء

۱۲۹۔ (الف) کتاب البریۃ، ص ۵۹، رخ ۱۳/ ۱۷۷ حاشیہ (ب) براہین احمدیہ در رخ ۱/ ۶۲۱ حاشیہ (ج) ازالۂ اوہام، ص ۷، رخ ۳/ ۱۰۵۔۱۰۶

۱۳۰۔ (الف) ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۴، رخ ۱۱/ ۲۸۸ حاشیہ (ب) ایضاً ص ۵۴، رخ ۱۱/ ۳۳۸ (ج) اشتہار مرزا قادیانی ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء، تبلیغ رسالت ۳/ ۱۱۵۔۱۱۷

۱۳۱۔ (الف) براہین احمدیہ ص ۴۶۸، رخ ۱/ ۵۵۸۔ ۵۵۹ (ب) حقیقۃ الوحی ص ۹۳ حاشیہ، ۳۶۴، رخ ۲۲/ ۳۷۸ (ج) حقیقۃ الوحی ص ۲۲۱، ۲۲۴۔۲۲۸، ۲۵۵، ۲۶۳، ۲۶۴، تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۵۵

۱۳۲۔ (الف) نزول المسیح ص ۸۹، رخ ۱۸/ ۴۶۷ (ب) ایضاً ص ۱۰۸، رخ ۱۸/ ۴۸۶ (ج) نور الحق حصہ دوم ص ۲۷

۱۳۳۔ (الف) قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ پروفیسر محمد الیاس برنی، ص ۴۱۷ (ب) ایضاً ص ۴۱۶ (ج) سیرۃ المہدی جلد دوم ص ۴، روایت نمبر ۳۰۷

۱۳۴۔ (الف) ابن کثیر/ البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۲۴، دار الحدیث قاہرہ (مصر) الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۲م (ب) توبہ نامہ مرزا قادیانی بہ عدالت جے ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر گورداسپور مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء (ج) سیرۃ المہدی جلد دوم، ص ۴

۱۳۵۔ (الف) سیرۃ المہدی، ۱/ ۲۷۱، روایت نمبر ۳۰۱ (ب) قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، ص ۱۸۵ (ج) حقیقۃ الوحی ص ۳۸۹۔ ۳۹۰

۱۳۶۔ (الف) اربعین حصہ ۴ ص ۲۵، رخ ۱۷/ ۴۶۱ (ب) اشتہار مرزا قادیانی مؤرخہ ۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء، تبلیغ رسالت ۳/ ۱۱۵۔ ۱۱۷ (ج) تریاق القلوب ص ۲۱۷، رخ ۱۵/ ۳۸۲

۱۳۷۔ (الف) آئینہ کمالات اسلام ص ۲۸۸، رخ ۵/ ۲۸۸ (ب) حقیقۃ الوحی ص ۱۔ ۲، رخ ۲۲/ ۳۔ ۴ (ج) ضرورت الامام ص ۱۳

۱۳۸۔ (الف) حقیقۃ الوحی ص ۲، رخ ۲۲/ ۳۔ ۴ (ب) الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۳۹ (ج) حضرت مسیح موعود کے کارنامے، ص ۲۹۔ تقریر مرزا بشیر الدین محمود

۱۳۹۔ (الف) خطبہ جمعہ مرزا بشیر الدین محمود مندرجہ اخبار الفضل مؤرخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۵ء، (ب) براہین احمدیہ در رخ ۱/ ۴۳۱ حاشیہ در حاشیہ (ج) اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح ص ۷، رخ ۱۹/ ۱۱۳

۱۴۰۔ (الف) حمامۃ البشریٰ در رخ ۷/ ۲۲۱ (ب) نور الحق ۱/ ۵۰، رخ ۸/ ۶۸، ۶۹ (ج) آئینہ کمالات اسلام ص ۲۱، رخ ۵/ ۲۱

۱۴۱۔ (الف) ٹریکٹ نمبر ۳۴، اسلامی قربانی ص ۱۲ مصنفہ قاضی یار محمد قادیانی مطبوعہ ریاض الہند پریس، امرتسر (ب) تقریر مرزا بشیر الدین محمود مندرجہ اخبار الفضل ۲۷۔ ۳۰، مارچ ۱۹۲۸ء ص ۵۔ ۶ (ج) سیرۃ المہدی، ۲/ ۵۵، روایت نمبر ۳۶۹

۱۴۲۔ (الف) ملفوظات مرزا قادیانی ۲/ ۳۷۶ منقول از کتاب منظور الٰہی ص ۳۴۸ مؤلفہ محمد منظور الٰہی قادیانی (ب) حقیقۃ الوحی ص ۱۹۴ (ج) ایضاً ص ۱۹۵۔ ۱۹۷

۱۴۳۔ (الف) تحفہ گولڑویہ ص ۸۱، رخ ۱۷/ ۱۶۷ (ب) ششماہی مجلہ السیرۃ عالمی شمارہ نمبر ۲۲ رمضان ۱۴۳۰ھ/ ستمبر ۲۰۰۹ء ص ۱۶۵۔ ۱۷۴ (ج) اربعین ۴ ص ۱۷، رخ ۱۷/ ۴۴۵۔ ۴۴۶

۱۴۴۔ (الف) انوار خلافت ص ۱۸ مصنفہ بشیر الدین محمود (ب) ولیم میور کی مرتبہ تاریخ بزبان اردو باب سوم مطبوعہ ۱۸۴۱ء بہ حوالہ بائبل سے قرآن تک جلد سوم ص ۳۲۵۔ ۳۲۶ مکتبہ دار العلوم کراچی طبع سوم جولائی ۱۹۸۶ء (ج) انجام آتھم ص ۱۴۳ مکتوب عربی مرزا قادیانی بہ نام مشائخ ہند

۱۴۵۔ (الف) انجام آتھم، ص ۲۷، رخ ۱۱/ ۲۷ حاشیہ (ب) تریاق القلوب ص ۲۱۷، رخ ۱۵/ ۳۸۲ (ج) اربعین ۴ ص ۲۵، رخ ۱۷/ ۴۶۱

۱۴۶۔ (الف) ضمیمہ تحفہ گولڑویہ در رخ ۱۷/ ۵۶ (ب) حقیقۃ الوحی در رخ ۲۲/ ۲۱۵، ضمیمہ انجام آتھم در رخ ۱۱/ ۳۴۳ (ج) ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم در رخ ۲۱/ ۲۹۲

۱۴۷۔ (الف) شحنہ حق در رخ ۲/ ۳۸۶ (ب) حقیقۃ الوحی ص ۱۴۹، رخ ۲۲/ ۱۵۲۔۱۵۳ (ج) ست بچن ص ۳۰، رخ ۱۰/ ۱۴۲ (د) حقیقۃ الوحی ص ۱۸۴، رخ ۲۲/ ۱۹۱

۱۴۸۔ (الف) چشمۂ معرفت، ص ۱۱۳، رخ ۲۳/ ۱۲۱ (د) حقیقۃ الوحی ص ۷۲، (ج) ایضاً

۱۴۹۔ (الف) اربعین ۴ ص ۷۔۸، حاشیہ (ب) تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۴۳ (ج) بہ مطابق حاشیہ نمبر ۱۴۱/ الف

۱۵۰۔ (الف) اربعین ۴ ص ۱۵ حاشیہ (ب) تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۸۵، رخ ۲۲/ ۵۲۱۔۵۲۲ (ج) البشریٰ ۱/ ۵۶

۱۵۱۔ (الف) کتاب البریہ ص ۸۔۷، ۹، آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴، اخبار الحکم مؤرخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۵ء، (ب) براہین احمدیہ حصہ پنجم در رخ ۲۱/ ۱۲۷ (ج) مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۷۳۔۴۷۷

۱۵۲۔ (الف) میزان الاعتدال ۲/ ۲۶۲ (ب) ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۰ (ج) تریاق القلوب ص ۱۶، رخ ۱۵/ ۱۵۷۔۱۵۸

۱۵۳۔ (الف) الحاقۃ: ۴۴۔۴۶ (ب) حقیقۃ الوحی ص ۲۰۴ (ج) حمامۃ البشریٰ ص ۹۶، رخ ۷/ ۲۹۷

۱۵۴۔ (الف) آسمانی فیصلہ ص ۲۵، رخ ۴/ ۳۳۵ (ب) حقیقۃ النبوۃ ص ۱۲۱ مصنفہ بشیر الدین محمود (ج) قادیانی اخبار الحکم ص ۴ مؤرخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۴ء

۱۵۵۔ (الف) تاریخ ابن خلدون ۶/ ۲۰۷ (ب) الانعام: ۲۱

درس سیرت

سید عزیز الرحمٰن

صفحات: ۲۷۲ قیمت: ۱۵۰ روپے

مقدمہ: مولانا زاہد الراشدی

پیش لفظ: ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری

تعارف: ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز: اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی۔ فون: ۶۶۸۴۷۹۰